



**A HIGH CLASS SPIRITUAL
MAGAZINE
OM
EDITOR
GOPI NATH NANDA**

REGD. L. No. 3622.

A High Class Spiritual Magazine

MONTHLY "OM" LAHORE.

I
S
H
W
A
R

A
N
K

A
N
N
U
A
L

N
U
M
B
E
R



ایشور انک



ISHWAR ANK SINGLE COPY Rs. 2 ONLY.

Editor :—GORAKH NATH NANDA.

Muawan Khasusi—Prof. NIRMAL CHANDRA.

1. 9

March & April 1942.

No. 3-4

Annual Subscription
Including
ISHWAR ANK.

Inland

Rs. 3-8-0

Foreign

Rs. 4-12-0

Printed by L. Gorakh Nath Nanda at the Amrit Electric Press, Railway Road
Lahore, and published by him from the "OM" Office, Lohari Mandi, Lahore,
and tri-colour photoes printed at the Gita Press, Gorakhpur.

“Om” Lahore

Ishwar Ank.

March, April.

1942.

नारायण



ध्येयः सदा सवितृमण्डलमध्यवर्ती नारायणः सरसिजासनसन्निविष्टः ।
केयूरवान् कनककुण्डलवान् किरीटी हारी हिरण्यवपुर्धृतशङ्खचक्रः ॥

۵۳

پر مجھ کو سے میری

(از شری سوامی ہنس سرور صاحب ویکھیان مارتنڈ)

پر مجھ کو تجھ سے عزت نہ نہ چاہتا ہوں
 مے راج شاہی نہ ہو اس کی خواہش
 ہو تیرے دوارے کی بھگن فقیری
 دیکھی کوئی دیکھوں نہ ہرگز جہاں میں
 کسی کو بھی روکی نہ دیکھوں میں ہرگز
 مٹے دشمنی بگ سے بغض عداوت
 ہو بھارت میں الفت محبت و پریتی
 مٹے کام کرودھ اور موہ لو بھ متسر
 پر مجھ میری بگتی پہ خوش ہوں یا نہ ہوں
 ہو ست و ہرم کا راج ایشور جہاں میں
 دہرم پر فدا ہونے والے ہوں پیدا
 یہ نیکی میں جگمگ سدا اس جہاں میں
 جو ہوں پیش تیرے تو ہو سرخرو مہنہ
 نہ آوے کبھی خیال پاؤں کا ہرگز
 پر مجھ آسرا اور تیرا ہو تقوے
 کریں کام جو شبہ نہ ہو وے و کاوٹ
 پر مجھ تیری بھکتی ہو چچا ہی من میں
 رہیں ہنس روشن سدا اس جہاں میں
 میں وایم و قائم مگر چاہتا ہوں

جہاں پر کریم کی نظر چاہتا ہوں
 جھکیں تیرے در پہ وہ سر چاہتا ہوں
 امیری نہ میں کرو فر چاہتا ہوں
 میں خوشحال ہر اک بشر چاہتا ہوں
 یہی چاہتا ہوں اگر چاہتا ہوں
 فساد اور جھگڑا نہ شتر چاہتا ہوں
 میں خوش بھائی بیٹا پدر چاہتا ہوں
 یہ شہد پاک ہر دے جگر چاہتا ہوں
 میں بنتی میں اپنی اثر چاہتا ہوں
 ہوں پاٹھ یگیہ گھڑی گھر چاہتا ہوں
 بزرگوں کی دل میں قدر چاہتا ہوں
 پر مجھ مثل ہنس و مگر چاہتا ہوں
 میں ہرگز نہ زیر و زبر چاہتا ہوں
 گناہوں سے میں درگزر چاہتا ہوں
 میں بھنا اوہر نہ اوہر چاہتا ہوں
 تیری کیا میں سر بسر چاہتا ہوں
 یہی کریم بس عمر بھر چاہتا ہوں

میراج برال

وہ بے نشان ہوں میں میرا نشان نہیں ہے
میں ہوں کیا سناؤں کیونکہ تمہیں بتاؤں
پستی سے ہوں میں نیچا فعت ہوں میں وچا
ذات بسیط میری ہر یکے کد بری ہے
دیکھو مجھے خلا میں دیکھو مجھے ملا میں
ہر حکم حکم ہے میرا ہر جان جاں ہے میری
محصور ہے مکاں سے محدود ہے ماں سے
میرا جمال جنت میرا جمال دوزخ
جو صفات ہیں سب پہنچے ہیں ذات کو کب
میں ذات لامکاں ہوں میرا مکاں نہیں ہے
مستی ہوئی کا مجھ میں گماں نہیں ہے
مجھ میں زمیں نہیں ہے اور آسمان نہیں ہے
مجھ میں نہیں نہیں ہے اور مجھ میں ہاں نہیں ہے
ملا ہوں ہر جگہ میں جلوہ کہاں نہیں ہے
کہتا ہے کون میرا جسم اور جاں نہیں ہے
مجھ تک پہنچنے پاؤں ہم و گماں نہیں ہے
یہ عروشائیں بھی لیکن کچھ عروشائیں نہیں ہے
جو میرا راز جانے وہ راز داں نہیں ہے

میری ہے خوش بیانی میری ہے سب روانی
اے مہر تیری ہرگز طبع رواں نہیں ہے

میر حسن شاہ

معاون چھوٹی
پندرہ نزل چندر جی
رٹھور دہلی

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ

۱۹۲۲ء
۵۵ پارچہ واپس

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	پربھو سے بنتی	از شریمان سوامی ہنس سروپ جی	۱
۲	میراج لال — (نظم)	از منشی سورج نرائن صاحب بہرہ پلوی	۲
۳	ویاچہ	ایڈیٹر	۴
۴	ترجمہ از کین اپنشد — (نظم)	مترجمہ منشی تلوک چند جی محروم	۸
۵	کین اپنشد	مترجمہ از شریمان سرواہری سنگھ جی لاپٹور	۹
۶	ترانہ وحدت — (نظم)	شری موہن مورتی جی موہن	۳۱
۷	برجم دشن یعنی وید اچھیت	از شریمان پنڈت نزل چند جی	۳۲
۸	معرفت — (نظم)	از حضرت سیف صاحب مانوی	۶۵
۹	ایشور انسان اور دھرم	شری سوامی شروانند جی سرسوتی	۶۶
۱۰	ایشور اور ایشور بھگت — (نظم)	شریمان لالہ نند کشور صاحب انگر	۶۸
۱۱	شری بھگوت گیتا	از شریمان پنڈت بینا ناتھ جی مدن معجزی	۶۹
۱۲	جیو ایشور اور بھگت	از ہاتھما دولت رام جی سچائیو	۸۱
۱۳	جوش بیخودی — (نظم)	منشی سورج نرائن صاحب بہرہ	۸۴
۱۴	سالانہ چندہ حق	منشی لالہ سنگھ جی	۸۶

قیمت فی پرچہ
دو روپے

سالانہ چندہ حق
تین روپے آٹھ آنے

ممالک غیر سے چار روپے بارہ آنے (۱۲/۴)

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نگار	نمبر شمار
۱۵	فقط جتین ہی جیتن ہے — (نظم)	شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج	۹۵
۱۶	ایشور کیا ہے	از مہاتما بھاگ مل جی سینا	۹۶
۱۷	ایشور تو	از مہاراج ہری سنگھ جی مہاراج	۱۰۸
۱۸	نید توجہ — (نظم)	از جناب عیسیٰ لا ابالی خدا	۱۱۴
۱۹	ایشور اکلیان	از شری سنت نرائن سنگھ جی مہاراج	۱۱۵
۲۰	حدوثنا — (نظم)	از حضرت عالی صاحب پانی پتی	۱۲۶
حصہ دوم کتبیں			
۲۱	پارتنہ	از مہاتما منگت رام جی	۱۲۸
۲۲	کرشن و روپدی — (نظم)	از دیوان پیٹھ داس جی فخر	۱۲۹
۲۳	ایک ٹیک رکھو نا تھ	از شریمان رام بخش جی تلونی وکیل پھلور	۱۳۱
۲۴	شان خدا — (نظم)	از شریمان رام بخش جی تلونی	۱۳۶
۲۵	مہاتما بدھ	ایڈیٹر	۱۳۸
۲۶	ایشور کا دبار — (نظم)	از شریمان رام بخش جی تلونی وکیل پھلور	۱۴۰
۲۷	ہریا	از شریمان رام بخش جی تلونی	۱۴۱
۲۸	ذات حق — (نظم)	منشی تلوک چند صاحب محروم	۱۴۵
۲۹	راجہ لون کی کہانی	منشی سورج نرائن صاحب مہر	۱۴۶
۳۰	پر ملا دھنگت — (منظوم)	از لالہ شام لال جی کھنہ	۱۵۰
۳۱	ایشور پریم	از مہاتما منگت رام جی	۱۵۵
۳۲	دل اگر سچا ہے پھر بدنام کیا اور نام کیا	از شری سوامی شہنشاہ جی مہاراج	۱۵۷
۳۳	یہ کہاں — (نظم)	از لالہ جمیعت لکھنوی جی بہل سچدانند	۱۵۸
۳۴	تو ہے کہاں — (نظم)	از بی آر دھیر	۱۶۱
۳۵	سیا حرنی — (پنجابی)	از میاں محمد بوٹا	۱۶۳
۳۶	برائی کا بدلہ بدلائی — (کہانی)	شری مان پنڈت و سنودت جی شرمہ	۱۶۴
۳۷	نگاہ لطف جی کی تھی سب ایاں پر — (نظم)	برہم لین شری سوامی بنجامند جی	۱۶۰
۳۸	شوری بھینسی کے پیر — (منظوم)	لالہ دولت رام جی پوری بی اے بی ٹی	۱۶۳
۳۹	چتر بھج شری وشنو بنگوان کے درشن	شری مان لالہ پرمانند جی ایم لے	۱۶۴
۴۰	ایک راوہا سوامی تھی سے گوشہ	از اگم بانی	۱۶۶
۴۱	دھرم کی اصلی مہیت	از یوگیراج مہاتما منگت رام جی	۱۶۷

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۴۲	امیٹشن آف کرائیٹ مذہب کے بارے میں		۱۷۹
۴۳	امرت بانی	از مہاتما گاندھی صاحب	۱۸۰
۴۴	مہارانی کنتی	ایڈیٹر	۱۸۱
۴۵	دوہے	شریمان رک - ڈو	۱۸۳
۴۶	بھگوان کا پر ملا کو اپدیش	منشی سورج نرائن صاحب	۱۸۴
۴۷	حساب زندگی	از بابا گنیش داس جی پورن لائل پور	۱۸۶
۴۸	ویرا بھیمنو	لالہ نرجن داس جی پریم	۱۸۷
۴۹	تصوف کے بدینے شعر	مرسد لالہ چرخ لال جی گیتا آتش بی اے	۱۹۶
۵۰	کنتیا	لالہ پریم رام جی پارس	۱۹۸
۵۱	مجھے منظور نہیں	لالہ پیارے کرشن جی بی - ایس بی بی ٹی امرتسر	۱۹۹
۵۲	ویراگ درپن	ابھیکم میل داس جی مضطر ماہرہ	۲۰۹
۵۳	ایشور کا پیارا کون	ایڈیٹر	۲۱۲
۵۴	شوق دیدار	حضرت سہیل الہ آبادی	۲۱۵
۵۵	رشی اشا وکر	مہاتما بھگت رام جی	۲۱۶
۵۶	تصوف	حضرت سیف صاحب مولوی	۲۱۹
۵۷	انسانی ہمدردی	رائے صاحب لالہ گھونا تھ سہا بی اے ہیڈ ماسٹر پٹیاریڈ	۲۲۰
۵۸	نوجوان بیراگی اور سونے کا پیالہ	مانخوڈ	۲۲۲
۵۹	ستی سلوچنا	لالہ جوتی پرشاد صاحب کلیان	۲۲۵
۶۰	تیرا نام جس لب پہ آیا مہوا ہے	از لالہ دیوراج صاحب مندل افریقہ	۲۲۸
۶۱	رائی مندووری	ایڈیٹر	۲۲۹
۶۲	رائی گندھاری	ایڈیٹر	۲۳۰
۶۳	ایشور پریم	از لالہ چرخ لال جی گیتا بی اے آتش	۲۳۱
۶۴	آتم نویدن	شریمان لالہ دھرم بھائی جی بی اے	۲۳۲
۶۵	کہاں رہتا ہے	لالہ سندھ لال جی بھدہ مہجور	۲۴۰

خط و کتابت کرتے وقت چپ نمبر کا حوالہ ضرور دیں



ایشور وہ لا انتہا روح ہے جو تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہے وہی سب کچھ ہے۔ اور اسی میں سب کچھ سے شہر
کاروں نے جگیا سوؤں کو سمجھانے کے لئے اُس کا سر وپست چرت آئندہ اور پورن بتایا ہے۔ دراصل اُس کا کوئی
نام نہیں۔ وہ ان اندریوں یعنی حواسوں سے دور ہے۔ اُس تک ان اندریوں کی رسائی نہ ہو سکتی۔ کیونکہ
یہ اندریاں اُس سے ہی ظاہر ہوئی ہیں۔ اس لئے اُس روح القدس کو یہ ہے کہ کہہ کر دوسانا (دکھلانا) ناممکن محض ہے
البتہ قدرت کے کاموں سے جن میں بڑے بڑے قوانین اور طاقیتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروہت
اور لا انتہا طاقت موجود ہے جو قدرت کے کاموں کو باقاعدگی کے ساتھ چلا رہی ہے۔ ناسک لوگ جو ایشور یا خدا کے نام سے
نفرت کرتے ہیں۔ اور ظاہر طور پر ایشور سے منکر ہیں۔ وہ بھی اس قانون قدرت کے قائل ہیں۔ سوچ۔ چاند۔ تارے۔ زمین
سمندر۔ نیز پانچ بھوت (عناصر) آکاش والو اگنی جل اور پرتھوی ان سب کا پیدا کرنے والی اور ان کو ایک قانون کے ماتحت
قائم رکھنے والی۔ موتیوں کی وقت پر تبدیلی کر نیوالی۔ جسم کو پیدا کر نیوالی اور اُس کو بڑھانے کھانے والی قوت بیج کو وقت پر
پرمو دار کرنے والی قدرت کیا اُس لا انتہا زندگی اور غیر محدود طاقت کو ظاہر نہیں کرتی جو اس کائنات کی اصلی حقیقت ہے ؟
دنیا کے تمام مذاہب کا یہاں تک تو اتفاق ہے۔ نیز آج تک دنیا میں جتنے روحانیت کے فلاسفی لوگ مہانتا ہوئے ہیں۔ سب
اتفاق رائے سے دنیا کے لوگوں کو اُس ذات حقیقی کی پہچان کے لئے مختلف ساوہن بتاتے ہیں۔ اس لئے ان مختلف ساوہنوں
اور اصولوں کے کارن مختلف مذاہب نظر آتے ہیں۔ ورنہ عقیدہ سب کا ایک ہی ہے۔ اس لئے دانا لوگ تمام مذاہب کے ایک
ہی مذہب کی مختلف شاخیں تصور کر کے کسی کے ساتھ عداوت نہیں کرتے بلکہ سب گزشتہ رہنماؤں اور بزرگوں کو جنہوں نے
سچائی کی تلاش کی اور ست کو پرکھ لیا۔ ان کی دلی عزت کرتے ہیں۔ اور یہ گائیکتہ مسئلہ کا ہی دنیاوی لوگوں میں پرچار
کرتے ہیں۔ جس شخص کو معرفت حقیقی حاصل ہو جاتی ہے۔ اُسکی نظر میں سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سب کے ساتھ بے غرضانہ
محبت کرتا ہے۔ اُسکے اندر سے بدگوئی اور عیب جوئی کا میلان جاتا رہتا ہے اور وہ ہر قسم کی بُرائی یا بدی سے دور ہو جاتا ہے
ہمیں وہ اعلیٰ درجہ کی پاک روشنی بھر جاتی ہے جس سے محبت نیکی اور انصاف خود بخود بھوٹ بھوٹ کر نکلتے ہیں۔

پر مانتا ہمارے ہر وہ کے اندر ویشیش ہو پکے اپنا جلوہ دکھا رہے جس بھی دہا پرش نے اُس کو اپنے ہر وہ مندر میں
ہی محسوس کر کے حاصل کیا ہے۔ اور بعد میں اُس کا ظہور بیرونی دنیا میں ہو کہ محض اندریوں کا ہی کار پر ہے۔ دیکھا ہے
وہ نیکی اور سچائی کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ ہم جس قدر اُس مقدس ذات کو باطن میں موجود اور ظاہر میں پیکریش محسوس
کریں گے۔ اسی قدر ہمارے اندر اُس ذات پاک کی تمام پوشیدہ طاقتیں نمودار ہوتی جاویں گی۔ اور ہم اپنے اندر ایک نئی اور

نرالی دنیا کا ظہور دیکھینگے۔ یہ ظاہر اونیہا ہمیں ایک خواب کی دنیا نظر آئے گی۔ اور ہم اس کو اپنے ہی سنگھ کے پیدا شدہ تصور کرنے لگیں گے۔ اس کے متعلق تمام ورطہ و انانیس یکدم کا فور ہو کر ایک اُمرت کا چشمہ ہمارے پردے سے بہہ نکلیگا۔ اور ہم محسوس کرنے لگیں گے کہ وہ ایک اور مصیبتوں کا پہاڑ ہو گا بن کر کہیں اڑ گیا ہے۔ اور ہم شانتی کے اتمہا و سمندر میں غوطہ زن ہیں جس شخص نے اُس اب حیات کے چشمہ سے ایک گھونٹ بھی پی لیا ہے۔ اُس کی نظروں میں اندریوں کے سنگھ بالکل تیجہ ہو جاتے ہیں اس سناہ کے پدارتھ اُس نظروں میں پہنچ ہو جاتے ہیں۔ وہ سنورگ یعنی بہشت کے نایاب پار سکھوں کو بھی بلکہ اندر کی بدوی کو بھی حقیر خیال کرتا ہے۔ وہ سنگھ گرمی مہروی ٹھوکر اور پیاس کو برداشت کرنے کی طاقت اُس میں خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ وہ دنیا داروں کے ساتھ تعلق رکھتا ہوا بھی بے تعلق رہتا ہے اُسے اندر راگ و ویش نام کو بھی نہیں رہتے۔ وہ عورت بے عورتی میں سمان رہتا ہے۔ اس کے ہر وہ میں پرکاش ہو جاتا ہے۔ اُسکی بڑھی نرمل ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا شرم یکوئل ہو جاتا ہے۔ وہ تینوں گلوں سے نیلا ہو کر بھی تنگوں کو اپنا لہ کاہتا ہے۔ وہ پریم کا مجسمہ ہوتا ہے۔ جیو جنتوں پر دیا اور کرنا اُس کا سبھاؤ گن ہو جاتا ہے۔ تمام قدر خادمہ کی طرح اُس کا حکم بجالاتی ہے۔ وہ مہربانکتی مان کیساتھ مل کر مہرب گن سمپن اور تمام طاقتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ اول تو اُس کا کوئی سنگھ ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی سنگھ پٹھے بھی تو وہ فوراً یورن ہو جاتا ہے۔ وہ شرمین بدھی سے پرے اور سنگھ و کلیوں سے مریت سا مہر جیتن آتا ہوتا ہے۔ وہ شرم سے کام لیتا ہوا بھی شرمیہ سے نیلا ہی رہتا ہے۔ وہ ایک غیر محرو و عقل اور طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اور اُس کا حقیقی باپ یعنی پرماتما روح کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ وہ اصل حقیقت کو بذات خود سمجھ لیتا ہے اور اُمر ہو جاتا ہے۔ اُس اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہی اُس ایشور انک میں موجودہ اور زمانہ چوٹی کے فلاسفوں اور مہاتماؤں کے مضامین کو اکثر کر کے ناظرین اوم کے پیش کیا جاتا ہے۔ امید کامل ہے کہ ست سنی جنوں کے لئے یہ ایک مفید چیز ثابت ہوگا۔ اور ایشور کی پابندی کا جو کہ اصل میں پابیت ہی ہے لیکن اگیان کی وجہ سے ہمیں پریتی نہیں ہوتی۔ اُس اگیان کو رفع کر کے سچا اور حقیقی گیان حاصل کرنے میں ایک ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس پتک کو تیار کرنے میں جن جن مہاپیشوں نے ہماری قلبی معاونت فرمائی ہے نیز مالی امداد فرمائی ہیں ہم اُنک ہر ایک دھندا کرتے ہیں جن جن غریب مہاتماؤں نے اپنی معیاد و غریباری ختم ہو نیسے پیشتر ہی ہمیں چند سال کر کے ہماری مالی شکلات کو دور کیا ہے ہم اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں شرمیان پنڈت بہم چند جی بھارگو مینجنگٹ و برائٹ امرت ایکٹارک پریس لاہور نے چھپائی کا کام نہایت تو تجربے کیا ہے۔ اور وقت مقررہ کے اندر دیا ہے جس کے لئے ہم اُن کے شکریہ ادا کریں۔ بابو شانتی مہوپ میجر سالہ ہذا و بادا ترلوک سنگھ بھلہ و بابو مہر لال ساہنی خوشنویساں و بابو سونا تھ کلرک وغیرہ تمام طائف نے نہایت تندہی سے اس ایشور انک کی تکمیل میں حصہ لیا ہے۔ اس لئے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ یورپ کے مولناک جنک کی وجہ سے کاغذ کی گرانی بلکہ پنجاب میں متواتر طہر تال کے کارن نایابی کی وجہ سے ہم اس انک کو اپنی دلی خواہش کی مطابقت فیضیم بنانے میں سہم تھہ رہے ہیں نیز اُپر پہر کا نرخ از حد بڑھ جانیکے کارن ہم نے صرف تین سہ رنگی تصاویر ہی دیکر اکتفا کیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ہماری مجبوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہماری اس پیچھے بھینٹ کو قبول فرما دیں گے۔

”گر قبول افتد زستے عز و شرف“

آخر میں ہم اُس ست چہرے آئندہ مہوپ ایشور مہربانکتی مان پڑھنا کہتے ہیں کہ وہ ہم سب کے اتمہ کرن سے مل کر شپ اور لہن دوشن و کر کے لئے ہمیں شکتی پروان کریں تاکہ ہم اُنکی ست کو اُنو بھوکہ سچا گیان حاصل کریں جس سے سناہ میں سکھ شانتی اور آئندہ پھیلے اور پاپ نشٹ ہو۔ اوم شانتی شانتی شانتی — ایشور پرپی کا سیکوہ — گور کھڑا تھ نندہ

شمی گیش آئیمہ

مترجمہ از کین اُنشد

از فخر اشعرا جناب مُنشی تلوک چند صبا
(محروم)

ساروید

کر نہیں سکتی ہے اصل جس کو گویائی بیاں بلکہ خود جس سے ہوا کرتی ہے گویائی عیاں
تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان
من سے بوجھل کے ہرگز نہیں بتائے جاں بلکہ من خود جس سے رہتا ہے سداً محو خیال
تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان
دیکھنے کے واسطے جس کو نہیں درکار آنکھ بلکہ ہے جس کے کرم سے صفاً البصار آنکھ
تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان
جو نہیں محتاج سُننے کو ذرا بھی کان کا بلکہ خود کانوں کو دیتا ہے جو احساس صدا
تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان
زندگی جس کی نہیں منحصر انفاس پر بلکہ خود انفاس جس سے زندہ ہیں آنکھوں پر
تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان



(ارشہر بیان سرور ہری سنگھ صاحب لائیکو)

येनेरिताः प्रवर्तन्ते प्राणिनः स्वेषु कर्मसु ।

तं वन्दे परमात्मानं स्वात्मानं सर्वदेहिनाम् ॥

ارتھ:- جس کی پرپرنا سے پرانی اپنے اپنے گروں میں پرورت ہوتے ہیں۔ اس تمام جیووں کے سچے مُرد پرماتما کو نہ سکا ہو ॥ **केनेषितम्** ॥ ابتیادی کین اپنشد کہ ہم سام وید کی طلب کارشاکھا ॥ **तलबकार** ॥ کے اندر کھٹے میں اس کے اندر دیوتاؤں کی باہمی گفتگو ہے جب دیوتاؤں نے اُسروں پر فتح پائی تو وہ خراب ہو گئے اور انہوں نے تکبر کیا کہ یہ فتح ہماری ہے۔ یہ بڑی ہماری ہے۔ یہ جہاں ہی کام تھا کہ ایسی فتح ہم نے حاصل کی۔ ایسا کون ہے جو ہماری طاقتوں کا مقابلہ یا اندازہ کر سکے۔ ہم ہی اس بڑی کے لائق ہیں۔

مگر پرماتما ہر ہم نے جب اُن کے تکبر کو دیکھا تو اُس کے توڑنے کے لئے یکیش۔ اچھا کے روپ میں مجسم ہو کر آیا۔ انہوں نے نہ پہچانا یہ کون یکیش ہے۔ انہوں نے مل کر اگنی دیوتا کو کہا تم جلاؤ اور اس کو دیکھو کہ یہ کون یکیش ہے۔ اُس نے کہا اچھا اور وہ اُس یکیش کے پاس گیا۔ ابھی اُس کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ یکیش اُس سے بولا تو کون ہے۔ اگنی نے جواب دیا میں اگنی ہوں اور جات وید میرا نام ہے۔ اُس نے کہا تم میں کیا فخر ہے۔ اور کیا طاقت ہے۔ جواب دیا کہ میں جو کچھ زمین میں ہے چاہوں تو دم بھر میں جلاؤں۔ یکیش نے اُس کے آگے ایک تنکا رکھا اور کہا کہ اسے جلاؤ۔ اگنی نے جہاں تک اُس کا مقدور تھا۔ جلائے کے لئے زور لگایا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے ڈرا اور خود کو بے طاقت جانتا ہوا واپس آیا۔ اور دیوتاؤں سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ یکیش کون ہے۔

پھر انہوں نے وایو دیوتا سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جلاؤ۔ اور پہچانو کہ یہ یکیش کون ہے۔ اُس نے کہا اچھا اور چل دیا ابھی ہوا کے دیوتا نے کچھ نہیں کہا تھا کہ یکیش بولا تو کون ہے۔ جولا دھر دکھلا آیا ہے۔ جواب دیا کہ میں ہوا کا دیوتا ہوں۔ اور مات شوا میرا نام ہے۔ اُس نے کہا تم میں کیا فخر ہے۔ اور کیا طاقت ہے۔ بتلایا کہ میں جو کچھ زمین میں ہے چاہوں تو ایک دم میں اڑاؤں۔ اُس نے پہلے کہا ہاں نہ اس کے آگے بھی ایک گھاس کا تنکا رکھا۔ اور کہا۔ اسے اڑاؤ۔ وایو نے جہاں تک

زور تھا۔ اُسے اڑانے کی کوشش کی لیکن اڑانہ سکا۔ اس لئے یہ بھی ڈرا اور آپ کو بے طاقت جانتا ہوا واپس آیا۔ اور دیوتاؤں سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کبھی کون ہے۔

تمام دیوتا حیران تھے۔ کہ بالائنریہ کبھی کون ہے چنانچہ اپنے راجہ اندر سے گندرش کی کہ اُسے بھگون اب آپ ہی اسے جانیں۔ اندر نے کہا اچھا اور چل دیا۔ اندر ابھی اُس کے نزدیک نہیں پونچا تھا کہ کبھی غائب ہو گیا۔ چونکہ وہ اُس کے فخر اور تکبر کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔ اور محض اسی غرض کے لئے ظاہر بھی ہوا تھا۔ اُس کی زیادہ حقارت کرنے کا خواہاں تھا۔ اس لئے اُسے اپنا منہ تک نہ دکھایا۔ اندر حیران تھا۔ اور شرم کے مارے شوک کے سمندر میں غرق ہوتا چلا جاتا تھا۔ اور چپ چاپ کھڑا من میں سوچتا ہی تھا کہ اُس نے اُسی جگہ جہاں کبھی انتر دھیان ہوا تھا۔ ایک نہایت حسین عورت کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ لے ماں! یہاں کبھی کون تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ لے بیٹا! یہ برہم تھا جس کے طفیل تم اسروں پر فتحیاب ہوئے اور جس کے سبب تم فخر اور تکبر کرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بڑا ہی جہاڑی ہے۔ یہ فتح ہم نے پائی ہے۔ لے اندر۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بل تمہاری طاقتیں اپنی نہیں بلکہ اُس کی دی ہوئی ہیں۔ دانا اگر کوئی چیز مانگ لاتا ہے۔ تو کیا اُس کا مالک ہو جاتا ہے؟ اور اُس کے سبب جو کام کرتا ہے۔ تو کیا اپنا سمجھتا ہے؟ پھر بھلا کیوں تم میں ایسا تکبر آیا؟

وہ دیوی بھگوتی اُما تھی۔ اندر نے اُس کے اپدیش سے جان لیا کہ یہ برہم ہے۔ اور پھر اندر کے اپدیش سے دیوتاؤں نے بھی ایسا جانا کہ ہم کچھ حقیقت نہیں رکھتے جب کہ ہماری پشت پناہ سرب شکتی مان۔ سرب ویاک۔ سب کا اتما ہے۔ بڑا ہے۔ جسے چاہے فتح دے جسے چاہے شکست دے۔ کوئی فتح نہیں پاتا مگر وہی۔ کوئی بھی شکست نہیں کھاتا۔ مگر وہی۔ اُس کے سب پرتر اور اُس کا سب بلاس ہے۔

چونکہ ان تین دیوتاؤں نے سب سے پہلے برہم کو دیکھا تھا۔ اور ان کا تکبر سب سے پہلے ٹوٹا تھا۔ اور دیوتاؤں سے یہ غلط دیوتا قرار پائے۔ اور ان میں سے بھی اندر نے اُنی اور دیو سے بھی پہلے بھگوتی اُما دیوی کی طفیل برہم کو پہچانا اور تکبر چھوڑا۔ لے ان دونوں سے بھی بالاتر اور بڑے مرتبے والا ہوا کیونکہ یہ برہم کو دیکھنے اور پہچاننے کی نفی شدت ہے۔ مگر وہ جو اُس برہم کو اتم روپ سے اُبھو کرتا ہے۔ اور اُس کے خاص وصل کو پاتا ہے۔ اُس کی تو کیا مہماں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ جلوہ عین اوہیاتم کا ہے۔ اور یہ تو فقط ادھی دیو روپ ہے۔

پھر انہوں نے اُما دیوی سے پوچھا کہ لے ماں! کس طرح ہم اُسے دیکھیں۔ اور اتم روپ سے اُس کا احساس پادیں بولی بیٹا۔ اُس کی کبریائی کا شغل کرو اور اپنا تکبر چھوڑو۔ نیز اس شغل میں شرم دم تپ نیک عمل اور ویدوں کا پڑھنا یا رکرو۔ تو تمہارے اندر ہی فکر وغور سے وہ اتم روپ ہو کر دکھائی دے گا۔ اور تب اُس کا وصل نصیب ہو گا۔ دیکھو میں اُس سے ہمیشہ وصل پاتی ہوئی ہوں۔ اور اسی سبب تم تمام میری بھبھوتیاں (شائیں) ہو۔ لیکن میں ہی نہیں جو بھی اُسے ایسا جانتا ہے۔ اور اُس کی پاپتی میں سادھنوں کو یار کرتا ہے۔ بلاخر پاتا ہے۔ اس لئے اے دیوتاؤں!

तपसा ब्रह्म

विजिज्ञासस्व ॥ یعنی تپ سے اُسے جاننے کی کوشش کرو اور بس۔ اس طرح کی تعلیم دے کہ بھگوتی اُما دیوی بھی انتر دھیان ہو گئی۔

لے دوستو پھر تو ان کا تکبر ٹوٹ گیا۔ اور انہیں چٹک لگ گئی کہ کیونکہ ہم اُس سے وصل پادیں۔ اور اُس کی کبریائی میں داخل ہوں۔ انہوں نے بھگوتی پارتی کی فرمائش کے مطابق شرم دم تپ جب شروع کر دیئے۔ اور جب ان سادھنوں سے

سمپن ہوئے تو ست سنگ کی مجلس کر کے اپنے اندر اُسے تلاش کرنے لگے۔ چونکہ یہ قاعدہ کلی ہے کہ جو بیویہ یا بندہ ”ہوتا ہے“ یعنی جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ لہذا انہوں نے اُسے پایا اور کبریائی میں داخل ہو گئے۔ جس طرح انہوں نے مجلسوں میں اُسے غور کر کے پایا وہ اب ذیل میں سنیے اور یہاں سے ہی کین اپنشد کے منتروں کا لفظی ترجمہ تفصیل کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

First Section.

ॐ केनेषितं पतति प्रेषितं मनः । केन प्राणः प्रथमः प्रैति युक्तः ।

केनेषितां वाचमिमां वदन्ति चक्षुः श्रोत्रं क उ देवो युनक्ति ॥ १ ॥

ارتھ۔ یہ من کس کی منشا سے چلایا ہوا اپنے دھیوں میں کرتا ہے۔ کس کی مرضی سے یہ مکھیہ پران سانس لیتا اندر چلتا ہے۔ کس کے حکم سے یہ کلام بات چیت کرتا ہے۔ اور ایسا کون دیتا ہے۔ جو انکھ اور کان کو دید اور شنید میں جوڑتا ہے۔

ترجمہ

By whom decreed, (by whom) appointed, does the mind speed (to its work)? By whom ordained does the first life proceed?

By whom decreed, is the word pronounced? Which god assigns (their functions to) the eye and ear?

دیکھیا اس کین اپنشد کے بالکل شروع میں اس قسم کے سوال کا ہونا کچھ خاص مطلب رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ اپنشد جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے۔ سام دید کی طلب کار شا کھا کانواں ادھیتا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے آٹھ ادھیاتوں کے اندر کرم اور اپات کا اچھی طور پر تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور اُس کے اندر کرموں کے پھل سورگ اور برہم لوک کا بھی کافی بیان ہوا ہے لہذا سادھن (کرم) اور سادھیہ (پھل) ان دونوں سے ورت ادھیکاری پریش کے ہی برہم سرورپ جاننے کی اچھا ہوا کرتی ہے جسے جگیا سادھن اور سادھیہ یاکریا کارک اور پھل سے الگ جگت کا کچھ وجود نہیں۔ چنانچہ جب ہی ادھیکاری ہو کر اس کے اندر انت اور دکھ بدھی اپن ہوتی ہے۔ برہم جگیا سا کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ امر نے الواقع درست معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی کے دل میں دنیاوی خواہشات کا دم کرتی ہوں یعنی اُسے اس لوک اور برہم لوک کے ورثے بھوکوں میں آسکتی ہوتی ہے۔ اُس کے اندر جگت پر اپنی کی اچھا اپن نہیں ہو سکتی۔ مگر جو بھی وہ دنیا یا فیہا کو است اور متقیب جانتا ہے۔ اور اُس کی ہر ایک شے کا امتیاز کرتا ہے۔ تو اُسے کسی ایک ست اور سکھ روپ دستو جاننے کی انکٹ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جسے جگیا سادھن کہتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ تب گوروں کی تلاش کرتا ہے۔ جو اُسے دیاتم دیا کا اپنیش کرتے ہیں۔ اور جس کے اوپر عمل کرنے سے آہستہ آہستہ اپنے کمکش کو پایا ہے۔ چونکہ اس کین اپنشد کے ادھیکاری دیوتاؤں نے بھگوتی پاربتی کی فرمائش کے مطابق جب تپ اور شرم دم آدمی سادھن شروع کر دیئے تھے۔ اور ان سادھنوں سے سمپن ہو کر گاہ بگاہ ست سنگ کی مجلسیں بھی کرتے تھے۔ اور ہر چند اس چٹک کے باعث گوشہ نشین بھی ان کے حکم سے آگے آئے۔

تھے۔ کا اُدے ہونا۔۔۔۔۔ نہایت جائز اور موزوں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں قلب صاف اور مہفہا ہوتا ہے۔ وہاں ہی اس قسم کی تیر خواہش اُپن ہوتی ہے کہ ”وہ کون ہے جس کی منشا سے چلا یا ہوا من اُلٹا پلٹتا ہے۔ اور کس کی مرضی سے یہ پلوٹھا پران سانس لیتا ہے۔“ وغیرہ۔

اوپر بتلائے ہوئے اس سدھانت کی تصدیق ہم منڈک ایشور کے اندر پاتے ہیں جہاں وید منتر ہمیں بتلاتا ہے کہ

परिक्ष्य लोकान् कर्म चितान् ब्राह्मणो निर्वेद मायात्रास्त्य कृतः कृतेन ।
तद्विज्ञानार्थं स गुरुमेवाभिगच्छेत् समित्पाणिः श्रोत्रियं ब्रह्मनिष्ठम् ॥

یعنی کرم سے ہونے والے تمام لوگوں کی پرکھشا کر کے اور انہیں است اور مہتیا جان کر براہمن (مکھشو) ویراگ کو برہمت کرنا ہے۔ چونکہ سنساریں منت پدارتھ نہیں ہے۔ اور اہنت سے اُسے مطلب نہیں رہتا۔ لہذا کسی ایک منت اور ست کے ساکھیات گیان کے لئے وہ ہر پرکھلوں کا بھارا ٹھاکر برہم شروتری اور برہم نشٹ گوروں کے پاس جاتا ہے۔ یوں اس سادھیہ سا دھن روپ جملہ پر پنچ سے ورکت ہوئے۔ ادھیکاری پُرش کو ہی برہم جگیا سا اُپن ہوتی ہے اس کے اندر مندرجہ بالا منتر کافی دلیل لکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ॥ सन्यस्य श्रवणं कुर्यात् ॥ یعنی تمام کرم اور اُن کے پھلوں کی خواہش کو تیاگ کر ویدانت دھاوا کیوں کو گوروں سے سنے یہ وید کی شرتی بھی آشکارا حکم دیتی ہے۔ کہ کرم کو پھل کے ساتھ چھوڑ کر ہی آدمی برہم ودیا کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ نیز دھرم شاستر کے اس اگلے شلوک سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور وہ شلوک یہ ہے۔

“त्वं पदार्थ विवेकाय सन्यासः सर्व कर्मणाम्
श्रत्येह विहितो यस्मात्तयागी पतितो भवेत् ॥”

جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تو نگ پدارتھ کے دو یک کے لئے تمام کرموں کے سنیا س کو شرتی کہتی ہے اس لئے تو نگ پدارتھ شو دھن کا سا دھن روپ شرو منن اور ندھیا سن کا تیاگ کرنے والا پتت ہوتا ہے یعنی پُرشارتھ سے بھرٹ ہو جاتا ہے۔

بھگوتی گیتا سمرتی کے اندر بھی بتلایا ہے کہ ॥ जिज्ञासोरपि योगस्य शब्द ब्रह्मातिवर्तते ॥ متو گیان کا جگیا سو یعنی یوگ بھرٹ بھی شبد برہم یعنی وید کے کرم کا نڈ دارہ بتلائے ہوئے سورگ آدمی پھلوں کو انگن کر جاتا ہے۔

اس قسم کی بے شمار شرتی سمرتی موجود ہیں۔ جو پرمان روپ سے بتلائی جاسکتی ہیں۔ اس لئے شرتی سمرتی اور انو بھو سے یہ ثابت ہے کہ جہاں ویراگ آدک چٹھٹے سا دھن سمین ادھیکاری ہوتا ہے۔ وہاں لازمی طور پر وودشا یعنی بھگوت متو جاننے کی اچھا اُدے ہوتی ہے۔ اور جب قلب کے اندر یہ شرو مع ہوتی ہے۔ تب یقیناً اس قسم کے وچار اُپسخت ہوتے ہیں کہ ”وہ کون ہے جس کے باعث من منکپ و کلپ کرتا ہے۔ اور وہ کون دیوتا ہے جس کی شکستی سے پران خود بخود اندر باہر چلتا ہے۔“ (تیا دی)۔

اگر فی الحقیقت ایسا نہ ہوتا تو کرم آپاٹا اور گیان کا سلسلہ بھی ہم ویدک گرنتھوں کے اندر نہ پاتے۔ مگر ہم اس کی اعلیٰ ترتیب کو ان میں دیکھتے ہیں۔ کہ وہاں پہلے کرم اور آپاٹاؤں کو جمعہ ان کے پھلوں کے بیان کیا جاتا ہے۔ اور نال بعد ان ہی کرم اور آپاٹاؤں کے پھل کو اہت اور تجھ بتلا کر کے اور ان سے ہٹا کر برہم وید کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور ٹھیک اور وید کی شکھاؤں کی طرح اس سام وید کی طلب کار شاکھا کے اندر بھی پہلے ادھیٹاؤں میں کرم اور آپاٹاؤں کے پھلوں کو بتلایا ہے۔ اور اس کے مانوہیں ادھیٹاؤں میں جو عین یہ کین اپنشد ہے۔ بالکل شروع سے برہم جگیا سا دکھائی گئی ہے کہ: **केनेषितं पतति प्रेषितं मनः**۔

ایتا دی۔

اتنا ہی بھومکا کے متعلق کافی ہے۔ اب ہم اس منتر کے بجا وار تھ کو کہتے ہیں۔ مگر پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ منتر ان اور اندر سے اپنے اپنے وشے میں خود بخود گرتے ہیں یا اپنے سے غیر کی اور سے متحرک ہوتے ہیں۔ مگر میری نگاہ میں گو ان سے جدا کسی غیر ہستی کا تصور نہیں ہوتا جو انہیں حرکت میں لاتا ہے۔ مگر اس قسم کے یقین سے بھی معاملہ حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر من پرور تھی اور نور تھی میں پورا سوتنتر ہوتا تو کبھی بھی براختن نہ کرتا۔ مگر حالت یہ ہے کہ یہ جان بوجھ کر بھی اپنے انتر تھ کو سوچتا ہے۔ اور روکے جانے پر بھی دھک دایتک کار ج میں اترتا ہے۔ اور جب من کی یہ حالت ہے۔ تب اس من کے زیر رمنے والی اندریاں کب سوتنتر اور آزاد ہو سکتی ہیں جن کی تمام پرور تھی اس کے ادھین ہے۔ یوں پران بھی من کے بغیر بڑ ہے اور چونکہ بجز کسی نہ کسی جین کے بڑ میں حرکت کا ہونا نامکن ہے۔ اندر میں حالات مجبور ہو کر ماننا ہو گا کہ ان تمام سے جدا ان تمام کو حرکت میں لانے والا کوئی ایک امر و جوبی ہے جو اپنی ہستی سے ہست اور قائم بالذات ہے۔ مگر وہ کون ہے۔ اور کیا چیز ہے۔ اس کے جواب میں ہم کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ خود شرتی بھگوتی اگلے منتر میں اس کے بیان میں فرماتی ہے۔

श्रोत्रस्य श्रोत्रं मनसो मनो यद्वाचो ह वाचं स उ प्राणस्य

प्राणश्चक्षुषश्चक्षुरति मुच्य धीरः प्रेत्यास्माल्लोकाद मृताभवन्ति ॥ २ ॥

ارتھ: وہ کان کا کان اور من کا بھی من ہے۔ وہ کلام کا کلام ہے۔ پران کا بھی پران اور آنکھ کی بھی آنکھ ہے۔ اس طرح جو اُسے جانتا ہے قید شریعت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور یہاں سے جاتا اُمرت ہو جاتا ہے۔

ترجمہ۔

He who is the ear of the ear, the mind of the mind, the speech of speech, is verily the life of life, the eye of the eye.

The wise who have abandoned (those individual existences) when departing from this world, becomes immortal.

ویا کھیا جس سے سنا کرتے ہیں۔ وہ کان ہے یعنی جو شبد کے سُسنے میں سا دھن یا ذریعہ ہے۔ وہی کان کہلاتا ہے۔ مگر اُس کا بھی جو کان ہے۔ وہی وہ ہے جو سوال میں پوچھا گیا ہے کہ ”وہ کون دیتا ہے جو آنکھ اور کان کو وید اور شنید میں جوڑتا ہے“۔ مگر اس جواب کے معنی یہ ہیں کہ ان کا وہ اندر ہے جو ان کے اندر ہے۔

یہ اس طرح کے گنوں والا ایک وینکیتی وینیش ہی کان وغیرہ کا پریرک ہے۔ لیکن اُس کے اندر یہ کہنا کہ "وہ کان کا کان ہے" ٹھیک اور درست جواب معلوم نہیں ہوتا۔ مگر ہم ناظرین کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ شرتی بھگوتی کا یہ سادہان نہایت اعلیٰ اور پرمعنی ہے۔ چونکہ وہ پریرک بذات خود کوئی خاص صفت یا لگن نہیں رکھتا لہذا اُسے کیونکر بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ شرتی بھگوتی کی مہربانی ہے کہ وہ نہایت دانائی سے ہمیں اُس بے چون و چرا کا بھی اشارہ کرتی ہے۔ اگر صحیح کان آدوں کے ویار سے جدا کوئی اپنے ویار سے یکت پریرک ہوتا تو اس قسم کا جواب درست نہ تھا مگر یہاں کان آدوں کے ویار سے علیحدہ کوئی ایسا نیا کم موجود نہیں جو اپنے ویار سے وششت ہو کہ پریرنا دیوے۔ اس لئے ایسا کہنا کہ وہ کان کا کان ہے، سجا اور نہایت اعلیٰ جواب ہے۔

مگر کان کا کان ہے "ان پردوں کے اندر کو پہلے "کان" پردے کے معنی شرتو تر اندر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوتا ہے۔ دوسرے "کان" پردے کیا مراد ہوگی۔ اگر اس دوسرے پردے کے معنی بھی پہلے پردے کے سے ہوں۔ تب تمام عبارت محمل اور الفاظ فضول ہوں گے کیونکہ "وہ کان کا کان ہے" اس سے کچھ بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا اور جس طرح ایک پرکاش کو دوسرے پرکاش کی ضرورت نہیں ہوتی یوں ہی ایک کان کو دوسرے کان کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ اس لئے دوسرے کان پردے کے معنی کیا ہونے چاہئیں۔ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا مختصر جواب یہ ہے کہ شرتی بھگوتی قطعی طور پر اس لفظی بحث میں جانا نہیں چاہتی۔ اُس کی مراد یہاں صرف اتنی ہے کہ جس کے سبب کان مستانے یا آنکھ دیکھتی ہے۔ وہی وہ پریرک "کان کا کان ہے" تو گویا دوسرے لفظوں میں مطلب شرتی بھگوتی کا محض اُس شکستہ یا طاقت ہے جس کی بدولت یہ شنید اور دید اظہار پاتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تصدیق دیگر وید کے چند منتروں اور سمرتوں سے کی گئی ہے جو یہ ہیں۔

مطلب اتم جیوتی سے ہی بیٹھتا اٹھتا یا زار جاتا تمام کاروبار کرتا ہے۔ اور واپس آتا ہے۔

आत्मनैवायं ज्योतिषास्ते पल्ययते कर्म कुरुते विपल्येतीति ।

اُس کے پرکاش سے یہ تمام روشن ہوتے ہیں۔

तमेव भान्तमनुभाति सर्वं ।

جس کے تیج سے تیجان ہو کہ سورج بھی تپتا ہے۔

येन सूर्यो सपति तेजसेदः ।

جو نور سورج میں آکر سارے سدا کو روشن کرتا ہے۔

यदादित्य गतं तेजो जगद्भासयतेऽखिलम् ।

اے بھارت۔ تمام کھیت کو کھیتری پرکاش کرتا ہے۔

क्षेत्रं क्षेत्री तथा कृत्स्नं प्रकाशयति भारत ।

جو اُمت پدارتھوں کی ستارے اور جو من بدھی آدمی

नित्याऽनित्यानां चेतनश्चेतनानाम् ।

جیتن پدارتھوں کا بھی پر م جیتن و ستو ہے۔

اسی طرح وہ من یعنی انتہہ کرن کا بھی انتہہ کرن ہے کیونکہ جیتن جیوتی کے پرکاش کے بغیر وہ بھی اپنے وشے سنکلیپ کلپ یا شچے کرنے کو سمرتہ نہیں یوں وہ کلام کا بھی کلام ہے۔ اور پران کا بھی پران ہے یعنی اُسی کے باعث زبان کے اندر بولنے کی طاقت ہے۔ اور پران میں بھی جیون سمرتہ ہے یہی سبب ہے کہ دوسری جگہ وید پھر گھوٹا کرتا ہے۔

कोहोवान्यात कः प्राप्यात । यदेष आकाश आनन्दो न स्यात् ॥

یعنی اگر یہ آئندہ مروجہ پر ماتما ہر وہ آکاش میں موجود نہ ہوتا تو کون زندہ رہتا اور کون پران میں گنتی کا موجب ہوتا۔
 اسی طرح پھر ایک جگہ اپنشد کے اندر منتر کہتا ہے۔ **ऊर्ध्व प्राणमुन्नयत्यपानं प्रत्यगस्यति ॥**
 ہی پران کو اوپر لے جاتا ہے۔ اور اپان دایو کو نیچے کی طرف چھوڑتا ہے۔
 یوں آگے چل کر اسی کین اپنشد کے اندر بھی **येन प्राणः प्रणीयते । तदेव ब्रह्मत्वं विद्धि ॥**
 ارتھات اسی کو تم برہم جانو جس کے باعث آدمی کی کوشش کے بغیر بھی پران خود بخود دن رات حرکت کرتا رہتا ہے۔
 ایسا کہیں گے۔

گو اس منتر میں کان اور آنکھ آدک گیان اندریوں کے پر کرن میں پران سے بھی ناک اندر لے لینا ہی واجب تھا تاہم
 مکھیا پران کے بھی کہہ من سے ناسکا اندر سے خود بخود اس کے اندر شمار ہوتا ہے کیونکہ ناک ہی تو پران کے دہار کی بھومی ہے
 جہاں وہ پھرتا ہے۔ اس لئے سول اپنشد میں مکھیا پران کا کہہ من ایک ت نہیں۔
 یوں لیب لیب اس تمام دیا لکھیا کا یہ ہی دکھایا گیا ہے کہ جس کے کہہ پر ساد سے ان تمام اندریوں انتہہ کرن اور
 پران میں چیت شکتی موجود ہے یا جس کے باعث آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ زبان بولتی ہے۔ دل و دماغ سوچ اور
 بچا کر کرتے ہیں۔ مہر ہی برہم ہے۔ اور وہی **”केनेषितं पतति प्रेषितं मनः ॥“** اس دیتاؤں کر کے پوچھے ہوئے
 سوال کا مختصر حل ہے۔

اب اس کے بعد اس گیان کے پھل کو شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ دھیر پرش اس طرح جان کر امرت ہو جاتا ہے
 مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اور اور اپنشد کے منتر میں تو فقط یہ ہی سنتے ہیں کہ پر ماتما کے گیان سے امرت تو ملتا ہے
 جیسا کہ شویتا شتر کا منتر بھی پکارتا ہے۔ **तमेव विदित्वा तिमृत्युमेति ॥** یعنی پر ماتما کو جان کر موت کو انکھن کرنا
 ہے کیونکہ وہ کان کا کان ہے۔ محض اتنے جانتے سے امرت تو کی پلاپتی ہوگی۔ اور ایسا ماننے سے دوسرے وید منتروں
 کے ساتھ درد دھبھی آئے گا، ہاں ٹھیک ہے۔ مگر یہاں بھی تو شرتی بھگوتی کا وہی بھاؤ ہے۔ اس لئے کوئی اختلاف
 نہیں کیونکہ یہ جیو فقط ان آنکھ کان من پران اور جسم وغیرہ میں آتم ابھیمان کر کے اور ان کی پادھی سے بل کر خود کو
 جنتا مزا اور سار سی دیکھتا ہے۔ ورنہ جو نہی ان کے اندر آتم ویک سے آسکتی کا تیاگ کرتا ہے۔ مکت ہو جاتا ہے۔
 اس لئے شرتی بھگوتی کا فرمان کہ دھیر زن و فرزند مال و زرد میں تصویر خود می کو چھوڑ کر امر ہو جاتا ہے۔ قطعی طور صحیح اور
 درست ہے۔

بھومکا۔ اب پو کہ وہ برہم کان کا بھی کان ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا۔

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वागच्छति नो मनो न विद्यो न विजानीमो-
यथेतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि । इति
शुश्रम पूर्वेषां ये नस्तद्वयाचक्षिरे ॥ ३ ॥

ارتھ۔ وہاں نہ تو آنکھ جاسکتی ہے۔ نہ کلام پونچتی ہے۔ نہ من جاسکتا ہے۔ نہ ہم خود ہی جانتے ہیں۔ کہ کیونکر اسے سکھاؤ
 لیکن داناؤں سے ہم نے یوں سنا ہے۔ جنہوں نے ہمیں سکھایا کہ وہ نہ تو معلوم ہے اور نہ مجھول بلکہ معلوم اور مجھول

سے برتر انگ ہے۔ کیونکہ جو اتم یا بیگانہ ہے وہ یا معلوم ہوگا یا مجہول پر وہ تو ان دونوں سے الگ عین علم ہے۔
تمہ جہ۔

Him (the Supreme Brahman) does not approach the eye, or speech, or mind.

We do not recognise (Brahman as any thing perceptible); therefore we do not know how to teach him (his nature). It is even different from what is known (from the manifested universe) if you then say, it must be the unmanifested, the reply is no ie; it is also beyond what is not known. Thus we heard from the teachers who explained it to us.

ویا لکھیا۔ اُس برہم میں آنکھ نہیں جاتی کیونکہ برہم آنکھ کا اپنا آپ ہے۔ اور اپنے میں اپنی گتی کا ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح زبان بھی اُسے بیان نہیں کر سکتی کیونکہ وہ زبان کا بھی اپنا آپ ہے۔ اور وہ جو اُس کے بھی اندر ہے۔ اُسے کیونکر بیان کرے۔ نیز یہ بھی جان لو کہ واکیم اندر سے تب بولتا ہے جب اُس کے سامنے کوئی چیز معلومہ ہوتی ہے۔ مگر برہم جو اُس کا اندر سے باہر نہیں۔ اُسے کیونکر کہے کیونکہ وہ اُس کا اتم ہے۔ اور اپنے اتم میں کسی کا پرورش نہیں ہوتا۔ جس طرح آگ اپنے سے جدا کڑھی کو جلاتی ہے۔ خود کو جلا نہیں سکتی یوں ہی بانی اُسے نہیں بولتی کیونکہ وہ اُس سے غیر نہیں۔ بلکہ عین اُس کی ذات اور ادھشتان ہے۔ اسی طرح من بھی اُس کے سمجھنے اور جاننے میں قاصر ہے۔ من کا بھی یہ سمجھاؤ ہے کہ وہ اپنے سے جدا کو ہی جانتا یا نشہ کرتا ہے۔ مگر برہم اُس من سے جدا نہیں جسے وہ سمجھے یا جانے۔ وہ تو اُس من کا بھی اتم ہے۔ اُسے کیونکر اپنی گرفت میں لاسکتا ہے۔ اور چونکہ انتہہ کرن اور گیان اندریوں کے سولے گیان کا کوئی اور ذریعہ موجود نہیں لہذا شرتی چھگوئی بیان فرماتی ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ برہم کیا ہے۔ اور اسی لئے شیشیوں کے پاس بھی اُس کے بیان میں ہم قاصر ہیں۔ بات یہ ہے کہ جو چیز جاتی گن کر یا سمبندھ والی ہوتی ہے۔ اُس کے متعلق اپدیش کیا جاسکتا ہے۔ مگر برہم ان تمام سے رہت ہے کیونکہ وہ ادویت نرگن نشکر یہ اور انگ ہے۔ اس لئے بتلائے جانے کے مستحق نہیں۔ مگر چونکہ یوں اُس کے بیان کا بالکل ہی نشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور ادھر ہم اُس کے بیانات میں شاستر کو ہی پیمان سنتے ہیں۔ اس لئے شرتی بھگوئی خود اُس کی تردید کرتی ہوئی اس کے اندر پرمان واضح کرتی ہے کہ وہ برہم دوت اور ادوت دونوں سے پر ہے۔ نہ معلومہ کو دوت کہتے ہیں۔ اور جو علم میں نہ آوے اُسے ادوت بولتے ہیں۔ یوں دوت تمام ویا کرت یعنی استھول سکویشم پر پنچ ہے اور ادوت اویا کرت یعنی مہول پر کرتی ہے۔ مگر برہم ان ہر دو سے اوپر ہے۔ اور جملہ کار ج کارن سے مکملش تو ہے۔

مطلب شرتی کا یہاں یہ ہے کہ وہ جو علم میں آجاتا ہے۔ وہ تو معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ جو علم میں نہیں آتا مجہول ہوتا ہے۔ مگر خود علم نہ تو علم میں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی علم سے باہر رہ سکتا ہے۔ چونکہ وہ خود علم ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ آپ ہی علم میں آجائے۔ اس طرح وہ نہ تو معلوم ہے اور نہ مجہول بلکہ عین علم عین اتم ہے۔ اس میں اشیا روشن ہوتی معلوم دیتی ہیں۔ اور اسی میں نفسی ہوتی بے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مگر وہ جو معلوم اور نامعلوم کا آئینہ ہے۔ وہ ہی اتم ہے نہ دوت کہ استھول اور سکویشم پر پنچ ہونے کے باعث کہ اسبہ تو سمجھے اور اویا کرت کو کارن مہول پر کرتی ہونے کے

سبب اگر اہم یعنی تیا جیت تو تصور کریں یوں جہاں مشرٹی کاریہ اور کارن آتمک ہونے سے گر اہم اور تیا جیت تو ماتر ہے مگر برہم تو جو کہ ودت اور اودت دونوں سے اوپر ہے۔ لہذا اس کی تعریف میں یہی لکھشن کہنا ہوگا کہ وہ گرہن اور تیاگ سے پرے ہے۔ اور یہ فی الواقع امر صحیح ہے کہ برہم روپ آتم نہ گرہن کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی چھوڑا جاتا ہے۔ جس طرح آپ کو آدمی نہ پکڑ سکتا ہے۔ اور نہ ہی چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ پکڑنے یا چھوڑنے والا خود آدمی ہی تو ہے۔ اسی طرح آتم برہم کو بھی سب کا آپا ہونے سے وہ نہ گرفت میں آنے والی شے ہے۔ اور نہ ہی چھوڑنے کے لائق بلکہ اگر غور سے دیکھا جادے تو شرتی بھگوتی یہاں اس برہم کا عین آتم روپ سے ہی اپدیش کرتی ہے کیونکہ آتم وستو کے سوائے ودت اور اودت سے جدا کوئی شے سفار بھر میں موجود نہیں یعنی جو گرہن یا تیاگ سے باہر ہو۔ اس لئے آتما ہی برہم ہے یہ اس منتر کا تاثر یہ ارتھ ہے اور اس کے اندر

یعنی یہ آتما برہم ہے۔

”अयमात्मा ब्रह्म ॥“

یعنی پرگیان (جیو) برہم ہے۔

”प्रज्ञानम् ब्रह्म ॥“

یعنی میں برہم ہوں۔

”अहंब्रह्मास्मि ॥“

یعنی تو وہ ہے۔

”तत्त्वमसि ॥“

ایسی ایک اپنشد شرتیاں پرمان کی جاسکتی ہیں۔

آخر میں شرتی بھگوتی ॥ इति शुश्रम पूर्वेषां ये नस्तद्व्याचक्षाक्षरे ॥ ان پدوں سے اس ودیا کی پرپتی کو گوروں سے بتلائی ہے کہ یہ ہم نے پورب آجایوں کے منہ سے سنا ہے۔ جنہوں نے ہمارے لئے اسے کہا۔ اور یہ امر صحیح بھی ہے کہ خواہ کوئی کتنا دانا اور عاقل کیوں نہ ہو برہم کی معرفت کو فضل مرشد بنا نہیں پاتا اور دوسری جگہ بھی اس کی تصدیق ہوئی ہے جہاں وید منتر کہتا ہے کہ ”आचार्यवान् पुरषोवेद“ یعنی آچار یہ سے ہی جانتا ہے۔ ”आचार्याद्वयेव विद्या विदिता साधिष्ठं प्रापत्“ یعنی آچار یہ سے ہی پائی ہوئی ودیا درپڑھ ہوتی ہے۔ یہ چچن بھی پرمان روپ ملتا ہے۔

بھومکا | अन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि | یہ ویدانت سمپروائے والوں کا واکہ تھا جسے شرتی بھگوتی نے پرمان روپ سے بتلایا چنانچہ اس کے تاثر یہ ارتھ کو اور بھی درپڑھ اور صاف کرنے کے لئے ذیل کے پانچ منتر اب اکٹھے بیان ہوتے ہیں

यद्वाचानभ्युदितं येन वागभ्युद्यते ।

तदेव ब्रह्मत्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ४ ॥

यन्मनसा न मनुते येनाहुर्मनो मतम् ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ५ ॥

यच्चक्षुषा न पश्यति येन चक्षुषि पश्यति ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ६ ॥

यच्छ्रोत्रेण न शृणोति येन श्रोत्रमिदं श्रुतम् ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ७ ॥

यत्प्राणेन न प्राणिति येन प्राणः प्रणीयते ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ८ ॥

इति प्रथमः खण्डः ॥ १ ॥

ارتھ :- جو کلام سے نہیں کہا جاسکتا۔ مگر جس سے کلام بولتا ہے تم اُسے ہی برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جسکی تم بندگی کرتے ہو
 (۲) جو من سے نہیں سوچا جاتا۔ مگر جس سے من سوچتا ہے
 (۳) جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ مگر جس سے آنکھیں دیکھتی ہیں
 (۴) جو کانوں سے نہیں سنا دیتا۔ مگر کان جس سے سنتے ہیں
 (۵) جو ناک سے نہیں سونگھا جاتا۔ مگر ناک جس سے سونگھتا ہے
 ترجمہ :-

(1) Think that, which is not manifested by speech, and by which speech is manifested, as Brahman and not what is worshipped as this.

(2) Know that, which is not thought by the mind, and by which they say the mind is thought, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(3) Know that, which is not seen by the eye, and by which they see the eyes, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(4) Know that, which is not heard by the ear, and by which this ear is heard, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(5) Know that, which is not breathed by breath, and by which breath is breathed, as Brahman and not what is worshipped as this.

منہ کے اندر ٹھہر چکے ہیں۔ جہاں سے کلام بولتا ہے۔ مگر برہم کے کہنے میں طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں بھی پہلے والی
 ہی پرکھ لیا جان لو چونکہ برہم کلام سے باہر نہیں۔ بلکہ اُس کے اندر ہے۔ اس لئے وہ اُسے بتلا نہیں سکتا۔ اور یہ قاعدہ کلی
 ہے کہ جو جس کے اندر ہوتا ہے۔ اُسے باہر والی شے معلوم نہیں کر سکتی۔ مگر برہم چونکہ کلام کے اندر واقع ہے۔ وہ تو
 اُسے بخوبی جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلام تو اپنے چتین جیوتی مروب سے پرکاشت ہو کر پریوک پاتا ہے۔ اور اسی

لئے بولنے میں سمرقند ہوتا ہے۔ لیکن برہم ہو کلام کا بھی کلام ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کسی صورت میں بھی کلام کر کے جانا نہیں جاتا۔ بلکہ اعلیٰ معرفت تو یہ ہے کہ وہ برہم ہی خود کلام کے سروپ میں جب اترتا ہے۔ تب کلام ہو کر بات کرتا ہے۔ اور برہم ایک اپنشد میں ”**वदन्वाक्**“ اس شرتی دوارہ برہم کو واکیدہ سروپتا بیان بھی ہوئی ہے۔ اور اس کی تحقیق ہمیں خواب میں بھی ہوتی ہے جب ہم نیند کے اندر خواب دیکھتے ہیں۔ تب ٹھیک وقت بیداری کی مانند بولتے اور بات چیت کرتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ تب ہماری یہ واکیدہ اندری کام نہیں کرتی۔ اگر فی الواقع تب بھی یہ بولتی ہوتی تو سوئے ہوئے کے نزدیک بیٹھے ہوئے بھی اُس کی ہر ایک بات کو سُن پاتے مگر ایسا نہیں ہے۔ اس واسطے اس زبان سے وہ زبان جس سے خواب کے اندر بولتا ہے اور وہ یقیناً برہم ہی ہے جو اُس وقت گفتگو کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ **‘सा वाग्यया स्वमे भाषते’** یعنی وہ برہم ہی تب واکیدہ اندریے روپ ہوتا ہے چونکہ انو بھوتا ہے جدا خواب کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اور وہ انو بھو عین برہم ہی ہے۔ اس لئے انو بھو جیتین ہی تمام بھوکتا بھوگیہ اور بھوگ کی شکلیں لے آتا ہے۔ اور اسی سبب ہم کہتے ہیں کہ تب کلام کی شکل میں بھی خود انو بھو آتا ہی ہوتا ہے مگر جب ہی اُس برہم سے جدا واکیدہ اندریے کا تصور کیا جاتا ہے۔ تب کہنا ہوتا ہے کہ وہ اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ بلکہ خود اُس سے وجود پاتا بات چیت کرنے کے لائق ہوتا ہے۔

دیونا آپس کی بات چیت میں یوں کہتے ہیں کہ اس آتم سروپ کو ہی مہان ہونے کے کارن تم برہم پہچانو اور جس کو آج سے پہلے ادنگ روپ سے اُپانا کرتے رہے تھے۔ وہ برہم نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ شوشرو ترمن بدھی اور پران ان تمام کے ساتھ متعلق ہونے سے وہ برہم ہی درشتا شرو تا منتا ہو جا اور جیو کہلاتا ہے مگر یہ تمام کلپنا تیس اُس نریشیش برہم میں محض ان ان اُپادھیوں کے باعث ہی ہوتی ہیں اس لئے اُس کا شندھ سروپ وہی ہے جو ان تمام کے بادھ سے باقی رہتا ہے لہذا اُسے ہی برہم جانا چاہیے۔ نیز **‘तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि’** ان پدوں کے اندر جو **‘एवकार’** پڑا ہے اُس سے شرتی بھگوتی تمام آتام دستوؤں میں برہم بھادنا کے نشیدہ کو ہی بار بار بتلانا چاہتی ہے تاکہ تمام اُپادھیوں سے رہت نریشیش اور **‘अनिदं’** دستو کا ظلم ہو جاوے۔ یا یوں جان لو کہ اس شندھ دستو سے الگ اور اور اُپاسیہ دیوتاؤں میں بھی برہم بدھی کی نورنی کے لئے ایسا اُپدیش شرتی کرتی ہے۔

اس پر کار جو من سے منن نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جس سے من منن کرتا ہے جسے آنکھ نہیں دیکھتی بلکہ جس کی مدد سے آنکھ روپ کو دیکھتی ہے۔ جسے کان سُن نہیں سکتا۔ بلکہ جس کی طفیل شرو تر اندریے سنتا ہے۔ یا جسے ناک نہیں سونگھتا بلکہ جس کی سہاٹینا سے ناک گندھ کو لیتا ہے۔ اُسی کو تم برہم جانو اور جس کو عام لوگ ادنگ روپ سے اُپانا کرتے ہیں وہ برہم نہیں۔ ان باقی ماندہ چاروں منتروں کا اتھ پہلے کی طرح ہی ہوگا۔

مگر پھر سوال یہ اُپا ہوتا ہے کہ جہاں شرتی بھگوتی ایک بات کو دوبارہ کہنے کے لئے بھی تیار نہیں وہاں ان منتروں کے اندر کیونکر ایک ہی بات کو بار بار کہتی ہے۔ تو اس کا شندھ جواب یہی ہے کہ وہ برہم سمندھی اس بیان کو خالص طور پر نہایت کوی بتلاتی ہے۔ اس لئے ”پنرگنتی“ دوش کی بھی پرواہ نہ کرتی ہوئی ابھیاس کی خاطر اُسے تریج کے ساتھ کہتی ہے۔ اور ان پانچوں منتروں سے وہ اس کے اصلی اور شندھ سروپ کو پرکٹ کرتی ہے جو عین گیان ہے۔ اور جو ادھنا کا ورثے نہیں۔ اسی لئے وہ جو ادھنا کا ورثے ہو سکتا ہے۔ اُسے بار بار نشیدہ کرتی ہے۔ اور باقی ”ان ادنگ“ دستو کو ہی شیش رکھتی ہے جو تمام

کے بادھ کی اودھی روپ اور محض نہ شیش در شام تر ہے جسے کوئی نہیں جان سکتا مگر بعض کو اس موقع پر بھی بھراتی ہوئی ہے اور اُسے شونہی جان لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ شونہی کا بھی ساکشی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو جاننا نہ جانتے۔ وجود نہ رکھے۔

“विज्ञातारमरे निरुपेयं विज्ञानं विज्ञानीयात्”
 یعنی ویگیا تاکو کس سے جانیں اس پر مدار نیک شرتی کے مطابق بھی وہ عقل و جود سے باہر ہے۔
 مگر جان کو کہ اس قسم کے وید منتر اُسے خارج از وجود نہیں کرتے۔ بلکہ جس طرح کوئی شخص بھی اپنے چہرے کو سامنے نہیں پاتا۔ تاہم اُس کی ہستی سے کبھی بھی منکر نہیں ہوتا۔ یوں ہی گوہر ماتما کے دیکھنے والی آنکھ یا سمجھنے والی بڑھی نہیں تو بھی وہ وجود سے خالی نہیں۔ بلکہ قائم بالذات اور ہست مطلق ہے۔ اس طرح یہ پانچ منتر اُس پر ہم میں ادگتا کا نشیدہ کرتے ہوئے اُس کی شاکا ہی اظہار کرتے ہیں۔ اور اُس کی اودیمائنا نہیں بتلاتے۔ اور نہ ہی اس قسم کی تصدیق میں انکا کوئی مطلب ہی پایا جاتا ہے۔ عامیان کو پر ماتما کے متعلق ایک عام فہم سا ہے۔ کہ وہ اُسے اس نام یا اس روپ اس صورت یا اس شکل والا سمجھتے ہیں۔ اور کبھی بھی ان باطل توہمات کو اُس سے جدا نہیں کرتے اور یہ درحقیقت ایک صحیح امر ہے۔ کہ جب تک اس قسم کی تحقیق آدمی نہیں پاتا وہ اس پر ہم کے اصلی سرور کو بھی نہیں سمجھتا اُسے ہر نہ گرجہ درلٹ برہما و شونہی گیتی دور کا رام کرشن ان صفتوں سے موصوف کرنا واقع میں اُس کے اصلی سرور کو چھپانا ہے۔ اور اُسے پرکھش کرنا ہے۔ اور اس کے برعکس ان جملہ نام اور روپ سے الگ کرنا اُسے ٹھیک ٹھیک سمجھنا ہے۔ سوائے اس مطلب کے ان پانچ منتروں کے اندر کچھ بھی مطلوب نہیں۔

بھومکا اب اس کے بعد انہوں نے امتحان کے طور پر جو کچھ کہا وہ بھی سنئے اور اُسے بھی شرتی بھگوتی محض اس غرض سے بتلاتی ہے کہ اگر اس کے علم میں کوئی خامی رہ گئی ہو تو وہ بھی دور ہو جائے لہذا انہوں نے کہا۔

Second Section

यदि मन्यसे सुवेदेति श्रममेवापि नून त्वं वेत्थ ब्रह्मणो रूपं । यदस्य त्वं यदस्य देवेभ्यः
 तु मीमांस्यमेव ते मन्ये विदितं ॥ १ ॥

ترجمہ:- اگر تو جانتا ہے کہ ”میں اچھی طرح جانتا ہوں“ تو ابھی تو نہیں جانتا۔ بلکہ تھوڑا ہی جانتا ہے۔ اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ وہ میرے اندر ہے یا دیوتاؤں کے اندر ہے تو یہ بھی اندک ہے۔ ابھی تجھے زیادہ غور کرنی چاہیے۔

ترجمہ

It thou thinkest, I know well (Brahman), it is indeed little. If thou knowest of his nature as the individual soul or amongst deities it is still little and even to be considered more by thee. (still one said) I think he is known to me.

و اما اگیا۔ اس منتر میں شرتی بھگوتی نے جو کچھ بھی کہا ہے۔ وہ محض امتحان کی غرض سے کہا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ اس آتم شرتی تعلیم میں متلاشی حق کو کوئی خامی نہ رہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی مدرس سے سننے والے کئی طالب

علموں کے اندر کوئی بالکل ٹھیک ٹھیک سمجھ لیتا ہے۔ اور کوئی نہایت معمولی طور پر بعض ایسے ہوتے ہیں جو سمجھتے ہی نہیں۔ اور کئی اُسے بالکل الٹ ہی جان لیتے ہیں۔ دنیاوی تعلیم کے اندر بھی جب ایسے ممکنات ہیں تو پھر لطیف سے لطیف اس ہم دنیا کے اندر اگر مغالطے پیدا ہو جاویں۔ تو کون تعجب ہے۔ ہم اس کے متعلق سام وید کی جھانڈ ویکہ اینشد کے آٹھویں ادھیائے میں مسنتے بھی ہیں کہ پرجاپتی کے **“य एवोऽक्षिणि पुरुषो दृश्यत एव आत्मा”** یعنی جو یہ آنکھ کے اندر دکھائی دیتا ہے یہی آتما ہے۔ اس اپدیش کو کس طرح اسروں کے راجہ دوجن نے اپنے قلب کے دوشوں کے سبب غلط سمجھ لیا تھا۔ اور محض جسم کو ہی عین آتما جان لیا تھا۔ اور دیوراج اندر نے بھی کس مشکل سے تین چار بار کہے جانے پر بھی اس آتما کو جوں کا توں سمجھا۔ غرضیکہ جوں جوں قلب صاف ہوتا ہے۔ اور اس کے نقص دور کئے جاتے ہیں۔ آدمی اس آتما کی تعلیم کے سمجھنے میں لائق ہوتا ہے۔ فی الفور نہیں۔ اس لئے شرتی بھگوتی کا اس منتر میں **‘यदि मन्यसे’** ایسا پوچھنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ اس آتما تک وہی دویا میں ادھیکاری پُرش کو ذرا سا بھی شک نہ رہے۔

شرتی بھگوتی نے **“اگر تو جانتا ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں”** تو ابھی تو نے اُسے تھوڑا ہی جانا یا اگر تو یہ جانے کہ **“وہ میرے اندر ہے یا دیوتاؤں کے ہی اندر ہے”**

تو بھی یہ کافی نہیں۔ ان الفاظ میں بھگوتی کا مطلب صرف آتما ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو جانا جاتا ہے۔ ہمیشہ لپ یعنی محدود ہوتا ہے۔ اور جو چیز محدود ہوگی۔ وہ کبھی برہم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ برہم دیپاک اور پورن ہے۔ لہذا اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے ہی اُس نے ایسا کہا۔ ورنہ برہم کے چھوٹے بڑے بہت روپ نہیں جسے وہ منح کرتی ہے۔ گو چھوٹی بڑی اپادھیوں کے ساتھ متعلق ہونے سے برہم بھی ہمہ صفت موصوف ہوتا ہے۔ مگر وہ اُس برہم کے اپنے وجود نہیں۔ اُس کے شبہ اور نرپادھک سرورپ کو تو شرتیاں **“स एवो आत्मा नेति नेति”** یعنی **“یہ نہیں یہ نہیں”** اس طرح تمام اپادھیوں کو مٹا کر بیان کرتی ہیں۔

مگر جس دہرم یا گن سے کسی کا نزد چن کیا جاتا ہے۔ وہی تو اُس کا روپ ہوا کرتا ہے۔ یوں برہم کا بھی جس دہرم یا گن سے اینشد کار ورنن کرتے ہیں۔ وہی اُس کا اپنا سرورپ ہوگا۔ اس طرح برہم چونکہ ست چت آندا ایسے گنوں یا دہرموں سے ویدوں میں بتلایا جاتا ہے۔ اس لئے سچدا نند ہی برہم ہے۔ ایسا کہنا درست ہوگا۔ اور یوں جس نے جانا ہے اُس کے ہاں غلطی کا امکان بھی نہیں پھر کیونکہ شرتی بھگوتی امتحان کے لئے ایسا کہتی ہے۔ **“यदि मन्यसे सुवेदेति”** ایک سوال پیدا ہوتا ہے؟

ٹھیک ہے مگر اُسے رست چت اور آندا کہنا بھی انتہہ کرن شری اور اندریوں کی اپادھی دوارہ ہی بتلانا ہے۔ جب آتما سے برعکس ہم دنیا کے اندر جملہ کائنات کو است بڑ اور دکھ روپ پہچانتے ہیں۔ تو اس سے علیحدہ کر کے اُس کے سرورپ کو سچدا نند کہتے ہیں۔ ورنہ غور کیا جاوے۔ تو وہ سچدا نند بھی نہیں۔ اور یہ الفاظ بھی اُس پر فقط آروپ کیے جاتے ہیں۔ اور وہ تو بے چون و چرا قائم بالذات اپنی ہستی سے بہت ہے۔ اور اُس کے بیان میں زبان گنگ اور مطلق بند ہے۔

“اگر تو یہ جانتا ہے کہ وہ میرے اندر ہے” یا **“اگر تو یہ جانتا ہے کہ وہ دیوتاؤں کے اندر ہے”** تو یہ کافی نہیں۔ ان پدوں سے شرتی بھگوتی اُس کو ادھیاتم ادھی دیو اور ادھی بھوت تمام اپادھیوں سے جدا دکھلاتی ہوئی اُسے بروشیش شانت نت اورادویت بھو ما بتلاتی ہے۔ اور اس لئے ابھی وہ اور بھی غور کرنے یوگ ہے۔ کیونکہ اُس کا گان آسان نہیں۔

یوں جب امتحان کی خاطر ایک نے کہا تب وہ گوشہ میں چلا گیا۔ اور بعد کرنے وچار جو اوپر دکھلائی گئی تھیں بولا 'مन्ये' 'विदित' کہ میں ایسا جانتا ہوں کہ اب برہم مجھے دوت ہو گیا ہے مگر پھر پوچھتا ہے کہ تو کس طرح جانتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔

नाहं मन्ये सुवेदति नो न वेदति वेद च ।

यो नस्तद्वेद तद्वेद नोनवेदति वेद च ॥ २ ॥

ترجمہ: نہ تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں جانتا ہوں اور نہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نہیں جانتا۔ مگر وہ جو ہمارے اس قول کو سمجھتا ہے کہ میں نہیں جانتا اور جانتا ہوں وہی جانتا ہے۔

I do not think, I know him well; but it is neither that I know him not, nor is it that I know him, Whosoever amongst us knows that word "I do not know, I know him." Knows him (Brahman).

ویا کہہ یا میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایسا نہیں جانتا۔ تب وہ پھر پوچھتا ہے۔ تب تو تمہیں برہم دوت ہی نہیں۔ مگر وہ بولا میں نہیں جانتا ہوں سو یہ بھی بات نہیں جانتا بھی ہوں۔ لیکن پھر پوچھتا ہے کہ ایسا کہنا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں اور پھر بتلانا کہ ہں "نہیں جانتا ہوں" یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت کیے متضاد نہیں ہیں۔ اس لئے اگر تو یہ نہیں جانتا کہ اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو پھر کیوں کہتا ہے کہ اُسے جانتا بھی ہوں۔ شک و شبہ کے بغیر جوابات اچھی طرح جانی جاتی ہے۔ وہ کبھی نہیں جانی جاتی ہے۔ ایسے نہیں ہوتا۔ یوں نشیے سے ہلایا ہوا بھی وہ جس کے سمیک گیان ایک بار اُپتیں ہو جاتا ہے کبھی بھی چلا ایمان نہیں ہوتا۔ چنانچہ اوپر کہے ہوئے

अन्यदेव तद्विदितादथो ॥ अविदितादधि, یعنی وہ برہم دوت اور ادوت دونوں سے پرے ہے۔ اس ویدانت سمپر دوتے کے دھن کے آدھار پر

لکھا ہوا بولا کہ وہ جو میرے اس واکہ کو ٹھیک ٹھیک سمجھتا ہے۔ فی الواقع وہی سمجھتا ہے۔ اور وہ ہمارا دھن یہ ہے 'नो न वेदति वेद च' جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ ایسے نہیں اور جانتا بھی ہوں۔ اور یہ عین وہی چیز

ہے جو پہلے "अन्यदेव तद्विदितादथो ॥ अविदितादधि" اس سمپر دوتے واکہ میں ویا کہیا کی گئی تھی کہ وہ جو علم میں آجاتا ہے۔ وہ تو معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ جو علم میں نہیں آتا مجھول ہوتا ہے۔ مگر خود علم نہ تو علم میں آسکتا ہے۔ اور نہ علم سے باہر رہ سکتا ہے۔ چونکہ وہ خود علم ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ وہ آپ ہی علم میں آجائے یا علم سے باہر ہو اس لئے وہ نہ کو معلوم ہے۔ اور نہ مجھول بلکہ عین علم اور عین آتما ہے۔ اور ایسی سمجھ میں سمیک گیان کہلاتی ہے۔

یہاں معرکے کی بات صرف یہی ہے کہ وہ جو آتما سے غیر ہوتا ہے۔ وہی عموماً آتما کے علم میں آسکتا ہے۔ آتما چونکہ خود عین علم ہے۔ جانا نہیں جاتا۔ بلکہ وہ جو خود عالم بھی ہوتا ہے۔ کیسے معلوم ہو۔ اس لئے کسی کی طاقت نہیں کہ اُسے جان سکے۔ پس جو کچھ شرتی بھگوتی نے یہاں اُس کی معرفت کے متعلق ہمیں بتلایا ہے۔ وہ عین صحیح ہے۔ اور اس سے زیادہ بیان کرنا

اب اگلے منتر میں سوال اور جواب سے الگ ہو کر تشریحی بھگوتی خود اپنی طرف سے حکماً بتلاتی ہے۔

यस्यामतं तस्य मतं मतं यस्य न वेद सः ।

अविज्ञातं विजानतां विज्ञातमविजानताम् ॥३॥

ارتھ۔ جس نے کہا کہ ”میں نے جانا“ اُس نے نہیں جانا۔ اور جس نے کہا ”نہیں جانا“ اُس نے جانا کیونکہ وہ جانتے ہیں جو کہتے ہیں نہیں جانا جاسکتا۔ اور وہ نہیں جانتے جو کہتے ہیں کہ وہ جانا جاسکتا ہے۔ ترجمہ:-

By him who thinks that Brahman is not Comprehended, Brahman is comprehended; and he who thinks that Brahman is comprehended, does not know him.

Brahman is unknown to those who know him and known to those who do not know him.

ویا کھیا:- جس دودان برہم دنیا کا ایسا نقشہ ہے کہ برہم اُگیات یعنی اودت ہے۔ اُسے برہم کا ٹھیک ٹھیک گیان ہوتا ہے۔ اور اس سے برعکس جسے ایسی بھادوانے کہ برہم گیات یعنی اودت ہے۔ اُس نے برہم کے مُروپ کو ٹھیک ٹھیک نہیں پہچانا۔ مطلب یہ ہے کہ جن عارفین کو برہم کے واسطو مُروپ کا گیان ہو جاتا ہے۔ وہ اُسے من بُدھی اودی سے اگوچر ہونے کے سبب اُگیات یعنی اکیچہ جانتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے پاس برہم اودت ہوتا ہے۔ اور وہ جو من بُدھی وغیرہ آتما کی اُپادھیوں کو ہی آتما سمجھنے والے ہیں۔ اور آتما کا من اور بُدھی اودی اُپادھیوں سے دویک نہیں رکھتے جو جہل انہیں ہی آتما مان لیتے ہیں۔ اور ان ہی کے پاس تب آتما گیات یا اودت ہوتا ہے۔ چونکہ تمام اُپادھی گیات ہیں۔ ان کے ساتھ متعلق ہونے سے آتما بھی گیات سا ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی تصدیق ہی عام لوگ کرتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بعض وادیوں کے بھی بھرائی ہوئی ہے۔ چاؤاک ناستک اور لوکا تیک شریک کو ہی آتما جانتے ہیں۔ اور بتلاتے ہیں کہ اسے ہی ہر کوشش سے تندرست اور خوش رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جب یہ کہ جاتا ہے۔ تب خاک ہو جاتا ہے۔ یوں ہی اندر سے آتم وادی اندریوں کو من آتم وادی من کو اور پران اُپاسک پران کو آتما تصدیق کرتے ہیں کیونکہ انہیں بجئے ان کے اس جسم ہیولا کے اندر اور کوئی غیر جیلن نظر نہیں آتا۔ اسی طرح وگیان وادی بودھ بُدھی کو اور شو نیہ وادی شو نیہ کو ہی آتما تصور کرتے ہیں۔ ادھر نیائیک اور ویشکوں نے گیان اچھا۔ دیش۔ پریتن۔ دہرم اور ادہرم۔ سکھ دکھ اور سنکار یہ لوگ آتما کے تسلیم کئے ہیں۔ نیز من کے سمبندھ سے جسم کے اندر چیتنا بھی بتلاتی ہے۔ یوں وادیوں کے اندر ایسی بھرائی دیکھنے میں آئی ہے۔ اور چونکہ کیا جسم کیا اندریاں من بُدھی پران یہ جملہ اُپادھیاں اودت یعنی گیات ہیں لہذا ان تمام وادیوں کے نزدیک آتما بھی گیات اور اودت ہوتا ہے مگر جنہوں نے اس کی تحقیق کی اور سپا رخ اور جھوٹ کا امتیاز بھی کیا۔ انہوں نے ان جملہ اُپادھیوں کو مَول پرکرتی یا مایا کا ہی کالرج سمجھا۔ اور آتما ان تمام سے برتر اور اُپر پہچانا وہی دویکی ہیں۔ اور انہوں نے ہی لڈ کو سمجھا ہے۔ اس لئے اُن کے سدھانت کے مطابق آتما اودت اور گیات ہے۔

دوت یا گیات نہیں۔ اور ان کی ثنائیں ہی شرتی بھگوتی کہتی ہے۔ ”جو کہتے ہیں نہیں جانا جاسکتا۔ وہی سچ جانتے ہیں۔“
دوسرے نہیں۔

بھومکا برہم جاننے والوں کے پاس اکیات ہے۔ ایسا اویہ بیان ہوا۔ یوں اگر وہ بالکل ہی جانا نہیں جاتے گا۔ تب گمانی اکیانی کا کچھ بھی بھید نہ رہے گا۔ اور یہ مناسب نہیں۔ علاوہ ازیں جاننے والوں کو برہم اکیات ہے۔ یہ بھی درودہ پریتی ہے اس لئے برہم ٹھیک ٹھیک کیسے جانا جاتے اس بات کے درشانے کے لئے اکلا منتر شروع ہوتا ہے۔

प्रतिबोधविदितं मतममृतत्वं हि विन्दते ।

आत्मना विन्दते वीर्यं विद्यया विन्दतेऽमृतम् ॥ ४ ॥

ارتقہ:- جو ہر ایک بدھی برتی یعنی خیال میں جانا گیا ہے۔ (وہی برہم ہے) اور یہی اس کا گمان ہے۔ کیونکہ اس گمان سے ہی مدت ہوتا ہے۔ آدمی اتم بل آپ سے پاتا ہے۔ اور دویا دوارہ اُمرت ہو جاتا ہے۔
ترجمہ:-

If he is known to be the nature of every thought, he is comprehended. Hence from this knowledge one gains immortality.

Person gains power by one's own self and by knowledge immortality.

ویا کھیپا۔ اس منتر کے اندر برہم درشن میں نہایت اعلیٰ ترین کیفیت اختیار کی گئی ہے۔ گو برہم مہوپ سے پرکھش ہے مگر بدھی برتی کے پاس جب ہی ساکشی بھاو کو پرکھت کرتا ہے۔ تو اس کا اتم روپ سے اپر وکھش گمان ہو جاتا ہے۔ سوائے اس کے برہم کے ساکھیات کار کا اور کوئی بہتر پایا نہیں۔ اس لئے یہی اس کا گمان ہے کہ جب وہ ہر ایک خیال کا ساکشی ہو جانا جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسا برہم درشن گھٹ پٹ کے درشن کی طرح نہیں۔ گھٹ پٹ درشیہ چیزیں ہیں مگر برہم کسی حالت میں کبھی بھی کسی کا درشیہ نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ درشا اور ساکشی ہے۔ گو درشا بھی وہ کہلاتا ہے۔ جسے کوئی جان نہیں سکتا۔ تاہم جب ہی وہ بدھی برتی کو پرکھتا ہے۔ تو اس کا بدھی سے بھن پرکاش روپ سے دیدار ہو جاتا ہے اور یہ ہی اس کا گمان مانا گیا ہے۔ بجز اس کے اور صورت نہیں۔ اس کے اندر برہم راہو اس کی مثال دیتے ہیں۔ جیسے ہو کا ہمیشہ آکاش کے اندر نواس ہے۔ مگر اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ لیکن بوقت سوچ یا چاند گرہن جب یہ سورج یا چاند کی نزدیکی کو پاتا ہے۔ تو اس کا عامیان کو اپر وکھش درشن ہو جاتا ہے۔ یوں پرما تبا بھی پرپی پورن اور ویاپک ہونے کے باعث ہر جا حاضر بلکہ سب میں سب کچھ ہے مگر تا وقتیکہ یہ بدھی برتی کے نزدیک ساکشی ہو بدھی برتی کو نہیں پرکھتا سب کی نظروں سے غائب اور پر وکھش ہوتا ہے۔ اور گو وہ ہر سے اپر وکھش ہے۔ کیونکہ سویم پرکاش ہے۔ اس کی درشیہ کا کبھی بھی لوپ نہیں ہوتا۔ مگر اس کا درشن آدمی شدہ برتی کے بغیر کبھی نہیں پاتا جس طرح روپ کے دیکھنے میں محض ہماری آنکھ ہی ذریعہ ہوتی ہے۔ یوں پرما تبا کے ساکھیات کار میں انتہہ کرن کی شدہ برتی ہی مظہر ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پرما تبا ہر ایک خیال یعنی بدھی برتی کو روشن کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ منتر بتا رہا ہے۔ مگر بجز شدہ بدھی جسے منکرت

زبان میں "چرا برتی" کہتے ہیں۔ اس کا دشمن محال ہے۔ اسی سبب کرم اور پانا آدمی جس قدر سادھن مکش شاستر میں تان ہوئے ہیں۔ ان تمام کی ہمیشہ ہی کوشش ہوتی رہی ہے کہ ہر چند یہ برتی جو مظہر ویدار حق ہے۔ اہتین ہو۔ چنانچہ بعد ریاضت اور تپ جب قلب حد درجے کی صفائی کو پاتا ہے۔ تو خود بخود اس کا انکشاف ہوتا ہے جس کے باعث آدمی کثرت اور زبان آئندہ کو برپیت کرتا ہے۔ اس کے اندر ہم ایک نہایت آسان پرکریا بتلاتے ہیں۔ جو مثلاًشی حق کے لئے ایک بہترین طریقہ سمجھا جائے گا۔ لہذا اب اسے بغور سنئے۔

جملہ عالم کے اندر دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک دیکھنہار اور دوسری دسنہار۔ اور یہ دونوں اہنگ اور تونگ کی طرح ایک دوسرے سے بالکل الگ اور جدا جدا ہیں۔ جو دیکھنہار ہے۔ وہ دسنہار نہیں اور جو دسنہار ہے وہ دیکھنہار نہیں۔ ہم دیکھنہار کو درشا چیتین نام دیتے ہیں۔ اور دسنہار کو درشا مایا پکارتے ہیں۔ اب اگر غور کیا جاوے تو دیکھنہار درشا چیتین ایک ہے مگر دسنہار درشا مایا انیک روپ ہے۔ چونکہ مایا اپنے کارج سے انت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ انت ہے۔ مایا کا ہی روپ انتہہ کرن اور اس کی تمام برتیاں ہیں۔ اس لئے ہم دیکھنہار درشا کو ساکشی کہتے ہیں۔ اور دسنہار درشا کو من بولتے ہیں۔ اب دیکھئے جب کبھی ہم گوشہ کے اندر ودھیان کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ خیالات یکے بعد دیگرے آتے بھی ہیں۔ اور چلے بھی جاتے ہیں۔ مگر ان کا دیکھنہار چیتین درشا ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ خیال چونکہ درشا چیتین سے جانے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ تمام جڑ ہیں۔ کیونکہ جو جانا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ جڑ ہوا کرتا ہے۔ مگر وہ جو دیکھنہار درشا ہے۔ ہمیشہ جاتا ہے۔ کبھی بھی جانا نہیں جاتا۔ اسی لئے چیتین ہے۔ اور وہ ساکشی کہلاتا ہے۔ جو عین برہم ہے۔ اور آدمی کی اصل ذات ہے۔ لیکن مبتدی کو دیکھنہار اور دسنہار کا ویک نے الفور نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے اس قسم کے ابھياس میں کچھ رن بھی نہیں آتا۔ مگر جو اس طریقہ ابھياس پر شروع شروع میں تو شردھا رکھتا ہے۔ اور اس پر پورا ایمان لاتا ہے۔ اسے تھوڑے ہی سمے میں ان دونوں کا امتیاز ہونے لگتا ہے۔ اور جب ایک بار ان کا ٹھیک ٹھیک ویک ہوتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے۔ جس طرح ناریل کا پھل جوں جوں پکتا ہے۔ باہر کے چھلکے سے علیحدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ جب بالکل پاک کہ تیار ہو جاتا ہے۔ تو کثیف چھلکے کو مطلق چھوڑ دیتا ہے۔ یوں ہی جب بار بار اس کا ایکانت میں شغل ہوتا ہے۔ تو یہ دونو علیحدہ علیحدہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اور اگر اس قسم کے ابھياس کا مسلسل پرواؤ کچھ سمے تک دکھا جاوے۔ تو وہ روپ اور چھاؤں کی طرح یہ دونو الگ الگ صاف دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کا جدا جدا نظر آنا ہی قلب کے پاک ہونے کی نشانی ہے۔ ایسی حالت میں حق کے طالب کو یہ دو چار کرنی چاہیے۔ کہ جو دیکھنہار درشا دسنہار تمام برتیوں کا پرکاشک ہے۔ بالآخر کیا چیز ہے۔ کیا چیتین ہو کر بھی مجھ سے الگ ہے۔ یا میرا ہی روپ ہے۔ الگ تو ایک کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ تب دیکھنہار بھی تو خود میں ہی ہوں۔ بجز میرے وہ دیکھنہار بھی نہیں بن سکتا۔ اس لئے وہ عین میرا ہی روپ ہے۔ مجھ سے جدا نہیں۔ وہ ایک ہی ہے۔ گو وہ اپادھی بھی ہے۔ کہ انیک جیسا نظر آتا ہے۔ اور ٹھیک اس موقع پر کلام عظم یعنی ہما وکیہ اہنگ برہم اسمی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اس طریقہ پر سادھک کو اس ویاک پر ہی پورن برہم کا اتم روپ سے اپوکش گیان ہوتا ہے جس کے باعث یہ گیان دان ہوتا ہے۔ جب تک اس میں لاجسم کو اٹھاتے پھرتا ہے۔ سکھ سے بچتا ہے۔ اور بعد کرنے جسم کے دویہ کیولیہ یعنی زبان پر کو برپیت کرتا ہے۔

یوں شرتی بھگوتی نے اس منتر کے آوے حصے میں بھگوت آتما کے گیان کا پائے اور اس کے پھل کو بتلایا۔ اس آگے
 آوے منتر کے دوارہ ॥ "आत्मना विन्दते वीर्यं" ॥ ان پدوں سے بل کی پراپتی کو بھی اپنے ہی پرشار تھ سے شرتی بیان
 کرتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ آتم سا کمیات کار کو محض اپنی ہی کوشش سے پاتا ہے۔ گو اس میں شک نہیں۔ کہ
 بجز گورو اور شاستر بھی بھگوت آتما کا انکشاف نہیں ہوتا۔ مگر ان ہر دو باتوں کے اندر پردہ ناتنا فقط آدمی کی اپنی کوشش سے
 اس لئے اوپر بتلائے ہوئے طریق عمل کو جو بھی کرتے ہیں۔ اور کچھ خاطر خواہ کامیابی کی صورت نظر نہ آنے پر بھی اتنا اور دھیرج
 کو نیز مستقل مزاجی کو نہیں چھوڑتے۔ انہیں یقیناً کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے سادھک کو چاہیے کہ اس چیز کا اچھا
 دل لگا کر رہے۔ منظرک اپنشد کے اندر اس کی تصدیق بھی ہوئی ہے۔ اور وہ منتر کہتا ہے۔ "नायमात्मा ब्रह्मणेन
 लभ्यो" ॥ یعنی یہ آتما بل یعنی طاقت کے بغیر پایا نہیں جاتا یہاں بل سے مراد جسمانی طاقت نہیں۔ بلکہ آتما اور مانسک
 بل سے مراد ہے۔

اس کے بعد ॥ विधया विन्दतेऽमृतम् ॥ اس منتر کے چوتھے پاد سے فقط پہلے کہی ہوئی بات کا پھر سے انوواو
 مارت کیا گیا ہے۔ کہ دیا سے ہی امرت بھاؤ کو پراپت کرتا ہے۔ اس لئے اسے اور لمبا کرنے کی ضرورت نہیں۔
 بھو بھوا۔ لیکن کیا یہ شوک کا مقام نہیں کہ اس دنیا کے اندر اس برہم سمندھی مہان پھل والی آتم دویا کے موجود
 ہوتے تمام پرانی کیا دیوتا اور کیا نش پرایا ہی اس دویا سے شونید دکھائی دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے سنسارک و کھوں کی
 پرہیز کو بھگوتے ہوئے جنتے اور مرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کبھی بھی سکھ اور آرام کا منہ نہیں دیکھتے۔ اس لئے آگے منتر کے
 اندر شرتی بھگوتی اعلا فیہ حکم دیتی ہے کہ

इह चेदवेदीदथ सत्मास्ति न चेदिहावेदीन्महती विनष्टिः ।

भूतेषु भूतेषु विचित्य धीरः प्रेत्याप्साल्लोकादमृता भवन्ति ॥५॥

ارتھ:۔ یہاں زندگی میں اگر جان لیتا ہے۔ تو ست ہے۔ نہیں جانا تو بڑا نقصان ہے۔ جو دانا ہے۔ وہ ہر ایک شے میں
 غور کر کے اُسے پاتا ہے۔ اور یہاں سے جاتا امرت ہوتا ہے۔
 ترجمہ:-

If in this world a person knows the soul (atma), then the true end of all human aspiration is gained; if a person in this world does not know, there will be great calamity. The wise who discern in all beings the one nature of Brahman become immortal, after departing from this world.

و پکھیا۔ اگر کوئی سادھن ہمیں ادھیکاری پریش اوپر کہے ہوئے بل یعنی پرشار تھ کے دوارہ اسی زندگی کے اندر یہ آتما کا
 "امنسک برہم ای" اس طرح آتم روپ سے اٹھو کر لیتا ہے۔ تو مقصد زندگی پاتا ہے۔ اور جنیوان پھل ہوتا ہے۔ مگر وہ جو
 اس دانائی کے بنا ہی جینے آتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ وہاں لانی کو دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا انسان یا دیوتا بہت
 مدت تک جنم مرن سنسار کی کو ہی پراپت کرتا ہے۔ اور کبھی بھی اپنے منتر کے سادھن برہم گیان کے سمیادان کرنے میں

مگر تھ نہیں رہتا۔ اس لئے گن اور دوش کا امتیاز رکھنے والا عقل انسان تمام چیز پر جبر اور جیتن مہر شری کے اندر ایک انوکھ موت برہم کو جان کر نیز اس برہم اور جسمانی جملہ انا میں انہنگت ممتا چھوڑ کر پردہ جہل کے ٹوٹ جانے سے اودیت آتم روپ سے استھتی کرتا ہے۔ اور میں ہی برہم روپ ہوں، نیز "سب میں سب کچھ ہوں" اس معرفت کے سبب تکرر چھوڑ کر مائی میں داخل ہوتا ہے۔ غرضیکہ برہم میں لین ہو کر عین برہم روپ ہو جاتا ہے۔ دوسری جگہ کہا بھی ہے کہ 'यो ब्रह्म वेद ब्रह्मैव' یعنی جو اچھے پورے برہم کو جانتا ہے۔ برہم ہی ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر نش جیون کی دلچسپا کے متعلق کچھ قلمبند کرنا غیر ضروری نہیں سمجھا جائے گا جبکہ شرتی بھگوتی اسے یقین کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ اسی زندگی میں اگر جان لیتا ہے تو سست ہے۔ ورنہ باعث نقصان ہے۔ مگر ہم اس بات پر اور بھی غور کرتے ہیں۔ اور ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں کہ اسے مزید سوچا جاوے کہ ایسا کیوں ہے۔ اور شرتی بھگوتی نے کس لئے اسے نہایت تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ بھگوتی کا یہ اودیش کہ 'इह चेद वेदादथ सत्यमास्ति' ارتھات "اسی ہی زندگی میں اگر جانتا ہے" سے مراد فقط یہی ہے کہ بجز اس زندگی آتم گیان پر اپنی کے ممکنات وہ مہری جگہ یا نہیں ہیں یا بالکل کم ہیں۔ سوائے اس امر کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ کیوں اس بات پر خاص طور پر اتنا زور دیا گیا ہے۔ اور اگر واقعی یہ امر ٹھیک ہے تو ہمیں تحقیق کرنی چاہیے کہ ایسی کون فیتنا اس زندگی کے اندر ہے جس کے سبب یہ زندگی یعنی نش جیون دوسروں پر سبقت لے گیا ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم کوشش گزار کر دینا چاہتے ہیں کہ انسانی جیون کے اندر محض "گیان" ہی ایک ایسی شے ہے جس کے باعث یہ فضل اور مہمان سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ایک عام بات ہے کہ انسان کو انہنگی مخلوقات بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ تمام بڑائی اور بزرگی اس آتم گیان میں ہی مائی گئی ہے۔ مگر یہاں محض اعتراض کرتا ہے کہ گیان یہ ہے مراد بھی دنیاوی چیزوں کا گیان ہی کیوں نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ درمیان کے کئی ایک وکیانک بتلاتے ہیں۔ لیکن ایسا ماننا نہایت غلطی ہے۔ کیونکہ یہ شرتی کا مطلب ہرگز نہیں جہاں اس کمین ایشد کے اندر ایسا منتر بیان ہوا ہے۔ وہاں غور اس بات کی کرنی لازمی ہے کہ اس سے پیشتر تذکرہ کس کا ہو چکا ہے چنانچہ ناظرین خود اس بات کے شاہد ہیں کہ اس کے پہلے تمام منتر برہم و دیا سمندھی بتلائے گئے ہیں۔ اس لئے شرتی بھگوتی کا مطلب یہاں بجز آتم گیان کسی وجہی مادے کے گیان سے نہیں علاوہ انہیں اس منتر کے چوتھے پاد میں شرتی بھگوتی نے ایسے جاننے والے کو پہل بھی امرت تو کی پر اپنی کہا ہے جو بجز آتم گیان کسی مادہ کے گیان سے ناممکن ہے۔ لہذا اس میں شک واجب نہیں۔ کہ شرتی بھگوتی کے اس منتر کے اندر پورا اعتقاد رکھ کر اس گیان کے سمپادان کرنے کا شوق پیدا کرنا چاہیے۔ ناظرین یہ انسانی زندگی سوائے اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اور کسی پر یوجن کے لئے عطا نہیں ہوئی۔ وشیوں کا بھوک خوراک اور نیند کی کسی جگہ بھی کمی نہیں۔ بلکہ انسان سے جیوان بہت زیادہ مائز میں بھگتا لگتا اور سوتا ہے۔ اگر فے الواقع اسی اودیش سے ایسا جیون ملا ہوتا تو بھگوتی شرتی کو اس کے لئے اتنی تاکید کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ ہم اُسے شرتی کی عبارت میں ہی پاتے ہیں۔ اس لئے ایسا ہی یقین کریں کہ محض بھگوت گیان کی پر اپتی کے لئے ہی یہ جیون کام آوے۔ اور بجز اس کے کسی بھی اور مطلب کے لئے نہ سمجھا جائے۔ انہیں

بھومکا۔ یہ کمین ایشد "केनोपतं पतति" یعنی یہ من کس کی منشا سے چلا یا ہوا اپنے وشیوں میں گرتا ہے اس سوال کے ساتھ شروع ہوئی تھی جس کے جواب میں "॥ श्रोत्रस्य श्रोत्रं ॥" یعنی "وہ شرتی کا بھی شرتی ہے" یہ کہا۔ اس کے بعد "॥ पतितो न विनश्यति ॥" یعنی "جو ایک بار گرا جائے گا اس کا

کہا اور آخر میں ॥ **भूतेषु भूतेषु विचित्य धीरः** ॥ یعنی دانا اُسے ہر ایک شے کے اندر پالیتا ہے۔ کہہ کر ختم کیا۔ اب اس کے بعد اس اوپر کہی ہوئی برہم ودیا کی استی میں یہ چند ذیل کے منتر کہے جارہے ہیں جن کے اندر ایک کہانی لکھی گئی ہے۔ چونکہ اسے ہم شروع میں تشریح کے ساتھ کہہ آئے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر فقط شرتی کے ان منتروں کو ہی دکھلایا جائے گا۔ اور ان کا لفظی ترجمہ ہی ہوگا۔ زیادہ نہیں۔ اس کتھا کی تمہید میں کئی وجوہات بحاش کاروں نے اشارۃً بتلائے ہیں جنہیں ہم ناظرین کے لئے رکھتے ہیں۔

(۱) اول میں یہ کہ اوپر برہم جاننے والوں کے لئے اگیاں اور نہیں جاننے والوں کے لئے گیاں بتلایا۔ یہ درودھ سے اس سے کمزور عقل پرانیوں کو برہم کے نہ ہونے کا بھی شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کو رفع کرنے کے لئے یہ ذیل کی کہانی کہی جاتی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ سر وایشور برہم ہی تمام شے شٹی کا شناس کرنے والا ہے۔ وہی دیوتاؤں کا پرہم دیوتا ہے۔ فقط اسی بات کے دکھلانے کے لئے یہ آگے کی کتھا بتلائی جاتی ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ برہم گیان سے ہی اندر آدمی دیوتا ہو جیہ ہوئے تھے۔ اور ان کے اندر بھی اندر اور بھی پوجیہ ہو اکیونکہ اُس نے جگوتی پاجی کے آپدیش سے برہم کو سب سے پہلے جان لیا تھا۔ یوں ہی اس ودیا کی استی کے لئے یہ اگلی کتھا بھی جاسکتی ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ مہا شکتی شالی اگنی اور دایو دیوتا نے بھی برہم کو مشکل جانا۔ اس لئے برہم امنت دروگیہ ہے۔ اور محض اسی نو کو درشانے کے لئے اس کا آگے کتھا میں بیان ہوتا ہے۔ اور

(۵) آخر میں یہ کہ سچ سچ یکین اپنشد جس کے منتروں کی دیا کھیا اوپر کی گئی ہے۔ یہ دیوتاؤں کی باہمی گفتگو ہے۔ اور یہ سوال اور جواب جو اس کے اندر دیکھے جاتے ہیں۔ یہ ان کی ہی آپس کی بات بہت تھی۔ مگر چونکہ کہانی کے بیان میں اپنشد کاروں کا کچھ بھی مطلب نہیں ہوتا انہیں فقط فلاسفی ہی دکھانی ہوتی ہے۔ اس کتھا کو اپنشد کے آخری حصے میں لکھا گیا۔

اب ہم بالترتیب ان منتروں کو ترجمہ کے ساتھ دکھاتے ہیں۔

Third Section

ब्रह्म ह देवेभ्यो विजिग्ये तस्य ब्रह्मणो विजये देवा ।

अमहीयन्त । त ऐक्षन्तास्माकमेवायं विजयोऽस्माकमेवायं महिमति ॥१॥

ارتھ۔ ایک بار برہم نے دیوتاؤں کیلئے وجہ پراپت کی۔ مگر اس پرہم کی وجہ میں دیوتاؤں نے تکبر کیا کہ یہ ہماری فتح ہے۔ اور یہ ہماری بڑائی ہے۔

ترجمہ :-

Brahman was once victorious for the sake of the gods. By the Victory of Brahman the gods obtained majesty. They reflected. To us belongs this victory, to us belongs this majesty.

तदेषां विजज्ञौ तेभ्यो ह प्रादुर्भव तन्न व्याजानत किमिदं यथमिति ॥२॥

ارتھ: کہتے ہیں کہ اُس برہمن نے دیوتاؤں کے دل کی بات کو جان لیا اور وہ اُن کے سامنے یکیش کے روپ میں پرکٹ ہوا مگر وہ نہ جان سکے کہ یکیش کون ہے۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کون یہ عزت کے مستحق ہیں؟

He knew even that. He manifested himself to them. They did not know him and asked each other: Is this worthy of adoration?

तदग्रमवतुवजातवेद एतद्विजानीहि किमिदं यक्षमिति ॥३॥

ارتھ: انہوں نے اگنی سے کہا۔ اے اگنی اس بات کو معلوم کرو کہ یہ کون ہے اور کیا پوچھا کے لائق ہے؟

They spoke to Agni: Jataveda, do ascertain, whether this being is worthy of adoration.

तथेति । तदग्रमवतुवजातवेदकोऽसीत्यग्निर्वा अहमसीत्य ब्रवीजजात-
वेदा वा अहमसीति ॥४॥

ارتھ: اُس نے کہا بہت اچھا اور وہ یکیش کے پاس چلا گیا۔ برہمن نے اگنی سے پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ میں اگنی ہوں۔ اور جات وید میرا نام ہے۔

He replied: Be it so He ran up to him (Brahman) He (Brahman) said: who art thou? He answered: I am verily Agni; I am verily Jata veda.

तस्मिंस्तत्रायि किं वीर्यमित्यपीदं सर्वं दहेयं यदिदं पृथिव्यामिति ॥५॥

ارتھ: پھر برہمن نے پوچھا تم میں کیا طاقت ہے۔ اگنی نے جواب دیا۔ اس پر تقویٰ میں جو کچھ ہے۔ اُس تمام کو یکدم جلا سکتا ہوں۔

Brahman asked him: what power hast thou, who art of such a nature? Agni replied: I can even burn whatsoever there is on earth.

तस्मै तृणं निधावेतद्देहि । तदुपमेयाय सर्वजवेन तत्र यथाकदम्बं स
निवृत्तेनैतदशकं विज्ञातुं यदेतद्यक्षमिति ॥६॥

ارتھ: تب یکیش (برہمن) نے اگنی کے سامنے ایک تنکا رکھا اور کہا۔ اے جلاؤ۔ اگنی اُس تنکے کے نزدیک گیا مگر نہ زور لگایا مگر اُسے جلا نے میں سمجھ نہ ہوا۔ اس لئے اُس کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور بولا میں نہیں جانتا کہ یہ پوچھنے کون ہے۔

He placed a blade of grass before him saying: Burn this. Approaching it with all might, he could not burn it. He thence

returned saying : I could not ascertain, whether this being is worthy of adoration.

अथ वायुमब्रुवन्वायवेतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति ॥७॥

ارتھ :- اس کے بعد اُن دیوتاؤں نے وایو سے کہا۔ اے وایو۔ اس بات کو معلوم کر دو کہ یہ کون ہے۔ اور کیا پوچھا کے یوگیسے ہے؟
ترجمہ :-

They then spoke to Vayu : Vayu, do ascertain, whether this being is worthy of adoration.

तथेति । तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत्कोऽसीति वायुर्वा अहमस्मीत्यब्रवीन्मातरि-
रिधावा अहमस्माति ॥८॥

ارتھ :- اُس نے کہا بہت اچھا اور وہ یکیش کے پاس چلا گیا۔ برہم نے وایو سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میں وایو ہوں اور ماتریشوا میرا نام ہے۔
ترجمہ :-

He replied : Be it so. He (Vayu) ran up to him. He (Brahman) said : who art thou ? He answered : I am verily Vayu, I am verily Matarishva.

तस्मिन्वायि किं वीर्यमित्यपोदं सर्वमाददीय यदिदं पृथिव्यामिति ॥९॥

ارتھ :- پھر برہم نے پوچھا۔ تم میں کیا طاقت ہے۔ وایو نے جواب دیا۔ اس پر تھو میں جو کچھ ہے۔ اس تمام کو یکدم اڑا دے جا سکتا ہوں۔

Brahman asked him : what power hast thou, who are of such a nature ? Vayu replied, I can even sweep away what soever there is on earth.

तस्यै तृणं निदधावेतदादत्स्वोत तदुपश्रयाय सर्वं जवेन तन्न शशाका-
दातुं । स तत एव निववृते नैतदयकं विज्ञातुं यदेतद्यक्षमिति ॥१०॥

ارتھ :- تب یکیش (برہم) نے وایو کے سامنے ایک ترنگار کھا اور کہا اے اڑاؤ۔ وایو اُس تنکے کے نزدیک گیا۔ خوب زور لگایا مگر اُسے اڑانے میں سہارا نہ ہوا۔ اس لئے اُس کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور بولا میں نہیں جانتا کہ یہ پوچھیہ کون ہے۔
ترجمہ :-

He placed a blade of grass before him saying : Sweep away this. Approaching it with all his might, he could not sweep it away He thence returned saying : I Could not as certain, whether this being is worthy of adoration.

अथेन्द्रमब्रुवन्मघवेतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति तथेति तदभ्यद्रव-
त्तमभ्यवदत्कोऽसीति ॥ ११ ॥

ارتھ: اس کے بعد دیوتاؤں نے اندر سے کہا اے مکھون (مہاراج) آپ معلوم کریں کہ یہ پوجہ کون ہے۔ تب اندر نے کہا بہت اچھا اور کیش کے پاس گیا۔ مگر وہ اس کے سامنے غائب ہو گیا۔
ترجمہ:-

Then they spoke to Indra: Maghwan, do ascertain, whether this being is worthy of adoration. He replied: Be it so. He (Indra) ran up to him. He (Brahman) disappeared before him.

स तस्मिन्नेवाकाशे क्षियामाजगाम बहु शोभमानामुमां ।

हैमवर्तीतां होवाच किमेतद्यक्षमिति ॥१२॥ इति तृतीयः खण्डः ॥३॥

ارتھ: تب اندر نے اسی جگہ جس جگہ کے کیش انتر دھیان ہوا تھا۔ ایک نہایت خوبصورت عورت کو دیکھا۔ یہ ہمالیہ کی دختر بھگوتی اُما دیوی تھی۔ اور اُس کے پاس چلا گیا۔ بولا اے ماں۔ یہ پوجہ (کیش) کون ہے؟
ترجمہ:-

There in the ether he met with a woman, highly adorned, with Uma, the daughter of Himavat. He asked her: Is this being worthy of adoration?

Fourth Section.

सा ब्रह्मेति होवाच ब्रह्मणो वा एतद्विजये महीयध्वमिति ततो हैव

विदाश्चकार ब्रह्मेति ॥ १ ॥

ارتھ:- بھگوتی اُما بولی۔ ”یہ برہم ہے۔“ اور اسی کے کرم سے تم اُمروں پر فتیاب ہوئے۔ کہتے ہیں کہ تب اندر نے جان لیا کہ یہ برہم ہے۔
ترجمہ:-

She said, it is Brahman, for verily in this Victory of Brahman you obtained majesty. Hence (from the word of Uma) he (Indra) even knew Brahman.

ویاکیہا۔ ॥ देवेभ्यो ब्रह्म ह ॥ اُتیا دمی یہکتھا اوپر بیان ہوئے برہم دویا سمبندھی منتروں کی ہی تشریح میں لکھی گئی ہے۔ یعنی تہ تی بھگوتی نے اس اُیشد کے شروع میں جس سکھشتم سے سکھشتم برہم متوکو بتلایا تھا۔ عین اسی کا اُپدیش انکار کی ریتی سے اس کے اندر کیا گیا ہے۔ مگر ان دو طریق سے فقط برہم متوکو ہی بتلانا منظور ہے۔ یوں تو ایک ہی چیز کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم اُن کے اندر کچھ مشابہت بھی پائی گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ جس طرح شروع شروع میں بھگوتی تہ تی نے برہم کے سمبندھ میں کہا کہ وہاں (برہم میں) نہ تو آنکھ جاسکتی ہے۔ نہ کلام پونچتی ہے۔ نہ من جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی ہم خود جانتے ہیں کہ اسے (برہم متوکو) کیونکر سکھلا دیں۔ عین اسی طرح (کہانی کے اندر) دیوتا بھی اُس کیش میں اترے ہوئے برہم کو پہچان سکے تھے۔ کہ یہ کون پوجہ ہے۔ پھر اُنہی ایک دو سرے سے پوچھتے بھی تھے۔ اور سوال کرتے تھے۔ کہ یہ کون ہے۔ پھر وہ دیوتا

عین وہی ہیں جو ہمارے جسم کے اندر اندریاں میں اس لئے انہیں مثال اور تمثیل کے اندر یکساں بتلایا گیا ہے۔ پھر دیکھئے جوں ہی یکیش ان دیوتاؤں کے سامنے دکھائی دیتا تھا۔ یہ تمام چکرت اور تجب سے بھر گئے تھے۔ ٹھیک اسی طرح برہم تو کاساکیات کا بھی آئینہ روپ ہے۔ یہاں بھی پرش بہت ملتی ہے۔ اس کے بعد یکیش بھگوان نے انہی اور دیوتاؤں کے بل کا امتحان کیا تھا۔ مگر وہ اس کے اندر بالکل نکلے اور مرکز ثابت ہوئے تھے۔ نہ تو انہی ہی تنکے کو جلا سکا۔ اور نہ ہی والو اسے ہلا سکا تھا۔ اس تمام واردات سے آپند بھگوتی نے محض اس بات پر روشنی ڈالی کہ مرشد کئی پرہم برہم ہے۔ اور ہر اس کی شکست کی کسی کا اپنا ذاتی سامر تھ کچھ نہیں۔ جب ایشور کے سامان انہی اور دیوتا جیسے دیوتا بھی اپنا سوتن بل نہیں رکھتے تو اور اور جیووں کا کیا کہنا ہے۔ اور ٹھیک اسی بات کا اشارہ اس کین آپند کے دوسرے منتر نے کیا جب کہا کہ وہی کان کا کان ہے۔ اور من کا من ہے۔ وہی کلام کا کلام ہے۔ پران کا بھی پران ہے۔ آنکھ کی بھی آنکھ ہے۔ تو گویا بتلایا کہ ہر اس کے کان میں سننے کی۔ من میں سوچنے یا جاننے کی۔ کلام میں بولنے اور آنکھ میں دیکھنے کی طاقت نہیں یوں بھی ان ہر دو اپدیش کے اندر ایک ہی برہم تو کی شکست یابل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نیز اس کتھا کے اندر اندر کے پاس سے بھگوان یکیش کا فہم غائب ہو جانا اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ جتنا ہی جس کے اندر زیادہ متکبر ہوتا ہے۔ اتنا ہی اس کے پاس سے پرما غائب رہتا ہے۔ چونکہ انہی اور دیوتا کی نسبت اندر میں راجہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ابھیمان تھا۔ یکیش نے اس کے ساتھ بات تک نہ کی۔ مگر برہم کے اس فعل سے جب اس کا کفر ٹوٹ گیا اور وہ نہایت عجز اور نیاز میں داخل ہوا تو جھٹلے ہی اس نے بھگوتی پارتی کا دیدار پایا جو جیم برہم و قیا کی تصویر تھی۔ اس کی تعبیر بھی یوں سمجھئے کہ جب ہی انسان عجز و انکسار میں داخل ہوتا ہے۔ اور ریاضت اور تپ سے اپنے قلب کو پاک اور صاف کرتا ہے۔ انکا سے مراد ہوتا ہے۔ اور یوں پرما کا دیدار کے مستحق ہوتا ہے۔ تو اسی پرمانما راہ راست پر لانے کے لئے خود مرشد کی شکل میں ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کہانی کے اندر یکیش (برہم) خود بھگوتی پارتی بن گیا تھا۔ بھگوتی پارتی کا عین اسی جگہ سے ظاہر ہوا جہاں کہ یکیش غائب ہوا تھا۔ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ بھگوان یکیش اور بھگوتی پارتی میں کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ اور یہ بات فی الواقع درست ہے۔ کہ وہ بھی پرمانما خود گورو کے روپ میں اترتا ہے۔ تو گویا پرمانما اور گورو میں بھی کچھ بعید نہیں۔ اور جس طرح انا بھگوتی کے پرما سے اندر نے جانا کہ وہ برہم تھا۔ اسی طرح مرشد کامل کی مہربانی سے ہی بگیا سکو برہم کا اپر وکش وشن کرتا ہے۔ بھگوتی انا کے اپدیش سے اندر کو جب برہم کا گیان ہوا اور اس نے پہنچا یا۔ کہ فقط اس کی مہربانی سے ہی تم نے اسروں پر فتح پائی۔ اور اس جیت میں تم محض نام تار تھے تب اس کا مکمل تکرار ہو گیا۔ اور اس نے بھی طرح جان لیا۔ کہ یہ تمام برہم کی ہی بڑائی اور مہاں ہے۔ ہمارے نہیں۔ بلکہ ہمارے اندر جو کچھ بھی طاقت یا قوت ہے۔ وہ فقط برہم کی ہی ہے۔ ہم اس کے بغیر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ بھگوتی انا کے پرما سے اندر نے یوں جانا اور پھر اندر کے بھی اپدیش سے تمام دیوتاؤں نے اسے جوں کا توں جان لیا۔ یوں پر وہ جہل اٹھنے سے ان کا تمام پرچھین ابھیمان ٹوٹ گیا اور انہوں نے برہم کی بڑائی اور عظمت کو پہچانا اور آخر غنا میں داخل ہو تمام غنی ہو گئے۔ اس تمام داستان سے بس یہی ثابت ہے۔ کہ ہر ہی مرشد کامل کی مہربانی سے آدمی کا پرودہ غفلت ہٹتا ہے۔ اور اسے برہم کا اتم روپ سے ساکیات کا رہ جاتا ہے۔ تو وہ بھی ان دیوتاؤں کی مانند بے خود اور غنی ہو جاتا ہے۔ غنی کہ یہی برہم و دیا کا پیل ہے۔ کہ انا کا خود ہی کو چھوڑ کر گہربانی میں داخل ہوتا ہے۔

بھومکا۔ اب شرمی بھگوتی اس کتھا سے نورت ہو کر سو مترا ہوئی بیان فرماتی ہے۔

तस्माद्वा एते देवा अतितरामिवान्ययान्देवान्यदाभिर्वायुरिन्द्रस्ते ।

ह्येनचेदिद्यं पस्पृशुस्ते ह्येनत्प्रथमो विदाश्चकार ब्रह्मेति ॥ २ ॥

ارتھہ کیونکہ انی والیو اور اندر ان تینوں دیوتاؤں نے اس برہم کو سب سے پہلے پیش کیا تھا۔ نیز اور دیوتاؤں سے پہلے پہچانا تھا۔ اس لئے یہ تمام سے بڑھ کر ہوئے۔

ترجمہ :-

Therefore verily those gods, Agni, Vayu, and Indra, became excellent before the other gods ; for they nearest touched that Brahman ; they first knew that Brahman.

ویا کھیا۔ یہ برہم دیوا کی مہماں ہے کہ جو برہم کو جانتا ہے۔ وہ سب سے بڑا ہو جاتا ہے۔ چونکہ اور دیوتاؤں کی نسبت ان تینوں نے سب سے پہلے برہم کو پہچانا تھا۔ اس لئے یہ تمام سے بڑھ کر ہوئے بلکہ ان کے اندر جو شوکتی برہم پر بخش دیکھتے ہیں۔ وہ انہیں فقط اس برہم کے جان لینے سے ہی پر اپت ہوئی تھی۔ دیکھتے کو کہ میں انی اور والیو کی شکتی کس طرح پر بردہ۔ اپنے ناظرین انی اور سورج کے اندر بھید نہ سمجھیں۔ سورج اگر چاہے تو سنار بھر کو ایک منٹ کے اندر رکھ کر دے۔ اسی طرح ہوا بھی اڑانا چاہے تو دم بھر میں سارے برہما کو اڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دے۔ مگر نہیں انہیں ایشور سب شکتیمان کی آگیا نہیں۔ یہ دونوں نیرت ہو کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اور سچ مجھ جب پر لے کال میں ایشور کی مرضی اس جملہ پر پہنچ ختم کرنے کی ہوتی ہے تو یہی سورج اور والیو تم سمجھتے کہ تو ختم کر دیتے ہیں بھی موجب بن جاتے ہیں۔ مگر یقین کرو کہ ان کے اندر یہ بڑا ہی جیسا کہ یہ اپنے تئیں بتلاتا ہے۔ محض اس لئے آئی کہ انہوں نے برہم کا سب سے پہلے اپروکش پایا۔ لیکن اسجان کو اس کے اندر فی الفور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر برہم گیان کا پھل یہ ہے کہ ایسے جاننے والے کے اندر امنت شکتی آجاتی ہے۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ اس سنار کے اندر ایسے بیشمار عارف اور گیانی لوگ موجود ہیں جنہوں نے برہم کو اتم روپ سے بخوبی جان لیا ہوتا ہے۔ مگر ان کے اندر کوئی خاص شکتی کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر سچ شکتیوں کا ہی آ جانا اتم گیان کا پھل ہے۔ تب تمام جیون مکت گیانیوں کا بھی شکتی شالی ہونا ضروری ہے ۶۷ ٹھیک ہے۔ ایسے ہی ہونا لازمی تھا۔ مگر جان لو کہ ایسے مکت پرانیوں کا بھی مفہوم بڑا پر ابدہ کرم ایک ایسی بھاری بکاوٹ ہوتی ہے کہ باوجود اس بات کے کہ انہوں نے برہم کو جوں کا توں اوبھو کیا ہوتا ہے۔ تو بھی ان کے اندر کوئی خاص شکتی کا ظہور نہیں ہوتا۔ ہاں اہم فی الواقع میچھ ہے کہ بعد ختم ہونے پر بڑھ بھوک یعنی بعد کہ نے اس جسم کے ان کے اندر بھی یہ تمام طاقتیں اس طرح چلی آتی ہیں جس طرح سمندر میں نہریاں بہی وجہ ہے کہ ہمارے آچار یوں نے بعد موت عارف کو عین ایشور ہونا بھی بتلایا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر منش شرمی کے اندر سگن برہم دیا مکمل ہوتی ہے۔ تو ایسے یوگی انسان میں جیتے جی بھی کئی طاقتیں خود بخود چلی آتی ہیں جو کہ فی زمانہ اس کہ یا یوگ کا انوشٹھان و دنیا کے اندر کافی کم ہو چکا ہے۔ لہذا ایسی خاص طاقتوں کا ظہور ہم بہت کم دیکھتے ہیں۔ بلکہ آخر یہ امر صحیح ہے کہ برہم گیانی یوگی و شکتی کے اندر جیتے جی یا بعد موت امنت طاقتیں خود بخود برویش کرتی ہیں۔ اس پر کچھ عجیب عجیب باتیں ہیں۔

بھومکا۔ اور چونکہ اگنی اور دیو نے بھی اندر کے اُپدیش سے پہلے پرش کیا تھا۔ اور اتم روپ سے بھی انوبھو کیا تھا

तस्माद्वा इन्द्रोऽतिवराभिवान्यानदेवान्स ह्येनवेदिष्ठं

पश्यंश्च स ह्येनत्प्रथमो विदाञ्चकार ब्रह्मेति ॥ ३ ॥

ارتقا۔ اس لئے اندر بھی اگنی اور دیو سے بڑھ کر مہا کیونکہ اُس نے برہم کو ان دونوں دیوتاؤں سے پہلے پرش کیا تھا۔ اور اتم روپ سے بھی انوبھو کیا تھا۔

ترجمہ:-

Therefore verily Indra became excellent before the other gods; for he nearest touched that Brahman; he first knew that Brahman.

دیا گیا۔ گو کمیش روپ برہم کا جلوہ ایک ہی بار اندر اگنی اور دیو آدمی تمام دیوتاؤں کو اکٹھے ہوا تھا۔ مگر وہ برہم تھا۔ اس قسم کا اُپدیش سب سے پہلے بھگوتی اُما کی مہربانی سے اندر کو ہوا۔ اور یہ ٹھیک ہے کہ کسی بھی نامعلوم چیز کی نسبت جب تک کوئی مہربان شخصیت نہیں بتلا دے۔ اُس چیز کا کبھی بھی اپروکش گیان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کتنی ہی ظاہر اور سامنے کیوں نہ ہو۔ اس لئے تمام دیوتاؤں کے پاس کمیش برہم قطعی طور پر سامنے آیا ہوا بھی بروکش ہی رہا۔ اور اسی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اندر کی طرح انہیں بھی پہلے ہی گیان ہوا۔ ہاں یہ امر صحیح ہے کہ زراں بعد اندر کے اُپدیش سے اگنی اور دیو اور پھر ان کے دوارہ باقی تمام کے سمجھ میں آ گیا۔ لیکن یہاں اندر کو اس لئے سب سے بڑا یا ترو کی پتی بتلایا کہ اُس نے برہم کو سب سے پہلے جانا۔

तस्यैव आदेशो यदेतद्विद्यतो व्युत्पत्ता ३ इतीन्त्यमी मिषदा ३

इत्यभिदैवत् ॥ ४ ॥

ارتقا۔ اُس برہم کا یہ اپاسا سمبندھی اُپدیش ہے جو کہ بجلی کی چمک یا آنکھ کی جھمک کی طرح ہوا تھا۔ یہ برہم کا دھمی دیو روپ ہے۔

ترجمہ:-

This is a declaration in illustration of him, he shone forth like the splendour of the lightning; he dis-appeared like the twinkling of the eye. This is the comparison of Brahman with reference to the deities.

دیا گیا۔ چونکہ دیو بھاد یعنی ایک خاص دیو دیکھتی کو اُلمین کر کے یہ برہم کا اُپدیش تھا۔ اس لئے یہ اُپما اُپدیش یا دھمی دیو روپ اُپدیش ہے۔ برہم۔ چونکہ بذات خود بے چوں و پیرا ہونے کی وجہ سے کوئی اُپما یا مثال نہیں رکھتا۔ تو بھی تھر تھی بھگوتی اُسے ایک اُپما یعنی اُلمین سے اُپدیش کرتی ہے۔ اس لئے یہ اُس برہم کا دھمی دیو اُپدیش کہلاتا ہے۔ اور پھر یہ بجلی کی جھمک یا آنکھ کی جھمک کی طرح تھا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ برہم بجلی کے برکاش کا مانند یا آنکھ کے سامنے سے روشنی کے

چھپ جانے کی مانند اپنے آپ کو ایک بار دکھلا کر دیوتاؤں کے پاس سے غائب ہو گیا تھا۔
بھومکا:۔ اب اس کے بعد جس برہم کا اُد پر ادھی دیو روپ سے آدیش ہوا ہے۔ اُسی کا ادھیاتم روپ اُدیش ہوتا ہے

अथाध्यात्मं यदेतद्ब्रह्मतीवच मनो ऽनेन

चैतदुपस्मरत्यमीदृशं सङ्कल्पः ॥ ५ ॥

ارتھ:۔ یہ من جو جاتا ہوا کہا جاتا ہے۔ مانو برہم کو ہی دشتے کرتا ہے۔ اس طرح اُپاسنا کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے
ہی سادھک برہم کا سمرن کرتا ہے۔ اور ایسا سنگلپ ہی ادھیاتم اُدیش کہا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ Then follows a comparison of Brahman with reference to the soul. The mind approaches, as it were to this Brahman; by the mind one recollects him—by the mind he is again and again ascertained.

دیا گیا۔ اس منتر کے اندر برہم کا ادھیاتم روپ ہے اُدیش بتلایا گیا ہے۔ ساکشی جیتن سمدھی اُدیش کو ادھیاتم اُدیش
کہتے ہیں۔ اب اسے تشریح کے ساتھ سنو۔

یہ من جو یکے بعد دیگرے خیالات کو لئے جاتا ہے۔ مانو برہم کو ہی دشتے کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح سادھک اس من سے
بار بار جب برہم کا سمرن کرتا ہے۔ تو ایسا سنگلپ ہی اس برہم کا ادھیاتم اُدیش کہلاتا ہے۔ برہم چونکہ من روپ اُپادھی والا
ہے۔ اس لئے من کی برتیاں اُس کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور وہ اُن کے اندر ہی چمکتا دیکھا گیا ہے۔ ادھی دیو اُدیش کے اندر اسے
بجلی کی چمک یا چشم زدن کی مانند بتلایا گیا تھا۔ اور ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مگر اس ادھیاتم اُدیش میں وہ من کی برتیوں کے
ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوں ہم اُسے ہر وقت اُنو بھو کر سکتے ہیں۔ چونکہ قلب کے اندر خیالات
کی کمی نہیں۔ لہذا اُن کے ساتھ متعلق ہوا یہ ہر وقت جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے ادھیاتم کا مرتبہ ادھی دیو کی نسبت نہایت اعلیٰ
اُتھ اوسچا ہے۔ اور یوں معمولی قفل والے انسان کی سمجھ میں بھی آسکتا ہے۔ درنہ نر اُپادھک اور نر اُدیش برہم کا جلوہ عامیان سے
کو سوں دور ہے۔ اور نہ ہی دیوتاؤں کی مانند اس کا جلوہ انہیں آسانی سے ہو سکتا ہے۔ بس من کی برقی کے ساتھ ساتھ اس
کا اُنو بھو ہونا نہایت اعلیٰ ترین کیتی ہے۔ اور یہ ہی اس برہم کا ادھیاتم اُدیش کہلاتا ہے۔
بھومکا:۔ پچھلے منتر میں برہم کی اپانا کا طریقہ بتلایا۔ اب اس اپانا کے پر کرن میں ”تدوان“ نام سے اس برہم کی اپانا کو
کہتے ہیں۔

तद् तद्वनं नाम तद्वनमित्युपासितव्यं । स य एतदेवं

वेदाग्नि हैनं सर्वाणि भूतानि संवाञ्छन्ति ॥ ६ ॥

ارتھ:۔ وہ یہ برہم ”تدوان“ نام والا ہے۔ اُس کی اس نام سے اپانا کرنی چاہیے۔ جو اس نام سے برہم کی اپانا کرتا
ہے۔ اُسے سب بھوت پرانی چاہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ He is verily to be worshipped by the name "Tadwan".

All beings pray to him who thus knows that Brahman.

دیا گیا:۔ "تم" کے معنی "اُس" کے یعنی برہم کے ہیں اور "وہ" اُسے کہتے ہیں۔ جو وہ نے لوگ یعنی بھجن کرنے کو کہہ ہوئے۔ یوں ان دونوں پدوں کو لا کر "تدو" اُپاسیہ برہم کا ہی نام ہے۔ مطلب شرتی بھگوتی کا اس نام کی اُپاسا سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن ادھیکاری پرشوں نے سارخ اور جھوٹ کی امتیاز کر کے بخوبی جانا ہے۔ کہ اس سنار کے اندر وہ نے لوگ فقط ایک پر ماتما کی ذات ہے۔ وہ یہ جان لیتے ہیں۔ کہ کجرا اُس کے تمام مٹھیا اور معدومی معلوم ہونے کے باعث اُپاسا کے یوگیہ نہیں۔ چنانچہ جو بھگت یا ایشور پریمی اس یقین سے "تدو" اس نام کی اُپاسا کرتا ہے۔ اُسے تمام بھوت چاہتے ہیں اور اسی کے ہوتے ہیں۔

یکمش کی کتھا کے زور پین کرنے کے بعد اسی کھنڈ کے دوسرے منتر میں ہم نے یہ بھومکا لکھی تھی۔ کہ اس یکمش کی کتھا سے لوٹ کر شرتی بھگوتی سو منتر روپ سے بیان کرتی ہے۔ اور ٹیک اس کے مطابق اگلے کئی ایک منتروں کی دیا گیا کی گئی۔ مگر بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ تمام منتر بھی بھگوتی ادا دیو می نے دیوارج اندر کہے تھے۔ اس لئے اب انہیں منتروں کی شرتی دیا گیا کے اندر ہی از میر لو دوسرے طریق پر بیٹھے۔

پھر انہوں نے ادا دیو سے پوچھا کہ اے ماں۔ کس طرح اُسے ہم ہمیشہ بھی دیکھیں اور پاویں۔ اُس نے کہا بیٹا۔ اُس کا پانا بڑا مشکل ہے۔ یہ تو جس طرح بجلی چمکتی ہے۔ اُسی طرح چمکتا اور مخفی ہو جاتا ہے۔ یہ جو ادا دیو اور بھلیاں چمکتی ہیں۔ اُن سب میں ہے۔ اور یہی اُن میں آیا چمکتا ہے اور یہ تو تمہارے کتھر توڑنے کے لئے آنکھ کی جھپک کی طرح مجسم ہو کر آیا تھا۔ اور چشم زدن میں اندر دھیان بھی ہو گیا تھا یہی اس کا ادھی دیو مرتبہ ہے۔ لیکن اس طرح اُس کا دیکھنا واقع میں اس کا وصل نہیں۔ وصل کی وجہ دوسری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح باہر سب میں دیا گیا ہے۔ اُسی طرح یہ تمہارے اندر بھی دیا گیا ہے۔ جب تم انتر مکھ ہو کر اُسے اپنا اتم روپ مان کر پہچانو گے۔ تو وصل پاؤ گے۔ ورنہ بڑی بھگتیوں اور بڑے پنوں سے اپنے بھگتوں کے لئے سبکھی کبھی بجلی کی جھپک کی طرح یا آنکھ کی جھپک کی طرح مجسم ہوتا ہے۔ اور اندر دھیان ہو جاتا ہے۔ مگر وصل چاہو تو اپنے اندر منور ہوتوں کو دیکھو۔ یہ جو من میں منکپ اُٹھتے ہیں۔ اُن میں ساکشی آتما کا نور منعکس ہوتا ہے۔ یہی اُس کا ادھی اتم روپ ہے۔ اُسے جو پہچانتا ہے۔ اور اپنا آتما جانتا ہے۔ اُس سے وصل پاتا ہے۔ ادھی دیو روپ میں جو ملتا ہے۔ اُس سے ایک نہیں ہوتا۔ بلکہ خوف میں رہتا ہے۔ مگر ادھی اتم میں اس سے ایک ہوتا ہوا ہوتا ہے جس آتما کہ بھگوتی ادا بھی غائب ہو گئی۔ اور یہی اُن چند منتروں کی پھر سے دیا گیا کی گئی ہے۔

بھومکا۔ اس کے بعد شرتی بھگوتی برہم دیا کی پراپتی میں چند سادھنوں کو کہنا چاہتی ہے۔ اس لئے خود ہی شش کا سر روپ بنا کر سوال اُٹھاتی ہے۔ یا یوں سمجھو۔ کہ جو کچھ اوپر اس کین پند کے منتروں میں شروع سے اخیر تک بتلایا گیا ہے۔ وہ عین برہم دیا کا ہی زور پین تھا۔ فقط اس امر کی تصدیق کرنے کی غرض سے آپ ہی شش ہو کر سوال کرتی ہے۔ اور خود ہی گورو پین کر جواب دیتی ہے۔ یوں اس اگلے منتر کی دو پرکاش سے بھومکا ہو سکتی ہے۔

उपनिषदं भोव्रहीत्युक्ता त उपनिषद्वाह्यावावत उपनिषदमब्रमेति ॥७॥

اٹھ:- (اے گورو دیو) مجھے اُپنشد کہو؛ گورو نے جواب دیا۔ تمہارے لئے اُپنشد کہی جا چکی ہے۔ نشے کر کے برہم سمجھنی

اپنشد ہم نے نہیں کہی ہے۔

The pupil speaks : O venerable, tell the Upnishad.

The teachers answers : The Upnishdas is made known to thee, we have explained to thee the Upnishad referring to Brahman.

ویا کہیا :- برہم سمبندھی ایشد کو ایک بار اچھی طرح گورو سے سُن لینے پر بھی "उपनिषदं भोवहि" یعنی اے آپاریہ مجھے اپنشد کہو اس قسم کے شش کے سوال کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اگر اُس نے سنی ہوئی بات کے متعلق ہی پھر پوچھا ہو۔ ایسا سمجھا جاوے تو یقیناً ایسا پوچھنا "چریت چرین" یعنی چاہے ہوئے کو پھر چاہے کی طرح فضول اور دیر غم ہو گا۔ اور اگر پہلے بتلائی ہوئی تمام اپنشد مکمل نہیں تو "अस्माच्छ्रौकादमृता भवन्ति ॥" یعنی بعد موت اُھر ہو جاتے ہیں۔ اس کو یہ کہے ہوئے برہم و دیا کے پھل کا رُوپن بھی اسکتا ہے۔ اور چونکہ مندرجہ بالا منتروں کے اندر اپنشد سمبندھی کوئی بات چھوڑی بھی نہیں ہے۔ اندرین حالات اس کا کیا حل ہونا چاہیے۔ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے ؟

یہاں عین اس موقع پر جبکہ تمام اپنشد پھل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ اس قسم کے شش کے سوال کا یہ ہی مطلب سمجھا جائے گا۔ کہ وہ گورو سے یہ جاننا چاہتا ہے کہ کیا یہ برہم سمبندھی اپنشد کو بخش روپ پھل کے پیدا کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ یا اپنے ساتھ اور سادھنوں کی بھی ایک مشاکبتی ہے۔ اگر سچ چچ یہ سو منتر ہے۔ تو آچار یہ کہ ویا کہنا چاہیے، کہ اس سے پہلے اور کچھ تو نہیں۔ اور دوسرے بخش میں اگر واقعی اسے کچھ سادھنوں کی ضرورت ہے۔ تو اُن سادھن سمبندھی اپنشد کو بتلانا چاہیے۔ اس طرح اگر شش کے دل کی بات کا انومان کیا جاوے تب اُس کا جواب یہ ہے کہ گو آچار یہ نے برہم و دیا سمبندھی اپنشد کو بخوبی کہا ہے۔ مگر شش اس بات کی اچھی طرح تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ کیا واقعی اُسے وہ اپنشد کہی گئی ہے جسے اُس نے پوچھا تھا۔ چنانچہ جواب میں آچار یہ نے کہا کہ ہاں تمہارے لئے نیچے کر کے برہم و دیا سمبندھی اپنشد ہم نے کہی ہے۔

مگر پھر بھی یہ شک ہوتا ہے کہ محض اس تصدیق کے لئے ہی ایسا سوال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگلے منتر میں تب دم اور کرم وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ جو ویدانتوں کے اندر سہکاری سادھن شمار ہوتے ہیں ؟ (جواب) ٹھیک ہے کہ اگلے منتر میں تب دم اور کرم کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر جان لو کہ وہ تمام سادھن گو برہم و دیا ایتھی میں کارن ہوتے ہیں۔ لیکن موکش روپ پھل کو فقط ایک برہم و دیا ہی اُدے کرتی ہے۔ جس طرح دیپک (چراغ) کی ایتھی میں تیل روئی برتن اور دیاسلانی وغیرہ ان تمام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اندھ اور کرنے میں فقط ایک روشنی ہی درکار ہے۔ اسی طرح برہم و دیا کی ایتھی میں گو تب دم اور کرم آدمی تمام سادھن بتلائے جاتے ہیں۔ مگر ویا (جہل) نورنی پوربک سب دکھوں کی نورنی اور پرمانند کی پرلپتی جو عین موکش کا سرور ہے۔ بجز برہم کیان نامکن ہے۔ اس لئے اگلے منتر کے اندر جن تب دم اور کرم کا ذکر کیا گیا ہے وہ قلب کی صفائی میں ذریعہ تو ہیں۔ مگر برہم و دیا کے ساتھ مل کر موکش میں سہکاری سادھن نہیں۔ اس لئے جو اپنشد پھل کے ساتھ اوپر منتروں میں بیان ہو چکی ہے۔ وہ مکمل ہے۔ اور شش فقط اس تصدیق کے لئے ہی پوچھتا ہے۔ کہ اے آپاریہ مجھے اپنشد کہو۔ اور آچار یہ اُسے درست جواب دیتا ہے کہ وہ اپنشد تمہیں اچھی طرح کہی جا چکی ہے۔

اس کے علاوہ کبھی سے بھی اسے یوں سمجھو کہ جملہ تب دم اور کرم آدمی کا ادھیکاری ورن اشٹمی پرش ہے جسے یہ

وانست ہے۔ کہ اس دن یا آئندہ والائیں ہوں۔ اور یہ کرم میرا کرو یہ ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ ایسے انسان کے لئے ہی وید اچوت
وہرم کرم کو بیان کرتا ہے۔ نہ کہ دوسرے کے لئے اور وہرم کرم گتھوں کے اندر علیحدہ علیحدہ دہرم کرم کا ذکر بھی اس لئے ہوا
ہے چنانچہ جو انسان جس دن یا جس جس آئندہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ وہ مخصوص دہرم کرم وید نے نشیجہ کئے
ہیں جن کے باعث آئندہ کرن کی شدھی ہونے سے یہ برہم گیان کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ لیکن جس اتم ادھیکاری کے لئے
بعد ان وہان وہرم کرم تمام کر یا کارک اور پھل کو انت بدھی سے تیاگ کیا ہو۔ اس کے بعد کپ ان کا انوشٹھان سا دھن
روپ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے تو مہرب کرم تیاگ ہی وید بتلاتا ہے۔ اور کہا بھی ہے۔

“ मोक्षमिच्छन्सदा कर्म त्यजेदेव ससाधनम् ।

त्यजतैव हि तज्ज्ञेयं त्यक्तं प्रत्यकपरं पदम् ॥ ”

یعنی موکش کا خواہشمند سا دھن کے ساتھ تمام کرم کا تیاگ کرے۔ تیاگ کرنے سے ہی تیاگی کو اپنے انتر آتما موکش
یہ کی پراپتی ہوتی ہے۔ شرمید بھگوت گیتا کے اندر بھی ” योगारूढस्य तस्यैव शमः कारणमुच्यते “ یعنی اوروڑھ
یوگ پرش کے تائیں کرم کا تیاگ ہی کارن ہے۔ کہا ہے۔ اس لئے بھی انکے منتر کے اندر بتلائے ہوئے سا دھن فقط صفائی
قلب میں مخصوص ہیں۔ گیان کے ساتھ مل کر موکش میں سہکاری سا دھن نہیں۔ موکش فقط برہم ودیا سے ہوتی ہے۔ جسے
برہم تشریح کے ساتھ اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ بیان اپنی جگہ پر عین مکمل ہے۔ اور یہ سوال کہ اے آپا ریہ۔ مجھے ایشد کہو معرفت
تصدیق کی غرض سے ہے۔ اس سے مجھ اور کچھ مطلب اس سوال کے اندر نہیں۔
بھومکا۔ جس برہم ودیا سمبندھی ایشد کا اوپر کئی منتروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس کی پراپتی کے لئے سا دھنوں کو
شرتی بھگوتی بتلاتی ہے۔

तस्यै तपो दमः कर्मेति प्रतिष्ठा वेदाः सर्वाङ्गानि सत्यमायतनम् ॥ ८ ॥

ارتھ:- اوپر کئی ہوئی براہمی ایشد کے تپ۔ دم۔ کرم۔ وید اور ویدانگ یہ پرشٹھائیں۔ اور ستیہ آئین ہیں
ترجمہ:-

The means for its obtainment are :

Restraint of the senses, subduing of them and work; the
Vedas with all their parts are its foundation, and truth its abode.

وہا لکھا۔ اس برہم ودیا میں تپ دم کرم وید اور ویدانگ نیز ستیہ یہ تمام سا دھن ہیں۔ ان کے مکشن ہم نیچے کہتے
ہیں (۱) تپ:- شرمید اندرے اور من کی بھادک کر یاؤں کو نزدک کر کے شامروکت مارگ میں چلانے کا نام تپ ہے۔
(۲) دم:- وشپوں سے اندریوں کا دمن دم کہلاتا ہے۔
(۳) کرم:- گو خاص طور پر اگنی ہو تر کا انوشٹھان ہی کرم نام سے کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں اپنے اپنے دن اور آئندہ کے
مطابق جو دہرم وید نے ودھان کئے ہیں۔ وہ سب کرم ہی سمجھنے چاہئیں۔
(۴) وید اور ویدانگ:- رگ آدی چار وید اور سگنشا آدی چھ وید کے انگ ہی وید اور ویدانگ کہلاتے ہیں۔ مگر یہاں ان

سے بھی مراد سوادھیا کے کی ہے جو مکش نارگ میں ایک نہایت اعلیٰ اور ضروری سادھن مانا گیا ہے۔ اور آخر میں ہے۔
 (۵) ستیہ۔ من بانی اور شریکے اندر جو شکپٹ بھاوئے اُسے ہی ستیہ کہتے ہیں۔ یہ اور اور نہیں کہے ہوئے بھی ایک
 سادھنوں کے ایک مکش ہیں۔ مگر چونکہ یہ خاص طور پر جانے گئے ہیں۔ اس لئے شری بھگوتی نے ان کو نہایت ضروری سمجھ کر لکھا ہے
 اور پھر ان کے اندر بھی اس نے ستیہ کو اور بھی ترجیح کے ساتھ کہا ہے۔ ”**आयतनम्**“ کے معنی آشرے کے ہیں۔ اور
 آشرے وہ ہوا کرتا ہے جس میں کوئی چیز ٹھہرے۔ مطلب شرتی کا یہ ہے کہ یہ کوپر بتلائی ہوئی برہم و دیا محض ستیہ میں ہی
 ٹھہرتی ہے جس طرح شیرنی کا دودھ سونے کے ہی برتن میں ٹھہر سکتا ہے۔ اسی طرح ست آدمی سادھن سمپن ادھیکاری میں
 ہی یہ برہم و دیا پھلی بھوت ہو سکتی ہے۔ شویتا شتر ایشد میں کہا بھی ہے۔

यस्य देवे परा भक्तिर्यथा देवे तथा गौ ।

तस्यैते कथिता ह्यर्थाः प्रकाशन्ते महात्मनः ॥

یعنی جس کی دیو (پرما) میں پرہم بھگتی ہے۔ اور جیسی ہی پرمانا میں ہے۔ ویسی ہی جس کی ست گوروں میں ہے۔ اُس کے دل و
 دماغ میں ہی تمام وید ویدانت کا مطلب کھل جاتا ہے۔ اس لئے جب تک آدمی کا تل اور وکشیپ نشکام کرم اور نشکام
 اپاٹ سے دور نہیں ہوتا۔ برہم و دیا پیدش کے دیئے جانے پر بھی یا تو رکھ میں آہوتی کی طرح بالکل ضایع چلا جاتا ہے۔ اور یا
 اُس سے بالکل الٹا ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ برہم و دیا ادھیکاری ہو کر ہی اپاریوں سے لی جاوے
 ادھر سمرتی بھی فرمائش کرتی ہے کہ۔ ”**ज्ञान मुत्पद्यते पुंसां ध्यात्वापस्य कर्मणः**“ یعنی پاپ پر دتی کے مٹنے پر ہی
 جیوؤں کو گیان کی اُپتی ہوتی ہے۔

مول شرتی کے اندر ॥ **इति** ॥ پاٹھ ہے۔ وہ اوراد ॥ **अमानित्वमदाम्भित्वं** ॥ آدمی تہہ گنوں کے بھی ایک مکش کے لئے ہے
 اس کے بعد ॥ **प्रतिष्ठा** ॥ پاؤں کو کہتے ہیں جس طرح آدمی کے سارے جسم کا بوجھ پاؤں پر ہوتا ہے۔ اُسی طرح یہ برہم و دیا کا ادھا
 بھوت بھی تپ دم اور کرم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے بغیر پاؤں کوئی کھڑ نہیں ہو سکتا یوں ہی ان تپ آدمی سادھنوں کے بنا
 یہ برہم و دیا ٹھہر نہیں سکتی۔ یہاں شرتی انکار سے بھی پیدش کرتی ہے۔ تپ دم اور کرم کو پر تشٹھا یعنی پاؤں بتلاتی ہے اور
 کرم اور گیان کے پرکاشک ویدوں کو جسم کے اور اور انگوں کی طرح کہتی ہے۔ اور ستیہ کو آیتن یعنی آسن نام دیتی ہے۔ کہ
 جس پر برہم و دیا استھت ہوتی ہے۔ ستیہ کا دودھ مر نام مہرتا ہے جس کا مطلب ہے کہ آدمی اندر باہر سے یکساں ہو۔ اس
 لئے جو لوگ چھل کپٹ اور جھوٹ سے خالی ہیں۔ اور پر کرتی سے شانت اور ساوہو بھاؤ ہو گئے ہیں۔ انہیں میں برہم و دیا
 آشرے لیتی ہے۔ گو تپ آدمی میں ہی تو ستیہ کا بھی گرہن ہو سکتا تھا۔ مگر شرتی بھگوتی اسے علیحدہ خاص طور پر اس لئے کہتی
 ہے کہ اور اور سادھنوں کی نسبت یہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ نیز اس ستیہ کی مہاں میں سمرتی بھی ہے۔

अश्वमेध सहस्रं च सत्यं च तुलया धृतम् ।

अश्वमेध सहस्राञ्च सत्यमेकं विशिष्यते ।

جس کا مطلب ہے کہ ہزاروں اشو میدھ یگیہ سے بھی ستیہ پالن سریشٹ ہے۔ بس کب لیا اب اس تمام منتر کا یہ
 کہ انسان کو برہم و دیا کے ادھیکاری بننے کے لئے ان تمام سادھنوں کا انوشٹھان کرنا چاہئے۔ ورنہ گوڑوں سے نہایت

کی ہوئی بھی برہم و دیا سچل نہیں ہوتی۔
 بھومکا :- اب اس آخری منتر میں اس اُوپر کہی ہوئی برہم و دیا کے پھل کو بتلاتے ہوئے اس کین اُپنشد کو سمپت کرتے ہیں۔

यो वा एतामेवं वेदापहत्य पाप्मानमनन्ते स्वर्ग लोके ज्येये ।

प्रतितिष्ठति प्रतितिष्ठति ॥९॥ इति चतुर्थ खण्डः ॥४॥

اور ترجمہ :-
 جو نیچے پورک اس اُپنشد کو جس طرح یہ نروپن ہوئی ہے جانتا ہے وہ پاپ کو ناش کر کے ننت مہان سورگ لوک میں استھت ہوتا ہے۔ استھت ہوتا ہے۔

Whoever knows this Upnishad in such a manner (as it has been described) after having shaken off all sin, abides in the Eternal, glorious place of heaven, abides in heaven.

وہا کہیا :- ”کےنے پیتم“ اتیادی منتر کے دوارہ کہی ہوئی اور ”ब्रह्म ह देवेभ्यः“ اتیادی آکھیان کے دوارہ استی کی ہوئی اس کین اُپنشد کو جو وہاں بھاگیہ جانتا ہے۔ اور شرور منن اندھیا سن دوارہ اسے ٹھیک اپنے اُو بھوم میں اُتارتا ہے وہ اودیا کام اور کریم روپ پاپ کو چھوڑ کر اننت یعنی جس کا انت نہیں اور مہان یعنی جس کا پار نہیں۔ ایسے شکھ مہروپ اور پرکاش روپ آتم تو میں لین ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر چم مرن کے چکر میں نہیں آتا۔ گو اس سے پہلے بھی ”प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति“ یعنی بعد موت اُمر ہو جاتا ہے۔ اس منتر دوارہ برہم و دیا کا پھل بیان کرتے ہیں۔ تو بھی اُپنشد کی سمپتی میں پھر اُس کا اودا مانتی سمجھنا چاہیے۔ یہاں ”اننت“ ”پد اور مہان“ ”پد سورگ کے دو وشیشن پڑے ہیں۔ اس لئے دیوراج اندر کر کے ادھشتت سورگ لوک وشیشن سے یہاں مطلب نہیں۔ کیونکہ وہ ”यत्“ یعنی جو جو کسج ہے سو سو اننت ہے اس نیاٹے کے مطابق انت ہے۔ اور اُسے پر اپت کرنے والا بھی بعد ختم ہونے پن کہہ گرتا ہے۔ ”यत् कृतं तत्तदनित्यम्“ یعنی جو کسج ہے سو سو اننت ہے۔ اس لئے یہاں سورگ سے مراد شکھ مہروپ آتم تو ہی ہے۔

نیز مہول منتر میں पाप्मानम् پد سے بھی پر سدھ پاپ کا گہر من نہ کہنا بلکہ پر گہر ان اوسار پاپ پد کا ارتھ مہول آگیان یعنی اودیا (پہل) ہی لیا جاوے گا کیونکہ فقط اسی جہل کی ناشک ہی تو یہ برہم و دیا ہے جسے اس کین اُپنشد میں درشا یا گیا ہے۔ اور در حقیقت یہ مہول اودیا تمام دکھوں کی بیج اور جڑ ہے۔ اس کے ناش ہونے پر تمام دکھوں اور کلیشوں نیز جنموں کی پر میرا شانت ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو آخر میں شرتی بھگوتی نے اننت اور مہان سورگ میں ودوان کی استھتی بیان کی ہے وہ بھی محض کہن تار ہے۔ کیونکہ بجز اودیا یعنی جہل برہم اور جیو کے درمیان کوئی اُمر عاقل نہیں۔ بس جو نہی یہ برہم دہ جہل اٹھ جاتا ہے۔ یہ جیو جو پہلے بھی برہم ہی تھا۔ عین برہم روپ سے استھتی کرتا ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے۔ اور ٹھیک اسی بات کو شرتی بھگوتی فقط اودا واکری ہے۔ دوبارہ प्रतिष्ठति پد اس کین اُپنشد کی سمپتی کے لئے دیا گیا ہے۔

تراکے وحدت

عقل سے محدود وہ محدود ہو سکتا نہیں
خالق و مخلوق فانی ہیں گمراہے رازواں
ظلمت جہل خودی سے کیا تعلق ہو مجھے
جو خدا ہے غیر میری ذات سے آنکھیں
اُس نے دل کو تامل سے ہونہ ایمان خلیل
وہ کسی صورت مرا معبود ہو سکتا نہیں
مگر کٹا کر راہ حق میں کوئی موہن دیکھ لے
یہ وہ سووا ہے کہ جو بے سکود ہو سکتا نہیں

از قلم شری موہن مورتی جی موہن

خاص سالہ اوم کے ایشور انک کیلئے
جنوں کے عہد کو لانے کی بات کرتا ہوں
خدا سے آنکھ ملانے کی بات کرتا ہوں
میں اُس سے پہلے زمانے کی بات کرتا ہوں
میں وہ حجاب اٹھانے کی بات کرتا ہوں
اک ایسے بھولے فسانے کی بات کرتا ہوں
کسی کا راز چھپانے کی بات کرتا ہوں
مگر میں کتنی ٹھکانے کی بات کرتا ہوں

بات کرتا ہوں

جہاں ہوش پہ چھانے کی بات کرتا ہوں
حجاب دید اٹھانے کی بات کرتا ہوں
وہ جو میں نہیں آیا تھا پیکر خدا کی
پڑے ہوئے میں جو پردے نگاہ باطن پر
نثار عالم کیف و سرور ہے جس پر
نہ میکشی کی تمنا نہ بے خودی سے غرض
نگاہ اہل جہاں میں ہوں لاکھ دیوانہ

ہمیں حسرت دیدار ہو کے میں موہن
نصیب شوق جگانے کی بات کرتا ہوں



پُرانے سے پرانا عالمگیر خیال

تاریخ انسان میں ایشور کا خیال اس قدر پرانا ہے کہ اگر اس خیال کو انسانیت کا ہمزاد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ سوچنا انسانیت کی صفات مخصوصہ میں سے ہے۔ سوچنے کے آغاز سے ہی انسانیت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اور غالباً جب سے انسان کے اندر سوچنے والی قوت نمودار ہوئی ہے۔ تب سے ہی انسان کے دماغ میں ایشور کا خیال اٹھتا چلا آتا ہے۔

بھلا کون فرو بشر ہوگا جس کی نگاہ نے اپنے آپ سے اوپر اٹھ کر آسمان کی وسیع اور نورانی دنیا نہ دیکھی ہو؟ اسی طرح بھلا کون منشیہ (سوچنے والا وجود) ہوگا جس کی ذہنی نظر نے کبھی ایشور کی جھلک نہ پائی ہو؟ وہ اس خیال کی تائید کیسے یا تردید یہ دوسری بات ہے۔ مگر ہر انسان کو اپنے آپ سے ایک برتر ہستی یا طاقت کا خیال ضرور ہی آیا کرتا ہے۔

ایسی اقوام چلی آتی ہیں، اور اب بھی زمین پر آباد ہیں، جو سائنس، آرٹ، تہذیب و اخلاق کو جانتی ہی نہیں، جن کا کوئی لٹریچر نہیں ہے۔ مگر ان کے دماغ میں ایشور کا خیال کسی نہ کسی روپ میں پایا گیا ہے۔ وہ محسوس کرتی ہیں، کہ کوئی ہستی یا طاقت ان سے برتر موجود ہے جس کے ساتھ انسان تعلق قائم کر سکتا ہے۔

اس قدر پرانے اور عالمگیر خیال کو یہ کہہ کر اڑا دینا کہ اس کی پیدائش جہالت اور خوف سے ہے، محققانہ سپرٹ ظاہر نہیں کرتا۔ سچائی کی بے تعصبانہ کھوج کا تقاضا تو یہ ہے کہ غلطی میں بھی علم اور جھوٹ میں بھی سچائی کے عناصر کو معلوم کیا جائے وہم میں اصلیت اور دھوکے میں بھی حقیقت کا پتہ لگایا جائے۔ یہاں تک کہ خواب سے بھی بیداری اور موت سے بھی زندگی کے اسباق سیکھ جائیں۔

کھنڈن منڈن (تردید و تائید) ایک سطحی شے ہے، محقق لوگوں کا سوچ بچار اس تضاد سے اوپر رہتا ہے۔ وہ مرث کی بجائے سست پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اصلیت اور حقیقت کو جاننے کے دھپے رہتے ہیں۔ ایشور کے خیال کی صرف قدامت اور ہمہ گیری ہی ہر ایک محقق کو اس بات کے لئے مجبور کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ بے تعصبانہ طریق اس خیال کی اصل حقیقت کا پتہ لگایا جائے۔

قوامت اور ہمہ گیر کی کے علاوہ اگر انسانی تاریخ پر اس خیال کے اثر کو دیکھا جائے تو اس کی بے انداز طاقت کا پتہ لگ جائے گا۔

ایشور کے خیال نے انسان کو بہت سہارا دیا ہے۔ اس بندھواؤی ہے۔ اس کی بدی یا حیوانیت کو دبایا اور فیک یا روحانی میلانات کو ابھارا ہے۔ زندگی کو معنی دیتے ہیں۔ اسے محبت، ہمدردی، خدمت اور ایثار کے لئے تیار کیا ہے۔ اس کی خودی کو اگر مٹایا نہیں تو کمزور ضرور کیا ہے۔ اور خود غرضی کو گھٹایا ہے۔ اسے اطاعت کا سبق سکھاتا، تنظیم میں امداد کی ہے۔ اور زندگی کی حقیقی قدروں (Values) کی طرف تدریج جگا کر انسان کے ذہنی حواس کو نشو و نما دی ہے۔ انہی اثرات کی بدولت بعض کے لئے تو یہ خیال خیال ہی نہیں رہا۔ بلکہ ایسی زندہ حقیقت بن گیا ہے کہ اس کے بغیر جینا ہی محال ہو گیا ہے۔ بھکتوں نے ایشور کی یاد کو زندگی اور اس کی فراموشی کو موت بتلایا ہے۔ صوفی لوگ اسے جان جہاں کہتے آئے ہیں۔ سنتوں نے محسوس کیا ہے کہ اور سب کچھ گھوکر اسے پالیا تو سب کچھ پالیا۔ اور اسے بھول کر سب کچھ پالیا۔ تو کچھ بھی نہیں پایا۔ ان کا تجربہ شہادت دیتا ہے کہ ایشور اپنا سے غیر معمولی طاقت۔ بے خوفی اور خوشی حاصل ہونے پر یہی لوگ اسے اپنا حقیقی باپ ماں، بھائی، دوست اور مالک جان کر اپنا پریم کیول اسی میں لگنا چاہتے ہیں۔ یوگی جن دنیا و مافیہا سے خیال کو ہٹا کر اپنے آپ کو اس بحر نور و سرور میں ڈبونے کا تین کرتے ہیں۔ غرضیکہ مختلف صورتوں میں ایشور کا خیال انسانی دنیا پر اس طرح سے چھایا ہوا ہے۔ جیسا کہ آسمان زمین پر اگر انسان نے بڑی سے بڑی قربانیاں اور بے غرضانہ خدمات کی ہیں۔ تو ایشور کے نام پر اور اگر ہولناک ستم ڈھائے اور خون کی ندیاں بہانی ہیں۔ تو اس مقدس خیال کے زیر اثر۔ ملک ملک میں۔ شہر شہر بلکہ گاؤں گاؤں میں ایشور کے نام پر مندر۔ مسجدیں۔ اور گرجے دیکھنے میں آتے ہیں۔

ایشور کے خیال کی پیدائش

ایشور کے خیال کی کوئی تائید کرے یا تردید۔ یہ نہایت عجیب۔ نہایت شاذ اور ابھارنے والا خیال ہے۔ اور ہر جگہ پایا جاتا ہے قابل تحقیق بات تو یہ ہے کہ اس خیال کی پیدائش کیونکر ہوئی۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً ایسے افراد کا ظہور ہوتا چلا آیا ہے جو ایشور کی طرف سے زمین پر اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ وہ لوگوں کو ایشور کا خیال دلا کر اس کا پیغام دیں۔ مگر جب ہم وحشی سے وحشی اقوام کے اندر بھی ایشور کا خیال موجود پاتے ہیں تب یہ بیان کوئی وزن نہیں رکھ سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیدائش عالم کے شروع میں ہی مکمل پریشوں نے جنم لے کر ایشور ہی گیان کو لوگوں پر پرکٹ کیا تھا۔ مگر یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مکمل پریش خود کس طرح مکمل ہوئے تھے اور انہیں خود ایشور کا خیال کس طرح آیا تھا۔

کسی بھی پیغامبر یا مقدس کتاب میں اعتقاد رکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہمارے دل میں ایشور کا خیال موجود ہو جس دل میں بیشتر سے ایشور کا خیال موجود نہ ہو۔ اس کے لئے پیغامبر اور مقدس کتاب کوئی قدر و قیمت نہیں رکھ سکتے۔ اس قدیم ترین اور ہمہ گیر خیال کی پیدائش کا حقیقی راز معلوم کرنے کے لئے انسان کو اپنی ہستی میں غوطہ زن ہونا پڑے گا۔ انسان کو بجا طور پر سوچنے والا حیوان کہا گیا ہے کیونکہ عالم حیوانات میں صرف انسانی وجود کے اندر ہی وہ جو عقل پایا جاتا ہے جس کی روشنی میں وہ "معلوم سے نامعلوم"۔ "حاضر سے غائب"۔ "واقعی سے ممکن"۔ اور "معمول

سے علت کا پتہ لگا سکتا ہے۔ کہیں دہواں دیکھ کر وہ جان لیتا ہے۔ کہ وہاں آگ بھی ضرور موجود ہے جب وہ کسی گھڑی کو دیکھتا ہے۔ تو گھڑی کے احساس اور علم کے ساتھ وہ اس بات کا بھی یقینی علم رکھتا ہے۔ کہ کوئی گھڑی ساز نہ تھا ہے۔ گھڑی جس میں ترتیب اور مقصد پائے جاتے ہیں۔ خود بخود نہیں بن سکتی۔ مکان کبھی خود بخود تعمیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب وہ انسان سچ میں ترتیب۔ باقاعدگی۔ صنعت اور وسائل و مقاصد کی حیرت انگیز مطابقت دیکھتا ہے۔ تو اسے قطعی طور پر یقین ہو جاتا ہے۔ کہ اس کائنات کو بنانے یا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے۔ قانون بغیر مقصد کے کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور جب دنیا کے ہر ذرے اور واقعہ پر ٹل اور عالمگیر قوانین کی حکومت دیکھی جاتی ہے۔ تب ماننا ہی پڑتا ہے۔ کہ اس قانون کو واضح اور نافذ کرنے والی بھی کوئی عظیم ہستی موجود ہے۔

حواس کی راہ سے سچ میں تو مادہ اور حرکت پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی شعور پایا نہیں جاتا۔ لیکن زندہ اجسام کی بناوٹ اور قدرت کے اعمال میں انتہاء حکمت کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور حکمت بنیر حکیم کے وجود نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے عقلاً ماننا پڑتا ہے۔ کہ کوئی احکیم مطلق موجود ہے۔ جو اس قدر پر حکمت دنیا کو وجود میں لاتا ہے۔

اور جہاں شاعر کی نظر قدرت میں ہر جگہ حسن و جمال کا مشاہدہ کرتی ہوئی ناقابلِ بیان سرور سے سرور ہوتی ہے۔ وہاں فرد عام بھی دنیا میں کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی خوبصورتی کی جھلک دیکھتا ہے۔ اور چونکہ خوبصورتی ایک ذہنی قدر (Mental Value) ہے۔ ہر سوچنے والے شخص کو خواہ مخواہ خیال آتا ہے۔ کہ ذرات کی اتفاقیہ حرکت کبھی شبنم کے چمکے موتیوں۔ پھولوں کی نازک پنکھلیوں۔ پسندوں کی دلکش آوازوں۔ اور بچوں کی دلفریب مسکراہٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ طلوع وغروب آفتاب کے شاندار نظارے۔ ستاروں کی لورلی نظریں۔ آسمانوں کی وسعت اور خاموشی۔ دریاؤں کی روانی جنگلوں کی مستی۔ برقی چوٹیوں کی بلندی۔ سمندر کی ہر دم کھینچی ہوئی لہریں خواہ مخواہ انسانی دل میں یہ خیال پیدا کرتی ہیں۔ کہ فطرت کی پر حیرت شاعری کے پیچھے کوئی پریم کوئی (شاعر مطلق) ضرور موجود ہے۔ مادہ اور طاقت تو صرف قلم و دوات کی مانند فوری مسالے ہیں۔ ان کے ذریعے غیر محدود مکان و زمان کے صفحات پر سداہنی سے نئی نظمیں لکھنے والی ذرات کی موجودیت میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ قلم اور دوات خود بخود کبھی نظم نہیں لکھ سکتے۔

سچ میں حکمت اور خوبصورتی کے ساتھ باہمی کشش اور موافقت کا پایا جانا بھی صاف طور پر بتلاتا ہے۔ کہ یہ صرف بے شعور ذرات اور اندھی طاقتوں کے اتفاقیہ اور بے معنی کھیل کا اکھاڑ نہیں ہے۔ مایات کے درمیان کشش ثقل کا موجود ہونا اشارہ دیتا ہے۔ کہ تمام ذرات آپس میں گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ بجلی کی مثبت اور منفی روؤں میں کشش ظاہر کر رہی ہے۔ کہ دنیا کی بنیادی سچائی صرف طاقت نہیں۔ بلکہ کشش و محبت ہے۔ نباتات اور حیوانات میں نر اور مادہ کا باہمی رشتہ اور موافقت اعلان کرتے ہیں۔ کہ جس طرح مادہ ہی دنیا کے ظہور کے لئے کشش کا ہونا ضروری ہے۔ زندگی کے ظہور و اتفاق کے لئے محبت بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ ایک طرف بچے کی بھوک دوسری طرف ماں کے تھنوں میں پیتر سے ہی دور کی تیاری۔ ایک طرف جانوروں کی تڑپتی ہوئی اشتہا اور دوسری طرف زمین سے باخراط انبجوں۔ سبز لہریں اور پھلوں کی پیدائش۔ ایک طرف آنکھ اور دوسری طرف روشنی کا چشمہ سورج۔ نباتات اور حیوانات میں کاربن اور آکسیجن میں باہمی لین دین۔ قدرت میں قدم قدم پر اس قسم کی موافقت کے عجیب و غریب ظہورات خواہ مخواہ یہ خیال پیدا کرتے ہیں۔ کہ اس دنیا کو بنانے اور چلانے والی کوئی طاقت باہمی موجود ہے۔ جو چشمہ محبت و موافقت ہے۔

روحانی حواس کی شہادت

انسانی وجود و ذہنیت کا بنیاد کا آخری اور نہایت شاندار اور پرامن ارجھیل ہے۔ اپنے اندر کئی طرح کے حواس رکھتا ہے۔ جسمانی حواس سے تو وہ جسمانی دنیا کا علم حاصل کرتا ہے۔ ہم بیرونی دنیا کو اپنے حواس جسمانی کے مطابق ہی جانتے ہیں۔ اگر ان حواس کی بنا و بناوٹ یا تعلق مختلف ہوتے۔ تو ہم اپنے آپ کو ایک مختلف دنیا میں پاتے۔ ذہنی حواس سے ہمیں حکمت حسن و جمال نیکی و محبت کی غیر مادی اور بے انداز دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اگر انسان ان حواس سے بہرہ ور نہ ہوتا۔ تو اسے کبھی بے ترتیبی۔ بد صورتی اور بدی کا خیال نہ آتا۔ اور نہ ہی سائنس و فلسفہ آرٹ اور اخلاق وجود میں آ سکتے۔ عالم قدور (The world of values) کو صرف انسان ہی جان سکتا ہے۔ یہ خصوصیت اسے باقی تمام جانداروں سے تمیز کرتی ہے۔

مگر جسمانی اور ذہنی حواس کے علاوہ انسان روحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ مغرب میں بالعموم ان حواس کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ ان کی تحقیقات جسمانی اور ذہنی حواس اور ان کے موضوعات پر ہی محدود چلی آتی ہے۔ مگر انسان کی حقیقی بیداری آزادگی اور خوشی روحانی حواس کے جاننے اور نشوونما پانے پر انحصار رکھتی ہے۔ یہ حواس ہر فرد بشر میں کم و بیش پائے جاتے ہیں اور اس لئے توجہ اور تعلیم سے بیدار اور شگفتہ کئے جاسکتے ہیں۔

یہاں ہم صرف پانچ قسم کے حواس روحانی اور ان کے موضوعات (Objects) کا ذکر کریں گے۔

(۱) **حس حقیقت** { حقیقت کی حس رکھنا ہوا حقیقی (ست) اور غیر حقیقی (راست) کے درمیان تمیز کرنے کے قابل ہے۔ کل کائنات کو غیر حقیقی اور مٹی موہم خیال کر کے حقیقت (جو سچ برج موجود ہے) کی خاطر دنیا اور اس کی لذات کو خیر باد کہنا۔ اور اپنا آپ کھونے کے لئے تیار ہونا صرف انسان کے حصے میں آیا ہے۔ انسان ہی ہر ایک واقعہ اور ظہور کے متعلق یہ سوال اٹھا سکتا ہے۔ کہ جو کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ وہ نفس الامر میں ہے یا نہیں۔ اسی حس کی بدولت انسان کبھی نہ کبھی محسوس کرتا ہے۔ کہ کوئی حقیقت موجود ہے جس کے روبرو تمام ظہورات مکانی و زمانی سیلوں کا کھیل ہیں۔ ظہور میں سے دیکھنا یا اس سے پرے جانا صرف انسان ہی کام ہے۔ اسی حس حقیقت سے ہی انسان جانتا ہے کہ وہ ہے عقل اس کے ہونے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اس کی اپنی ہستی عقل کی شاہد ہو کر اسے قدر و قیمت دیتی ہے۔ حقیقت کی حس بیدار ہو کر صاف صاف دکھلا دیتی ہے کہ ایک بذات خود حقیقت موجود ہے۔ حواس جسمانی و ذہنی صرف ظہورات کا علم دے سکتے ہیں۔

(ب) **حس ابدیت** { حیوانات نقطہ حال میں جیتے ہیں۔ ان میں ماضی کی یاد اور آئندہ کی سوچ کی قابلیت ہی نہیں ہے۔ مگر انسان ماضی۔ حال اور مستقبل کو جانتا ہے۔ صرف اپنا ماضی ہی نہیں بلکہ کل ماضی کو جاننے کی خواہش رکھتا ہے۔ اور صرف اپنا مستقبل ہی نہیں بلکہ کل کائنات کا انجام و دریافت کرنے کے لئے بے تاب ہوتا ہے۔ زمانے کی صفت لگا تا رکھنا ہے۔ یہ ایک طرح کا مستقبل کا ماضی میں بہاؤ ہے۔ جسے کوئی روک ہی نہیں سکتا۔ دوسرے لفظوں میں ماضی مستقبل کو ہٹپ کئے چلا جا رہا ہے۔ مگر جس طرح حرکت کے ساتھ سکون۔ بڑائی کے ساتھ چھوٹا بلندی کے ساتھ بلندی کے تصور لازماً لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح گزرنے کے تصور کی تہ میں نہ گزرنے کا احساس بھی موجود رہتا ہے۔

دوسرے انسان زمانے کے گذر کو بھی خیال میں نہ لاسکتا۔

اسی نہ گذرنے کا نام ابدیت ہے۔ ابدیت بے انجام مستقبل کا نام نہیں۔ بلکہ یہ وہ ابدی اب ہے جس میں گذر نہیں ہے۔ یہ وہ اہل زمین ہے۔ جس پر زمانے کی رو بہ رہی ہے جس طرح ستاروں کا گھومنا آسمان کے اندر ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس طرح زمانوں کا گھیل بھی ابدیت کے میدان میں جاری ہے۔ ابدیت کی جس طرف انسان میں ہی پائی جاتی ہے۔

(ج) **جس غیر محدودیت** محدود اور غیر محدود کا خیال سوائے انسان کے اور کسی جاندار میں موجود نہیں۔ اندر اور باہر کی مانند محدود اور غیر محدود بھی ایک دوسرے کی نسبت سے معنی رکھتے ہیں۔ انسان نہ صرف اشیا اور واقعات کی حدود کو جانتا ہے۔ بلکہ اپنی حدود سے بھی آگاہ ہے۔ اور جب وہ ساری کائنات میں کوئی شے بھی غیر محدود نہیں پاتا۔ تب اس سے عارضی یا مستقل طور پر بے زار ہو کر غیر محدود کی تلاش کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ کسی شے کی حدود دیکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس حد سے پرے دیکھنے یا پرے کا خیال کرنے کے قابل ہیں۔ پرے کی جس ہی غیر محدود (انتم) کی جس نے۔ مکان زمان۔ اشیا۔ واقعات سب کے سب محدود ہیں۔ اگرچہ مکان اور زمان غیر محدود سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے تمیز کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک دوسرے کو محدود کرنے والے ہیں۔

جب انسان کل موجودات کو محدود کرتا ہے۔ تب وہ اپنے اندر باخبری یا بے خبری میں غیر محدودیت کی جس رکھنے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ ایک انسانی خصوصیت ہے۔ کہ وہ محدود جسم و ذہن رکھتا ہوا بھی غیر محدود کی جھوک اور پیاس میں ایسا بھرا رہ جاتا ہے۔ کہ اپنی جسمانی و ذہنی ضروریات کو ہی بھول جاتا ہے!

(د) **جس کلیت** ظہور و حقیقت۔ عارضی و ابدی۔ محدود و غیر محدود کی مانند انسان کو جزو کل کا بھی خیال آتا ہے۔ جزو کل میں باہمی نسبت سے معنی رکھ سکتے ہیں۔ انسان جانتا ہے۔ کہ زمین۔ چاند۔ سورج۔ ستارے کائنات کے اجزاء ہیں۔ اگرچہ وہ ساری موجودات کی کلیت کو ذہنی طور پر نہیں جان سکتا۔ مگر وہ تمام معلوم اشیا اور واقعات کو ایک غیر محدود کل کے اجزاء خیال کرنے کے لئے مجبور ہے۔ کلیت کے سمجھوڑے (Back ground) کے بغیر جزویت کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ کلیت کی یہ روحانی جس روزمرہ کے تجربے میں بھی کام دیتی ہے۔ ہم حیوان یا ذریت کو پہلے کل کے طور پر جان کر بعد میں اس کے اجزاء کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہم اجزاء سے کل کی طرف نہیں جاتے۔ بلکہ کل سے اجزاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی جس کی بدولت ہی انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ یہ کائنات مجموعہ اشیا و واقعات نہیں بلکہ ایک کل ہے۔ جو بے اندازہ اجزاء رکھتا ہے۔

(س) **جس وحدت** جزو و کل کی طرح ایک (واحد) اور انیک (کثیر) کے خیالات بھی ایک دوسرے کی نسبت سے ہی ہستی رکھ سکتے ہیں۔ جو شخص دو۔ تین۔ چار۔ پانچ کا علم رکھ سکتا ہے۔ وہ ایک کو بھی جانتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کائنات میں کثرت اور اختلاف کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تب اس تجربے کی تہ میں وحدت کا روحانی احساس بھی موجود ہوتا ہے۔ آج کسی انسان نے بھی حواس کی راہ سے دنیا کی وحدت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ دنیا میں بے شمار شکلوں۔ رنگوں۔ آوازوں۔ ذائقوں وغیرہ کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ مگر انسان اس دنیا کو ایک خیال کر کے اسے ایک دنیا (Universe) کا نام دیتا ہے۔ اسے کئی دُنیا (Multiverse) بھی کہتا ہے۔

نہیں کہتا۔ حالانکہ جب حواس اور ذہن کی راہ سے ایک کی تلاش کرتا ہے، تب زمین و آسمان میں کہیں اس کا پتہ نہیں ملتا۔

تجربہ عام میں بھی جس وحدت کا کم کرتی ہے، ہم درخت اور حیوان کو دیکھتے ہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ ایک درخت اور ایک حیوان ہے۔ اسی جس کی بدولت ہم اپنے وجود میں بے انداز اجزا اور اختلافات رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ وجود کو واحد جانتے ہیں۔ بیرونی تجربہ اس وحدت کی طرف راہ نمائی نہیں کر سکتا۔ اندرونی طور پر ہی ہم کل کائنات، اشیاء کی اور اپنی وحدت کو محسوس کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں ایک اور کل کا علم ہوتا ہے، اس کے بعد انیک اجزا کا خیال آتا ہے۔

اندھیرے میں روشنی

جسمانی حواس سے ہمیں صرف جسمانیات کا ہی علم ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہم سائنس کی مانند اپنے علم کی بیرونی حواس پر کھڑی کریں۔ تب ہم کبھی مادہ سے پرے نہیں جاسکتے۔ اس حالت میں جس قدر بھی کھوج کریں گے، اُسی قدر ہی یہ بات ثابت ہوگی کہ مادہ ہی کل موجودات کی بنیادی حقیقت ہے۔ زندگی اور ذہن اس کے ارتقائی ظہورات ہیں، اور روح اور خدا غالباً وہم و خیال ہیں۔

لیکن اگر ہم جسمانی حواس کے ساتھ ساتھ اپنے ذہنی حواس (عقل و تخیل) کو بھی کام میں لائیں تب اس کائنات میں ایسے حقائق کا پتہ لگیگا جن کی توجیہ کبھی مادہ اور حرکت سے نہیں کی جاسکتی مثلاً جب ہم راک سنتے یا کوئی تصویر دیکھتے ہیں تو چونکہ ہم اس راک اور تصویر کی خوبصورتی کو بھی محسوس کرتے ہیں، اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس راک اور تصویر میں مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یا جب ہم کوئی کتاب بڑھتے یا تقریر سنتے ہیں تو چونکہ ہم ان کے معنی بھی سمجھتے ہیں، اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب اور تقریر میں سوائے مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہیں ہے چیزوں اور واقعات میں خوبصورتی، سچائی، نیکی اور محبت کے احساسات کو کبھی بھی مادہ اور اس کی حرکات کی تائید سمجھا نہیں جاسکتا۔

کائنات کو جسمانی حواس سے محسوس کرتے ہوئے ہم اپنی ذہنی نظر سے اس کے اندر صاف طور پر ترتیب خوبصورتی وسائل و مقاصد کی موافقت، نیکی اور محبت کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ کہنے کے لئے عقلاً مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ کائنات صرف ایک باجہ نہیں بلکہ سچ بھی رہا ہے۔ صرف کاغذ اور رنگ موجود نہیں ہیں بلکہ ایک تصویر کھج رہی ہے۔ صرف سیاہی کی لکیریں نہیں بلکہ ایک کتاب لکھی جا رہی ہے۔ صرف خام مسالہ ہی موجود نہیں بلکہ نہایت عالی شان عمارت بھی تیار ہو رہی ہے۔

کائنات میں مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہ دیکھنا بتلاتا ہے کہ ابھی تک ہماری ذہنی پیدائش پورے طور پر نہیں ہوئی، ورنہ ذہنی طور پر جاگا ہوا انسان صاف صاف دیکھتا ہے کہ کائنات پر مادہ اور طاقت کی حکومت نہیں ہے وہ ہر وقت ہر جگہ ہر شے میں سچائی، نیکی، خوبصورتی کی بے خطا علامات دیکھ کر غیر جسمانی اور پاکیزہ تر خوشیاں حاصل کرتا ہے۔ اور بیرونی لذات کی غلامی سے آزاد ہو کر عارفی اشیاء کے لئے نہیں بلکہ اُن ابدی اور غیر محدود قدور

Values کے لئے جیتا ہے

قدور (Values) کے لئے جینے میں ہی انسان کی انسانیت ہے، انسانی وجود رکھتے ہوئے صرف اشیاء لذات کے لئے جینا حیوانیت سے بھی پہلے کی بات ہے۔ اگر انسان قدور کے لئے جینا سیکھے۔ تو آج ہی دنیائے باہمی مقابلہ و جنگ دور ہو کر کل افراد و اقوام کے درمیان باہمی تعاون اور محبت کا رشتہ قائم ہو جائے۔ اور یہی مصیبت ناک زندگی ہی سچائی اور پاکیزہ خوشیوں کا راگ بن جائے۔

اور جب انسان روحانی طور پر بیدار ہو کر جسمانی اور ذہنی حواس کے ساتھ ساتھ اپنے روحانی حواس کو بھی استعمال کرنے لگتا ہے۔ تب یہی دنیا جو صرف جسمانی حواس سے مادہ اور اس کی اتفاقیہ حرکات کا بے معنی کھیل معلوم ہوتی تھی۔ اور ذہنی نظر سے سچائی، ترتیب، خوبصورتی اور نیکی کے آثار دکھلاتی تھی، ایک روحانی ہستی محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ گویا رات سے دن ہو جاتا ہے۔ راگ کے ساتھ لگی۔ تصویر کے ساتھ مصوّر۔ نظر آنے لگتا ہے۔ ساری کائنات ایک زندہ وجود واحد دکھائی دیتی ہے۔ ہر شے ہر واقعہ اور ہر حالت میں ایک لاغیر حقیقت کا جو ابدی، غیر محدود، کل اور ایک ہے۔ روبرو مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنے آپ کو بھی ایک محدود، عارضی اور جزوی ظہور دیکھنے کی بجائے عین ابدی اور غیر محدود، کل اور ایک حقیقت جان کر انا حق (اہم برہم اسمی) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔

صرف جسمانی حواس کی بیداری اور غلبے کی حالت میں انسان اپنے آپ کو چاروں طرف سے بے شعور مادہ اور اندھی طاقت سے گھرا ہوا دیکھتا ہے۔ اور خود کو بھی اسی دنیا کا ایک جزو ناچیز خیال کرتا ہے۔

(۸) ذہنی طبقہ پر بیدار شخص اپنے آپ کو صرف شکوک کے درمیان نہیں بلکہ عالمگیر خوبصورتی میں۔ صرف آوازوں کے درمیان نہیں بلکہ ابدی راگ میں پاتا ہے۔ اپنے آپ کو بے انداز طاقتوں کے بھنور میں دیکھنے کی بجائے ہر طرف محبت اور نیکی سے گھرا ہوا جانتا ہے۔ اور خود کو دنیا کا ایک جزو دیکھنے کی بجائے ایسی شخصیت دیکھتا ہے۔ جو دنیا کو معنی اور قدر دیتی ہے۔ اور جس کے بغیر ساری کائنات اسی طرح سے ہی بے قدر ہے۔ جیسے مکرہ بغیر روشنی کے اور کتاب بغیر آنکھ کے۔

لیکن جب کوئی شخص روحانی بیداری حاصل کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو ایک عظیم ترین مکان یا شین پریم میں ہی نہیں۔ بلکہ ایک پریم انت اور ادویت پریش میں دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بھی عین وہی پریم انت اور ادویت پریش جانتا ہے۔

قدامت اور ہمہ گیری کا اصلی راز

ہم بتلا چکے ہیں کہ "ایشور" کے خیال سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خیال بھی قدیم اور ہمہ گیر نہیں ہے۔ کوئی تائید کرے یا تردید۔ یہ خیال خواہ مخواہ آتا ہے۔ سدا اور ہر جگہ آتا ہے۔

اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان صرف جسمانی حواس ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ ذہنی اور روحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ تب ایشور کے خیال کی قدامت اور ہمہ گیری کا راز کھل جاتا ہے۔

ذہنی حواس تو اس قدر بتلاتے ہیں کہ یہ کائنات صرف مادہ اور اس کی حرکات نہیں ہے۔ اس کے اندر ترتیب - ڈیزائن - خوبصورتی - نیکی - جنت اور معنی کے بھی بے خطا آثار اس امر کا یقینی اشارہ دیتے ہیں کہ ان قدور (VALUES) کی تہیں کوئی غیر محدود حکمت - صنعت اور محبت رکھنے والا ذہن بھی موجود ہے۔ اس گھر کا کوئی معمار بھی ہے۔ یہ نہایت مترتب اور باقاعدہ مشین خود بخود نہ تو بن سکتی ہے۔ اور نہ چل سکتی ہے۔ آخر کوئی اس ابدی راک کو گانے والا بھی ہوگا۔ اور یہ پُر حیرت تصویروں پر بغیر مقصور کے وجود میں آئیں سکتی۔

سچائی - نیکی - خوبصورتی وغیرہ قدور (VALUES) کی پیدائش اور قدر شناسی کے لئے شخصیت یا ذہن کا ہونا ضروری ہے۔ صرف مادہ انہیں پیدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ انہیں پہچان سکتا ہے۔ اس لئے ذہنی بیداری حاصل ہوتے ہی انسان صرف اپنے وجود میں ہی ذہن نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کائنات کے اندر یا اس سے پرے یا اس کے پیچھے ایک ذہن کا وجود ماننے کے لئے بھی مجبور ہے۔ جو کائنات کے اندر سچائی - نیکی اور خوبصورتی کو ظہور میں لاتا ہے۔ انسانی ذہن ان قدور کو پہچان کر انہیں قیمت تو دے سکتا ہے۔ مگر انہیں کائنات میں خود پیدا نہیں کرتا۔

مگر ذہنی طبقے پر یقینی طور پر ایک رست (حق) - بشو (نیک) اور سندر (جمیل) ہستی کا یقینی قیاس تو پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ قیاس قیاس ہی رہتا ہے۔ اور عقلی قیاس میں ہمیشہ احتمال غالب ہو کر رہتا ہے۔ قطعی اور اٹل یقین نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک کا بیج موجود رہتا ہے۔ مثلاً عقل دھواں دیکھ کر احتمال غالب پیدا کرتی ہے کہ آگ بھی موجود ہوگی۔ مگر اس قیاس میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ یہ درست ہے کہ آج تک جہاں دھواں دیکھا گیا ہے۔ وہاں تلاش کرنے پر آگ بھی پائی گئی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ ایسے نئے حالات تجربے میں آجائیں کہ جہاں دھواں کا وجود آگ کے بغیر ممکن ہو۔

ہم عقلی قیاس سے یقین کر لیتے ہیں کہ جو بشر پیدا ہوا وہ آخر ضرور ہی جاوے گا۔ کیونکہ اب تک کوئی بشر بھی موت سے بچا ہوا پایا نہیں گیا۔ لیکن اس تجربے اور قیاس کے باوجود آج بھی بعض یوگی اور ماہرین خیال جدید امید رکھتے ہیں کہ کبھی انسان جسمانی بقا بھی حاصل کر لے گا۔ جا بجا اس بارہ میں تجربے کئے جا رہے ہیں۔

اس لئے جب تک "ایشور" کے متعلق ہمارا علم صرف ذہنی ہے۔ تب تک اب بارہ میں شک اٹھتا ہی رہے گا۔ جب کہ انسانی ذہن اس دنیا کو ہی مہراب کی مانند ایک ہستی موعوم خیال کرنے کے قابل ہے۔ تو اس دھوکے کو پیدا اور قائم رکھنے والے وجود کی ہستی میں شک لانا تو آسان تر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اہل عقل و قیاس "ایشور" کی ہستی کے بارہ میں تائید اور تردید کے قطبین کے درمیان ڈنگمگاتے چلے آئے ہیں۔

"ایشور" کے خیال کی قدامت اور ہمہ گیری کا راز صرف روحانی طبقے پر کھلتا ہے۔ روحانی حواس پوری بیداری حاصل کرتے ہی صاف صاف بلا شک و شبہ دکھلا دیتے ہیں کہ ایک غیر محدود - ابدی حقیقت موجود ہے۔ اور وہ کُل ہے۔ اور کُل ایک ہے۔ اس کے سوا یا اس سے پرے نہ کچھ موجود ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ کُل اور ایک ہے۔ روحانی نظر کھلتے ہی شک کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔ دل کی کانٹھیں کھل جاتی ہیں۔ تب انسان تائید و تردید سے اوپر اٹھ کر صرف دیکھتا ہے۔ اور کہتا اور کہتا ہے عقلی ولایں اور منقولات کا سہارا نہیں لیتا۔ وہ

اپنے ہونے اور جینے کی مانند یقینی طور پر براہ راست جانتا ہے۔ کہ ایک۔ اکٹھے بنیہ اور انتہا ستیہ ہے۔ اور اسے "برجم" کا نام دیتا ہے۔

لیکن روحانی حواس کی پوری بیداری نہ بھی ہو۔ کوئی بشر ان حواس سے کلی طور پر محروم پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر فرد بشر دہندے یا صاف طور پر محسوس کیا کرتا ہے۔ کہ کوئی ہے۔ جو ایک۔ غیر محدود اور ابدی ہے۔ اور اس حقیقت۔ ابدیت۔ غیر محدودیت۔ کلیت اور وحدت کی روشنی میں ہی وہ ظہورات کو ایک نمود۔ زمانے کو ایک طرح کا بہاؤ۔ تمام اشیا کو محسوس اور ایک گل کے اجزا خیال کرتا ہے۔ اگر یہ روشنی اس کے آسمان ذہن میں تاباں نہ ہو۔ تو اسے کبھی ظہور۔ زمانے۔ محدودیت۔ جزویت اور کثرت کا خیال تک نہ آئے۔

لہذا مکمل روحانی بیداری کی حالت میں وہ اس روحانی احساس کو ذہنی طبقے پر لا کر اسے سمجھنا چاہتا ہے۔ اور اس کے متعلق طرح طرح کے قیاسات اور تصورات گہڑتا رہتا ہے۔ اسی حالت میں "ایشور" کے متعلق دنیا میں مختلف مذاہب کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹٹول اور قیاس کی دنیا ہے۔ اسی میں ہی شک کے لئے گنجائش رہتی ہے۔ صرف جسمانی حواس یا صرف روحانی حواس شک و شبہ کو جانتے ہی نہیں۔ ان کا تجربہ ہمیشہ براہ راست ہوتا ہے۔ لیکن ذہنی علم سدا ہی بالواسطہ ہوتا ہے جسمانی حواس سے انسان اپنے علم کا مسالا اور روحانی حواس سے اپنی فہم کی روشنی حاصل کرتا ہے۔

شک اور یقین

اصل تو سطح زمین پر رہتے ہیں۔ اور نہ کرہ ہوائی سے اوپر۔ اسی طرح شکوک نہ تو جسمانی حواس سے پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ روحانی حواس سے۔ ان کی پیدائش کا امکان صرف ذہنی اور عقلی طبقے پر ہے۔ کوئی حیوان یا عارف شک نہیں رکھ سکتا۔

اور چونکہ ذہنی علم ہمیشہ بالواسطہ ہوا کرتا ہے۔ براہ راست نہیں۔ اس لئے اس میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ اہل مذہب عام طور پر شک کو روکنے کے لئے ایمان لانے کی ہدایت کیا کرتے ہیں۔ اور شک کو روکنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے۔ کہ جس بات میں شک ہو۔ اس پر پوری طاقت سے عمل نہیں کیا جاسکتا۔ حیوانات جو صرف جسمانی حواس رکھتے ہیں۔ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اپنی پوری توجہ اور طاقت سے کرتے ہیں۔ لیکن ذہنی طبقے پر جینے والے انسانی افراد میں وہ یکنوئی اور کلیت نہیں دیکھی جاتی۔ اور اس لئے ان کا عمل پوری طاقت نہیں رکھتا۔

مگر شک کو دبانے اور شے سے شے۔ اور اس کی پہچان لینی کرنا اور شے۔ سوچنے والے انسان کے شک کی جڑ اکھاڑنے کا قدرتی اور صحیح طریقہ روحانی حواس کی بیداری ہے۔ یقین (دشواس) کی بنیاد اندھے اعتقاد پر نہیں۔ بلکہ روحانی نظر کی کشادگی پر ہونی چاہیے جس طرح بادل۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں کو چھو نہیں سکتے۔ اسی طرح جس شخص کے روحانی حواس بیدار ہو چکے ہیں عقلی شکوک اس کے سپرد دشواس میں جنبش نہیں لاسکتے۔ یہ دشواس اندھے کی لامٹھی نہیں اور نہ ہی اہل استدلال کا پاسے چومیں ہے۔ بلکہ وہ صاف نظری ہے جو تمام چیزوں اور واقعات میں سے حقیقت کو رو برو دیکھا کرتی ہے۔

صدق و لائے شک اندھے ایمان سے بے اندازہ درجے بہتر ہے۔ یہ سچائی کی طرف سے جاتا ہے۔ توہمات کا دشمن ہے اور روحانیت کا سچا معاون۔ شک کے بغیر عقلی زندگی نشوونما نہیں پاسکتی۔ شک کو دانا نظر کو دھندلا کرتا اور ذہنی صحت میں فرق لاتا ہے۔ شک کی جڑ کاٹنا مطلوب ہو۔ تو عقل کو دوبانے کی بجائے اس سے اوپر اٹھنا چاہیے اور خاموشی اور خلوت سے روحانی حواس کو نشوونما پانے کا موقع دینا چاہیے۔ ہٹ اور زور سے پیچیدہ نہیں بلکہ خود بخود طلوع ہونے والی ذہنی خلا و خاموشی میں حواس روحانی کو شکستگی کا موقع ملتا ہے۔ اور ان کی شکستگی پر جو دیکھنے والا یقین حاصل ہوتا ہے۔ وہ وجود کے کسی بھی حصے کو دوبانے کی بجائے سارے وجود کو ہی شکستگی اور کیسویٰ بنھتا ہے۔ وہ ہوپ اور چھاؤں کا جھگڑا زمین پر ہے۔ سورج میں نہیں۔ اسی طرح شک اور یقین کی لڑائی بھی ذہنی طبقے پر ہی محدود ہے۔ روحانی لیول پر نہیں۔ عقل یقین یا شک لانا روحانیت سے مراد نہیں رکھتا۔ روحانی یقین نہ اندھا ہوتا ہے۔ اور نہ استدلال پر مبنی۔ بلکہ روحانی بصیرت پر بنیاد رکھتا ہے۔

ہر فرد بشر کو عقل شک لانے کی کھلی آزادی ہونی چاہیے۔ سچائی کے عاشق لوگ جب ایشور کی ہستی میں بھی شک لانے کی جرات کرتے ہیں۔ تب وہ اپنی کھوج میں آخر ایسے نشوونما کو حاصل کرتے ہیں۔ جو مذہبی حالات کی گرد سے اوپر چمکتا ہے۔ دانا یا نہ ماننا صرف ذہنی شے ہے۔ روحانیت میں صرف جاگنے اور نہ جاگنے۔ دینا یا ناپینا ہونے۔ جاننے یا نہ جاننے کا سوال ہوتا ہے۔

دنیا میں مذہبی جھگڑے اور ناروا داری کا سبب یہ ہے کہ لوگ عموماً عقل سے بچلا۔ اعتقادی۔ روایتی۔ تقلیدی اور رسمی مذہب رکھتے ہیں۔ عقل سے بھی برتر روحانی کشفی۔ اور خود اعتمادی اور عملی زندگی کے مذہب کو جانتے ہی نہیں۔ مذہبی جوش روحانی افلاس کا پاپ ہے۔

اسکتا اور ناسکتا (کفر و ایمان) کا پرانا جھگڑا بھی ذہنی طبقے پر یا اس سے بھی نیچے لیول پر مستی رکھ سکتا ہے۔ روحانیت کی طلوع و غروب سے براہ رشتی میں نہیں۔ روحانی طور پر بیدار لوگوں کی نظر میں اس قسم کے مذہبی اور اعتقادی اختلافات نہ صرف کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ نہایت مضحکہ خیز ہیں۔

اختلافات مذاہب جیسے اوہام ست و بس
یک حقیقت جلوہ گزرد اسلام ست و بس

ترقی و کمال

روحانی حواس کی بیداری بلا شک و شبہ دکھلا دیتی ہے۔ کہ ایک غیر محدود اور ابدی حقیقت موجود ہے۔ اور وہ کل لا غیر ہے۔ غیر محدودیت اور غیریت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ غیریت کے ساتھ لازمی طور پر محدودیت پائی جائے گی۔

یہی حقیقت ہی تو جسمانی حواس کی راہ سے دنیا (جگت) معلوم ہوتی ہے۔ اور ذہنی نظر سے خدا اہل قاتی ہے۔ برہم ایشور

رُوب دھارن کرتا ہے۔

جو شخص اپنی روحانی ہستی کی طرف نہیں جاگا۔ وہ اپنے وجود میں جسم اور ذہن کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اسی طرح جب تک ہمارے روحانی حواس بیدار نہ ہوں۔ ہمیں جگت اور اُسے پیدا کرنے۔ قائم رکھنے اور مٹا دینے والے ایشور کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

انسانی وجود نہایت پیچیدہ اور پُر از اختلاف تو ہے۔ مگر مرکب نہیں۔ یعنی انسان جسم ذہن اور روح کا مجموعہ نہیں ہے۔ وہ ایک غیر منقسم اور لا تجزئی ہستی ہے۔ جو ذہن اور جسم وغیرہ مختلف صورتوں میں نمودار ہوتی ہے۔ ٹھیکہ اسی طرح برہم۔ ایشور اور جگت جداگانہ حقائق کے نام نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی اکھنڈ اور اودیت شاکے مختلف پہلو ہیں۔ ایشور برہم کا ہی ایشور ہے۔ ایشور کی سرشت کئی برہم کی ہی اپنی شکتی ہے۔ برہم سے الگ اس کی کوئی جداگانہ ہستی نہیں ہے۔ اور اسی طرح جگت بھی برہم کا ہی رُوب ہے۔ یعنی برہم ہی جگت ہو کر آنکھوں کو دکھائی دیتا۔ کانوں سے سنا جاتا۔ جلد سے چھوا جاتا۔ اور ناک سے سونگھا جاتا ہے۔ اور جسے جیو کہتے ہیں۔ وہ بھی برہم ہی ایک ظہوری مرکز کے سوا کوئی اپنی الگ تعلق ہستی نہیں رکھتا۔ اگر برہم کے سوا کچھ اور ہو یا ہو سکے۔ تو وہ برہم کی حد ہو جائے گی۔ اور برہم کی تردید کرنے والا ہوگا۔

”انسان دہی کچھ اپنے ارد گرد دیکھتا اور خیال کرتا ہے جو کچھ کہ وہ خود ہے“

We behold what we are.

جو شخص صرف اپنے ان مے کوش کی طرف جاگا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد بھی جسمانیت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ اس کے لئے ایشور بھی ایک سا کار اور جسمانی ہستی ہی ہوگا۔ اپنے آپ کو ساکار اور جسمانی خیال کرنے والا بھلا کس طرح ایشور کے بڑا کار اور غیر جسمانی ہونے کا تصور باندھ سکیگا؟

اور جو شخص اُن مے کوش سے اُد پر اٹھ کر پران مے کوش میں بیدار ہوا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد بھی مادہ اور جسمانیت کے علاوہ طاقت اور زندگی کو حکمران دیکھے گا۔ وہ محسوس کرتا ہے۔ کہ جس طرح میرے وجود میں طاقت اور زندگی جسم چکران ہو رہے ہیں۔ اسی طرح خیر بھی صرف مادی ہستی نہیں۔ بلکہ اُسے چلانے والی اس کے اندر ہی طاقت اور زندگی موجود ہے اور اس سے بھی آگے چل کر جو شخص اپنے منو مے کوش میں جاگ اٹھا ہے۔ وہ اپنے آپ کو جسم یا طاقت سمجھنے کی بجائے منو مے (ایک خیالی ہستی) سمجھتا ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے وجود کے اندر دیکھتا ہے۔ کہ جسم پر طاقت اور طاقت پر اس کا اپنا خیال و الادہ حکمران ہیں۔ اُسی طرح وہ اپنے ارد گرد بھی دیکھتا ہے۔ کہ اگرچہ قدرت میں بے انداز مادہ اور طاقت موجود ہیں۔ مگر ان کے پیچھے ایک عظیم ذہن (ہر میہ گر بھ) موجود ہے۔ جو اس جگت کو پیدا کرتا اور چلاتا ہے۔

منو مے کوش سے بھی اُد پر اٹھنے والا شخص اپنے آپ کو وگیان مے کوش جانتا ہے۔ اور اپنے ذاتی تجربے سمجھتا ہے۔ کہ طاقت مادہ کو۔ خیال طاقت کو اور دانائی (حکمت) خیال کو استعمال کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے ماحول میں بھی مادہ طاقت اور خیال کے علاوہ اشیا اور واقعات کے اندر بے انداز حکمت کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور خوب جانتا ہے۔ کہ ایسے مترتب باقاعدہ اور پُر از مقاصد دنیا کو پیدا کرنے والی ایک غیر متناہی حکمت ہے۔

اور جس شخص نے ”مے کوش“ پر مدار یا حاصل کیا ہے۔ وہ صاف صاف دیکھتا ہے۔ کہ جسے اس

کے اپنے وجود کے اندر مادہ طاقت، خیال اور حکمت کو کام میں لانے والی شے آئندے یعنی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے۔ آئندہ کو پانے یا ظاہر کرنے کے لئے ہی کرتا ہے۔ اس طرح بیرونی کائنات کی پیدائش، قیام اور اس کی لگاتار تبدیلی اور تجدید کا راز آئندہ (متر) میں پایا جاتا ہے۔ یہ سارا جگت آئندے سے ہے۔ آئندے میں ہے۔ اور آئندہ کی طرف ہی حرکت پذیر ہے۔ اس سے ہر سو حسن و جمال کا ہنی پیلہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا پانچ طرح کی بیداری ظہورات کی طرف بیداری ہے۔ ذات کی طرف نہیں۔ صرف ظہورات کی طرف جاگے ہوئے پریش کو اپنے آپ سے الگ اور بے انداز بڑے ایشور کا خیال خواہ مخواہ آتا ہے۔ مگر جو شخص اپنی ذات میں جاگ اٹھتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے الگ اور جہان ایشور اور اس کے امت گنوں کو دیکھنے کی بجائے سرب برہم کا روشن کرتا ہے۔ وہ براہ راست اور بلاشبہ جانتا ہے۔ کہ کیوں برہم ہی موجود ہے۔ ایشور جیو۔ جگت اسی ایک اکھٹا اور ویت برہم کے ظہوری پہلو ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی ایک جسم یا طاقت یا ذہن یا جذبہ سمجھنے کی بجائے جانتا ہے۔ کہ وہ آپ بھی برہم ہی تو ہے۔ برہم کی انش یا اس کا کوئی پہلو نہیں۔ بلکہ پورن برہم ہے۔ ظہوری پہلو پیروہ اپنے آپ کو جگت اندر پاتا تھا۔ اب سارا جگت اسے اپنی ذات کے اندر اسی طرح ہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسے سمندر کے اندر بلبے اور سورج کے اندر کرنیں۔

جب تک انسان اپنی حقیقت میں بیدار نہ ہو۔ اسے اپنے آپ سے الگ اور جہان ایشور کا خیال آتا ہی رہے گا۔ اور اسی خیال کی پریش ہی وہ اپنی ترقی دیکھے گا۔ اور ایشور کے یوگ میں ہی وہ اپنی کمزوری، جہالت اور محدودیت سے نجات پانے کا اُمیدوار ہوگا۔ اپنے سامنے ترقی کا بے حد میدان دکھائی دے گا۔

مگر جو شخص اپنے آپ میں بیدار ہوا ہے۔ وہ زمانے میں ترقی ڈھونڈنے کی بجائے حال میں ہی اپنی ذات کے اندر کمال کو حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بیرونی ایشور کی تلاش کی بجائے برہم پرکاش میں اپنی زندگی دیکھتا ہے۔ یعنی وہ اپنے آپ سے باہر طاقت، زندگی، حکمت اور سرور ڈھونڈنے کی بجائے خود ہی بے انداز طاقت، زندگی، حکمت اور سرور کا اکھٹا اور سدا جاری رہنے والا چشمہ بن جاتا ہے۔

ایشور کے تصور میں اختلاف اور تبدیلی

ہم سب جانتے ہیں کہ کائنات ایک ہے۔ مگر کائنات کے متعلق ہمارے تصورات سدا ہی مختلف اور تبدیلی پذیر رہے ہیں اور رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حواس جسمانی محدود ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں ساری کائنات کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ہر شخص اپنے اپنے مقام اور زاویہ نگاہ سے دیکھا کرتا ہے۔ سارا ہمارا کہ کسی ایک فوٹو میں منعکس نہیں ہو سکتا۔ اس کی تصاویر لازمی طور پر مختلف اور بدلنے والی ہی ہوں گی۔

اسی طرح ایشور کے متعلق بھی نہ بھی ایک خیال ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ ایک طرف ہمارے ذہنی حواس کی محدودیت اور دوسری طرف ایشور کی غیر محدودیت اس بات کو اہل اور لازمی قرار دیتے ہیں کہ ایشور کے متعلق ہمارے تصورات کبھی یکساں اور غیر متغیر نہیں ہو سکتے۔

یہی سبب ہے کہ اگرچہ عام طور پر مذاہب ایشور کی امتی کے قائل ہیں، لیکن ان کے تصورات میں سدا ہی اختلاف پایا جاتا ہے یہی اختلاف تصورات ہی تمام مذہبی تعصبات فسادات کی بنیاد ہے۔ وہ ایشور یا خدا کو ایک کہتے ہوئے بھی اس کے تصورات اور اس کے پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو ناستک اور کافر کہنے میں ذرا نہیں شرماتے۔ شوشل ضرورت سے مجبور ہو کر مذاہب کے درمیان توافق پیدا کرنے کے لئے کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں، مگر وہ سب کی سب لیگ آف نیشنز کی مانند کبھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتیں۔

جب تک اندھوں کی آنکھ نہ کھلے اور وہ ہاتھی کی کیفیت کو ایک نظر سے نہ دیکھیں۔ صرف ہاتھوں کی ٹٹول سے وہ کبھی ہاتھی کی وحدت اور کیفیت کو نہیں جان سکتے۔ ان میں ہر ایک اپنی اپنی سچائی کا مدعی بن کر دوسروں کو جھوٹا پکارتا رہیگا۔ مگر سب کی آنکھ کھلتے ہی پتہ لگے گا کہ سب ہی سچے تھے۔ صرف نقطہ نگاہ کی تنگی نے دھوکہ اور اختلاف پیدا کر رکھا تھا۔ اسی طرح جب تک انسان کی اندرونی نظر نہ کھلے یعنی وہ اپنے آپ میں نہ جاگ اٹھے۔ وہ جگت اور ایشور کے متعلق مختلف تصورات رکھنے پر مجبور ہوگا۔

بھلا جو شخص اپنے وجود میں جہانیت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ وہ ایشور کو کس طرح غیر جسمانی اور نہ کار خیال کر سکیگا؟ اور جو شخص منوے کوش یا دگیان مے کوش میں جاگ اٹھا ہے۔ وہ کیونکر اس کے ساتھ اتفاق رائے رکھ سکیگا؟ نہ صرف ہماری محدودیت جو اس کے باعث ہمارے تصورات مختلف ہوں گے۔ بلکہ ہماری اپنی حالت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتے بھی ہیں گے۔

اس کے علاوہ نیچر کے متعلق انسانی علم جوں جوں آگے بڑھتا ہے۔ ایشور کے متعلق اس کا خیال بھی لازمی طور پر بدل جاتا ہے۔

مثلاً کبھی اس دنیا کو بے شعور ذرات اور اندھی طاقتوں کا مجموعہ سمجھا جاتا تھا۔ اور دنیا میں ترتیب مقاصد اور باقاعدگی کا مشاہدہ خواہ مخواہ یہ خیال پیدا کرتا تھا۔ کہ اس دنیا کو ترتیب باقاعدگی اور مقاصد دینے والی کوئی ہستی ضرور موجود ہے۔ اور وہ دنیا سے اسی طرح جداگانہ وجود رکھتی ہے۔ جیسے معمار مکان سے جداگانہ اور بیرونی ہستی رکھتا ہے۔

مگر جب مطالعہ قدرت نے انسان کو یقینی طور پر دکھا دیا کہ یہ دنیا صرف ذرات اور طاقت کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ زندہ ہے۔ اس میں زندہ جسم کی مانند اپنے اندر سے ہی خود بخود نشوونما پانے کی طاقت موجود ہے۔ اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس کے اندر بھی ہمارے وجود کی مانند ذہن بھی موجود ہے۔ اور اس اندرونی زندگی اور ذہن کے ذریعے یہی بے شعور معلوم ہونے والی دنیا اپنے آپ کو اس ترتیب اور خوبصورتی کے ساتھ پیدا کرنے اور باقاعدگی کے ساتھ مقاصد کی طرف لے جانے کے قابل ہے۔ تب سے پرکرتی اور جگت سے الگ ایشور کا خیال خود بخود اٹنا شروع ہو گیا۔

اب جن لوگوں کے دل و دماغ میں قدرت کی اپنی ارتقائی طاقت و زندگی میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ وہ ایشور اور خدا کو دنیا کی حدود سے باہر یا اس سے جداگانہ ہستی نہیں سمجھتے۔ بلکہ صاف طور پر دیکھتے ہیں کہ جگت کا ایشور جگت کی اپنی ہی جان۔ اپنی ہی شکتی اور اپنی ہی حیوتی ہے۔ جگت ایشور کا روپ ہے۔ یا گیت ہے۔ اور ایشور اس کی جگت کا اندرونی روح جمال و محبت ہے۔ یعنی سن سچ کہتا ہے۔

Whose body is nature and God is the soul.

”وہ ایک نہایت عظیم کل ہے۔ اس کا جسم قدرت ہے اور اس کی رُوح خدا ہے۔“
اس ذہنی طبقہ پر بیدار لوگ ایثور کو دنیا سے الگ۔ دُور پرے یا غائب نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنے ہر طرف اس کو دیکھتے چھوٹے۔ سُنتے اور اس کے ساتھ جو ہار کرتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو ایثور کے عالمگیر جسم کا ایک عضو جانتے ہیں۔ اور ذہن کو بھی اُس عالمگیر ذہن کا ایک سیل خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنی حرکات کے اندر ہی ایثور کی شکتی کو اپنے جینے میں ہی اس کی زندگی اور اپنے ذہن میں ہی اس کی روشنی کو دیکھتے اور اس میں جیتے ہیں۔ ان کی نظر میں ”ہم ازوست“ اور ”ہم اوست“ میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔ وہ ایثور کا دھیان کرتے وقت جگت کو بھلانے کی کوشش کرنے کی بجائے جگت میں ہر جگہ اور ہر وقت اس کا تخلیقی عمل دیکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں ایثور نے یہ دنیا پیدا نہیں کی بلکہ سد کر رہا ہے۔ اور وہ کسی اور شے کو پیدا نہیں کر رہا۔ بلکہ خود ہی پیدا (نمودار) ہو رہا ہے۔ ان کی نگاہ میں خالق و مخلوق کا تفرقہ نہیں رہتا۔

اور رُوحانی طبقہ پر بیدار (آتم دوت) لوگ تو ہر جسم کے سوا کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ جگت کے اختلافات اور تغیرات کی طرف سے اندھے اور بے خبر ہو رہے ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ انہیں ہر طرف ہر جسم ساگر ہی اُچھلتا دیکھائی دیتا ہے۔ سارا جگت ایک ہی زندگی کا نت نیا کیت سانی دیتا ہے۔ ایک ہی آئند میدانِ ابدیت میں رقص کرنا ہوا منور ہوتا ہے۔ دیکھنے والا رشی اسی نظر سے ہی دیکھتا ہوا اعلان کرتا ہے۔

”یقیناً یہ سب کچھ ہی برہم ہے“ ۱-۲ ॥ मां० उ० सर्वं खल्विदं ब्रह्म

ایثور بھکتی

ایثور بھکتی ایک قدرتی جذبہ ہے۔ انسان ایک خود آگاہ وجود ہونے کے باعث جب اپنی حدود کو دیکھتا ہے۔ تب لازمی طور پر اس کے ساتھ غیر محدود کا خیال اسی طرح آیا کرتے ہیں۔ جیسے بچے کے ساتھ اوپر کا اور اندر کے ساتھ باہر کا۔ جو شخص اپنے جسم کی محدودیت دیکھتا ہے۔ وہ لازمی طور پر اپنے ارد گرد کائنات کے غیر محدود جسم کو بھی دیکھتا ہے۔ ورنہ اُسے اپنا جسم ہی نظر نہ آسکتا۔ اسی طرح جیو اپنے آپ کو جانتا ہوا ایثور کا خیال کسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنی چھوٹی مٹی - محدودیت - عظیم کمیل کے ساتھ ضرور ہی بے حد بڑائی - غیر محدودیت اور کمال کا خیال آتا ہے۔ جس طرح جسم اور نیچر ایک دوسرے کی نسبت سے جانے جاتے ہیں۔ اسی طرح جیو اور ایثور دونوں کا گیان ہی نسبتی ہے۔

لہٰذا یہاں جیو سے مراد انسانی رُوح سے ہے۔ حیوانات اور نباتات پر یہ بات صادق نہیں آتی۔

ایشور کی عظمت - غیر محدودیت اور کمال - خوف اور مہبت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم ایشور کو غیر محدود سچائی نیکی اور خوبصورتی کا آدرش جانتے ہیں۔ تب ہمارے دل میں قدرت اور خواہ مخواہ حیرت - احترام اور تحسین و محبت کے جذبات اُچھلنے لگتے ہیں۔ اور چونکہ سچائی نیکی اور خوبصورتی کی حد نہیں ہے۔ اس لئے یہ جذبات بھی غیر محدود نشوونما کی قابلیت رکھتے ہیں۔ کوئی شخص بھی جو عقل - فہم اور دل سے بہرہ ور ہے۔ اس قدرتی بھگتی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لیکن جو بھگتی ذہن کی سچکانہ حالت میں عین قدرتی اور ابھارنے والی ہے۔ وہی بھگتی ذہن کی پختگی Maturity پر غیر قدرتی اور مضرت ثابت ہوتی ہے۔ ذہنی پختگی میں انسان ایشور کو اپنے آپ بلکہ قدرت سے بھی باہر - دور سے دور اور غائب خیال کرتا ہے۔ اور اپنی کمزوری - جہالت اور محدودیت دیکھ کر اس کی پناہ اور ملوکا طلبگار ہوتا ہے۔ یہ بھگتی ایک طرح کی تسکین ہے۔ خوفی اور سہارا دیتی ہے۔ مگر انسان کو ذہنی پختگی سے دور رکھتی ہے۔

مگر پختہ اور ترقی یافتہ ذہن ایشور کو صرف کائنات کے اندر ہی نہیں بلکہ اپنے مرکز ہستی میں بھی دیکھتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے۔ کہ اس کے اندر ہی غیر محدود سچائی نیکی اور خوبصورتی کے چشمے موجود ہیں۔ اپنے مطلوب کو آسمانوں میں ڈھونڈھنے کی بجائے اپنے دل میں دیکھتا ہے۔ یہ تصور خود اعتمادی - ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ تب انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ اگرچہ وہ ایک پہلو پر محدود مخلوق ہے۔ بلکہ دوسرے پہلو پر خود ہی غیر محدود خالق بھی ہے۔ زندگی کی دنیا میں ہمیشہ جُز کے اندر کل موجود ہوتا ہے۔ ذہنی پختگی انسانی لباس میں چھپا ہوا خدا دکھلاتی ہے۔ تب اس اندرونی خدا کی اطاعت عین آزادی محسوس ہوتی ہے۔ اسی حالت میں ایمر سن کہتا ہے۔

I, the imperfect, adore my own perfect.

”میں محدود ہوتا ہوا اپنے ہی غیر محدود کے گن گان کرتا ہوں۔“

جب تک ہم مادی منطق کے ذریعے روحانی حقائق کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ تب تک غیر محدود اپنے آپ سے باہر ہی محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ مادی منطق کی رو سے محدود میں غیر محدود اور جزو میں کل کا کلیتہاً موجود ہونا محالات سے ہے۔ لیکن روحانی منطق دکھلاتی ہے۔ کہ زندہ جسم میں ہر جزو کے اندر کل موجود ہوتا ہے۔ اور ہر خیال میں سارا ذہن ہی پایا جاتا ہے۔ مادی منطق کبھی اس بات کو نہیں مانے گی۔ کہ قطرہ کے اندر سارے کا سارا سمندر موجود ہو سکتا ہے۔ لیکن روحانی منطق اعلان کرتی ہے۔

کبر یوں نہ سمائی سمندر میں ایہہ جا سمجھ کوئے

سمندر سما نا لوندد میں ایہہ بر لا بوجھے کوئے

موجودہ سائنس کی بنیاد مادی منطق پر ہے۔ اس لئے اگر ہم سائنس کے ذریعے جیو اور ایشور کے سمندر کو سمجھنا چاہیں تو یہ ایسی بات ہوگی۔ کہ گزہ کر لے کر اس کے ذریعے سچائی محبت اور خوشی کو ماننے کی کوشش کی جائے۔ روحانی حقائق کو روحانی منطق کی روشنی میں ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس روحانی منطق پر اب تک باقاعدہ طریق سے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

جب کوئی بچکانہ ذہن ایشور کے بارہ میں امنت پورن پتا اور پر بھوکے نام سنتا ہے۔ تو وہ اپنی محدودیت۔ بے کسی۔ عاجزی۔ محتاجی۔ اور غلامی کے افراز میں ہی بھکتی کی روح دیکھتا ہے۔ اور پناہ لینے مانگنے اور سخت ش کا طالب رہنے کو اپنا دھرم سمجھتا ہے۔

لیکن پختہ اور بالغ ذہن ان ناموں کو سن کر اپنی ہی ممکن اور پوشیدہ غیر محدود طاقت اور آزادی کو محسوس کرتا ہے اور ایشور کو اپنے ہی وجود کی گہرائیوں میں دیکھتا ہے۔ اسے اپنے اندر ایشور کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور اس لئے اس کی ایشور بھکتی۔ اتم بھکتی کا روپ دھارن کر لیتی ہے۔

عجب ہنس ہنس تبریزم کہ عاشق گشتہ اسم بر خود
چوں خود در خود نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

اس طرح کا بھکت اپنی قسمت کا آپ مالک ہوتا ہے۔ وہ بیرونی ایشور کی پناہ لینے اور اس سے مدد مانگنے کی بجائے اتم و شواں رکشا ہوا زندگی میں اپنا ایشور نو طاسر کرتا ہے۔ اور کسی بیرونی ہستی کے آگے سجدہ کرنے کی بجائے خود ہی سجدہ اور مجاہدہ جاتا ہے۔ وہ سورگ میں جانے کی تمنا نہیں رکھتا۔ بلکہ اپنے اندر سے سورگ نمودار کرتا ہے۔ اور ہر معاملہ میں بیرونی اسناد پر لٹکے رہنے کی بجائے اپنی سند آپ ہوتا ہے۔

غلط تصورات اور ان کے مضر نتائج

اگرچہ ایشور کے متعلق انسانی تصور ابھی نسبتی رہے گا۔ لیکن تصور کا نسبتی اور غلط ہونا ایک شے نہیں جہاں ایشور کا اضافی تصور خاص حالات میں اور ایک حد تک زندگی میں ابھارنے والا ثابت ہوتا ہے۔ وہاں غلط تصورات دنیا میں طرح طرح کی آفات لاتے ہیں۔ مثلاً

جب ہم ایشور کو اس کثیف دنیا سے دور اور اوپر خیال کرتے ہیں۔ تب اسے لینے کے لئے اس دنیا سے بیزار رہتے ہیں۔ بلکہ ہم دنیا سے بیزاری کو ہی وصال باری کی ایک شرط خیال کرتے ہیں اور دنیا کو سمجھنے اور بہتر بنانے کا خیال چھوڑ کر عاقبت میں ایشور کے پاس رسائی اور مقام حاصل کرنے کے لئے مذہبی رسوم میں اپنی طاقتوں کو ضایع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس عاقبت پرستی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ یہ دنیا رنج و اطم کا گھر چلی آتی ہے۔ اگر ہم اس دنیا میں ایشور کو دیکھ سکتے۔

تو کبھی اسے بھلانے یا اس سے بیزار ہونے کی کوشش نہ کرتے۔ یا جب ہم ایشور کو بھی فرد بشر سے ملتا جلتا ایک نہایت ہی طاقتور۔ نورانی اور شاندار شخص (Person) خیال کرتے ہیں۔ تب دنیا میں جا بجا مہا بخیوں (مدھیہ دیتوں) کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بعض تو اس کے اقرار یا پیغمبر ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ اور ہم قوانین قدرت و زندگی مطالعہ سے غافل رہ کر ان کی سفارش یا مہربانی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس مالک کل کی طرف سے عفو و رحم کی امیدیں ہیں قوانین قدرت کی پابندی سے غافل کر دیتی ہیں۔ اور پر بھوک کی خوشنودی یا ناراضگی کے سوا ہمارا کوئی اخلاقی اصول ہی نہیں رہتا یا جب یہ مان لیا جاتا ہے۔ کہ صرف ہمارا اقرار یا پیغامبر ہی موجودہ وقت میں زندگی کی رہنمائی کے لئے پوری اور آخری سچائی پیش کرتا ہے۔ تب مختلف عقیدہ کے لوگوں کے لئے ناروا داری اور تشدد کی پیرٹ پیدا ہو کر سوشل زندگی کو زہر آلود کر دیتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ اس قسم کا سلوک عین ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ اپنے اپنے مذہب کی سچائی کو

قابل ہے خطا اور آخری مان لینا علمی کھوج کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ اور لوگ نیچر کی عالمگیر روحانی اور مقدس ترین قدرتی کتاب مطالعہ چھوڑ کر الہامی کتب کے ہی کپڑے بنے رہتے ہیں۔

یاجب کوئی فرد یا جماعت یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہماری اُمت کا فیصلہ ازل سے ہی ہو چکا ہے اور ہماری سعادت اور ہنگامی اسی میں ہے کہ جو کچھ سر پر گذرے اُس پر صبر۔ شا کر بلکہ راضی رہ کر لیں۔ تب انسان اپنی انسانیت کے لیبل سے نیچے گر جاتا ہے۔ انسانیت کی صفات خصوصہ ذمہ داری اور تخلیق ہیں۔ قسمت پرستی ہمیں غیر ذمہ داری اور ساکن قبولیت سکھاتی ہے۔

یاجب لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پرانے خود مختار سلطانوں کی مانند ایشور بھی اپنی خوشامد اور مدح مہرائی سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کے خوش ہونے پر جو کچھ چاہوں مل جاتا ہے۔ تب وہ گیان اور پرشار تھکا کر اسے چھوڑ کر ایشور کے گن گانے اور ناچنے میں اپنے وقت اور اندرونی طاقت کو لگا کر دیتے ہیں۔ اور غلامی۔ پناہ گیر می اور محتاجی میں روحانی بہبودی خیال کرتے ہیں۔ دنیا میں مانگنے سے بڑھ کر ذلت کو نہی ہوگی؛ مگر غلط عقاید کے زیر اثر لوگ اپنے پر بھوکے آگے گرد اگر لڑا کر پرارتھنا کرتے ہیں۔ اور اپنی انسانی شان و عظمت کو بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔

اور بعض لوگ تو پر بھوک کی کس پاماصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو بیچ۔ پابی۔ دین۔ دُربل۔ موڑھ۔ داس کی بار بار آتم سوچنا (auto suggestion) دیا کرتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر تباہ کن مشق کون سی ہو سکتی ہے! جن لوگوں نے ایشور کو اس دُنیا سے الگ یا باہر مان رکھا ہے۔ وہ اس پر بھوک کی آیات کرتے وقت دُنیا اور باہر کو بھلانے کا تین کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ملنے کے لئے اور سب سے تعلق توڑنا چاہتے ہیں۔ اور باہر سے بجا کر گاتے ہیں۔

ساجی پریت مادھو تم سنگ جوڑی
تم سنگ جوڑ اور سنگ توڑی

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے ایشور کے پیارے (بھگت) دُنیا کے حق میں ناکارے ہو جاتے ہیں۔ انہیں گھر۔ سوسائٹی اور کام کاج کی ذرا پرواہ نہیں رہتی۔ اور ان کی متعدی مثال سوسائٹی میں ایک طرح کی وبا پھیلانے کا اثر رکھتی ہے۔

اور جو اقوام بدبختی سے اس غلط عقیدے کی شکار ہو رہی ہیں کہ دُنیا میں صحت و بیماری۔ خوشحالی اور افلاس۔ آزادی اور غلامی۔ پیدائش اور موت ایشور کے ہاتھ میں ہیں کسی فرد یا مجموعہ افراد کا اس میں دخل نہیں۔ ان کی ذلت و مصیبت کی زندہ مثال خود ہندوستان ہے۔ اس عقیدے کے لوگ صحیح معنوں میں جیتے نہیں۔ بلکہ صرف زندگی کو سہا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ شانتی دیتا ہے مگر یہ شانتی موت کی ہے۔ اور پتھروں کی طرف نیچے لے جانے والی ہے۔ زندگی کو آگے بڑھانے والی نہیں۔

بعض نے ایشور کو نہ صرف حج بلکہ سزا و جزا دینے والا مان رکھا ہے۔ اور اس کی سزائیں بھی اس قدر وحشیانہ کہ انسانوں کے ساتھ حیوانی سلوک کرنا تو درکنار انہیں حیوان ہی بنا دیا جاتا ہے۔ یا وہ انہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں ڈال دیتا ہے۔ جس کا ایک ذرہ بھی اپنی شدت حرارت سے اس زمین کو بل بھری بخار کی مانند اڑا سکتا ہے!

ایشور کو مالک - جج اور سزا جزا دینے والا ماننے والے لوگ ہی اس دُنیا میں خود کو مہروں کے مالک جج اور سزا دہندہ بننے میں فخر اور کامیابی خیال کرتے ہیں یہی عقیدہ رکھنے والی اقوام دوسری اقوام پر خدائی برتری حاصل کرنا اور قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ جماعتی خدا کے غلط تصور نے تاریخ انسانی میں کتنی خونی باب لکھ دیئے ہیں۔

وہ تو میں

ہم شروع میں ہی بتلا آئے ہیں کہ انسان جسمانی اور ذہنی حواس کے علاوہ روحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ اور اگرچہ حقیقت میں کل انسانی تجربے کی بنیاد روحانی حواس پر ہے۔ مگر زمانے میں ہمارا علم جسمانی حواس سے شروع ہوتا ہے۔ اور ان کے بعد بذریعہ تعلیم و تربیت ذہنی حواس نشوونما پاتے ہیں۔ ابھی تک انسانی دنیا روحانی حواس کی نشوونما کی انگیر بیداری کے لئے کوئی تدبیر سوچی اور عمل میں نہیں لائی گئی۔

مگر حواس روحانی ہر فرد بشر میں موجود ہوتے ہیں۔ اور دھندلے طور پر ایک غیر محدود ابدی حقیقت کا خواہ مخواہ خیال دلاتے ہیں جو کل اور باغیر ہے۔ اور جب انسان اپنی ظاہر چھوٹائی اور دنیا کی بے ثباتی دیکھتا ہے۔ تب اس حقیقت کو قدرتا اس دُنیا سے باہر اور دور خیال کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔

اس لئے شروع شروع میں انسان خدا کو غائب۔ دور ترین اور اس دُنیا سے پرے خیال کر کے اس کی طرف وہ کہہ کر اشارہ کرتا ہے۔ اسے جس غیر محدود کاملہ حقیقت کا دھندلا سا خیال آتا ہے۔ اسے وہ اپنے اندر یا دُنیا میں کہیں نہیں پاتا۔ کیونکہ اسے ہر شے محدود اور عارضی دکھلائی دیتی ہے۔

اس حالت میں مذہب میں اطاعت پر زور ہوتا ہے۔ کرم یوگی اسی طبقے پر جیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مالک کا بندہ یا پر بھوکے انش جان کر اس کے لئے شکام کرم کرتا ہے۔ اور اس کی زندگی عین خدمت (سیوا) ہوتی ہے۔

لیکن جب تجربے کی ٹھوکریں انسان کو قدرت کی طرف جاگنے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ تب وہ اس قدرت کے اندر غیر محدود حکمت۔ نیکی بولہبھوتی اور محبت کے آثار دیکھنے لگتا ہے۔ اور ہنر کار یہ بیداری حاصل کرتا ہے۔ کہ اسے جس غیر محدود ابدی حقیقت کا خیال آتا تھا۔ وہ تو اس دُنیا کے اندر ہی موجود ہے۔ یہ دُنیا ایسا کارخانہ ہے جس میں خالق و مخلوق عامل و معمول کی جدائی نہیں۔ مصنوعات میں نقش و نقاش۔ عمارت اور معمار کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ مگر زندگی میں نہیں جب تک انسان اس قدرت کو بے جان خیال کرتا تھا۔ تب تک اس کے بنانے یا پیدا کرنے والے کو اس سے باہر جانتا تھا۔ لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ قدرت مردہ نہیں زندہ ہے۔ پیدا کی نہیں گئی۔ بلکہ خود بخود پیدا ہو رہی ہے۔ تب وہ

اس قدرت کے اندر ہی قادر کو دیکھتا ہے۔ اس کے جسمانی حواس بھی ایشور درشن کے جھروکے بن جاتے ہیں۔ وہ ہر حرکت میں اندرونی طاقت۔ ہر صنعت میں اندرونی صانع۔ ہر صورت میں اندرونی مقصور اور ہر واقعہ میں اندرونی حکمت کو رو برو دیکھتا اور پہچانتا ہے۔ اور اسے "وہ" کہنے کی بجائے "تو" سمجھ کر خطاب کرتا ہے۔ پہلے وہ پر بھوکے ہونے کے لئے منازل سے گزرنا اور سفلی مقامات سے علوی مدارج کی طرف اٹھنے اور گھر کو لوٹنے کی طلب رکھتا تھا۔ اب وہ دُور ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ دن بدن شناسائی اور محبت کو بڑھاتا ہے۔ اس حالت میں مذہب میں محبت (بھکتی) پر زور ہوا کرتا ہے۔

اس کے بعد دُنیا کی چوٹیں انسان کو اس کے اپنے وجود کی طرف بیدار کرتی ہیں۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ جس غیر محدود ابدی حقیقت کو وہ دُنیا سے پرے یا دُنیا کے اندر خیال کرتا تھا۔ وہ کلیتاً اس کے ننھے سے وجود میں موجود ہے۔ اور اس کا ننھا پن اس کی جسمانیّت کا دھوکا ہے۔ اپنے شعور اور جتن کے لحاظ سے وہ اس دُنیا کے اندر نہیں بلکہ دُنیا اس کے اندر ہے۔ وہ دُنیا کا جزو نہیں بلکہ دُنیا اس کا ایک جزو ہے۔ جسے وہ اپنی ضرورت ایک حالت (بیداری) میں محسوس کرتا ہے۔ جان لیتا ہے کہ کل کا اندرونی ایک ہی تو اس کا اپنا اندرونی ایک ہے۔ برہم آتما ہے۔ اور آتما برہم ہے جیوانیک میں مگر آتما ایک ہے۔ کل سرب۔ امنت پورن اور نیت ہے۔ اب وہ سمجھتا ہے کہ جس دلبر کو وہ دُنیا کے اندر یا اس سے پرے ڈھونڈتا تھا وہ تو دل میں ہی ہمیشہ موجود چلا آتا ہے۔ اگر وہ دل میں موجود نہ ہوتا تو کبھی دل میں اس کا خیال ہی نہ اٹھتا۔ اور نہ ہی اس کے لئے بے قرار طلب پیدا ہوتی۔ اس روحانی بیداری پر وہ ایشور کو ”وہ“ یا ”تو“ کہنے کی بجائے پوری سچائی اور نورانی بے خوفی سے ”میں“ کہنے کی جرأت کرتا ہے۔ یہ حالت معرفت کی ہے۔ اور گیان یوگی کا یہی مقام ہے۔

بھکتی سے گیان کی طرف بیداری حاصل کرنے وقت ایک گزر جانے والی حالت نمودار ہوتی ہے جس میں انسان کہتا ہے کہ میرے اندر اور باہر ایشور ہی ایشور ہے۔ میں نہیں ہوں۔ وہی ہے۔ وہ دُنیا اور اپنے آپ کو دیکھ کر ”تو ہی تو“ پکارا کرتا ہے۔ مگر یہ حالت روحانی پختگی ظاہر نہیں کرتی۔

معرفت کے اُجالے میں غیر کا وجود ڈھونڈنے سے بھی نہیں مٹا۔ ہر طرف اور اندر باہر اپنا آپ ہی دکھلائی دیتا ہے۔ اس حالت کو بیان کرنے کے لئے اگر کوئی موزوں ترین لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تو ”میں“ ہے مگر اب ”میں“ کا لفظ بھی نئے معنی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ وہ عجیب و غریب ”میں“ ہے جو اپنے مقابل میں ”تو“ کی حد نہیں رکھتی۔ لوک۔ پرلوک۔ ایشور سب کے سب اپنا ہی چمٹکار دکھلائی دیتے ہیں۔

ایشور پر اپنی

جو لوگ ایشور کو غائب اور دُنیا سے کہیں دور مانے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ایشور کی تلاش اور اس کی طرف سفر اور رسائی کا خیال معنی رکھتا ہے۔ مگر جو اُسے حاضر۔ ہر سو قدرت کے مظاہر میں معنوی نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ وہ ایشور کی تلاش اور اس کی طرف سفر کی بجائے اس کی شناخت چاہتے ہیں۔ وہ کتاب قدرت میں اس کے مصنف کو دیکھنے ہوئے اس کے ساتھ دن بدن اپنا تعارف بڑھانے میں روز افزوں روحانی برکات حاصل کرتے ہیں۔ انکھ کا پھول پر۔ کان کا گیت پر عاشق ہونا قدرتی بات ہے۔ اسی طرح جائے ہوئے ذہنی ہواس (عقل۔ ضمیر۔ دل) قدرت میں بے انداز سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی کو محسوس کرتے ہوئے ست۔ شو۔ سندر کے ساتھ یکت (واحد) ہونے کی زبردست کشش محسوس کرتے ہیں۔

اگر عقل بیدار نہ ہو۔ تو وہ لائبریریوں کے درمیان رہ کر بھی مصنفین سے محض بے تعلق رہے گی۔ اگر فہم نہ پیدا ہو۔ تو بھلے لوگوں کی صحبت میں رہ کر بھی دُنیا میں نیکی کی پونہ پائے گی۔ اور اگر خوبصورتی کی چسپاں نشوونما نہ پائی ہو۔ تو کشمیر کے نظارے اور آسمان کے ستارے بھی بے حُسن معلوم ہوں گے۔ اس کے خلاف ان حواس کی بیداری اس دُنیا کو ہی مجسم پچائی۔ مجسم بھلائی اور مجسم خوبصورتی دکھلانے کی۔

ایشور کی پراپتی اور درشن کے لئے دُور و دُور کی ضرورت نہیں۔ نظر بینا درکار ہے۔ دیکھنے والی آنکھ کے لئے مشرٹی کا درشن ہی مشرٹا کا درشن ہے۔ قدرت ہی قادر کا نظارہ ہے۔ جو لوگ اس دُنیا کو است (غیر حقیقی) جڑ (بے شعور) اور دکھ روپ (پر مصیبت) بتلاتے ہیں۔ ان کے ذہنی حواس ابھی جاگے ہی نہیں۔ اندھے کو دن دوپہر میں کالی رات نظر آتی ہے۔

لگی کا درشن اس کی خاموشی کی سنسان میں نہیں بلکہ اس کے رگ کے آئند بھرے لہراؤ میں ہوا کرتا ہے۔ اس طرح ایشور سے یوگ مشرٹی کی راہ سے ہوتا ہے۔ قدرت وصال باری میں روکاؤٹ یا پردہ نہیں۔ بلکہ اس وصال کا نہایت قابل قدر فریج ہے۔ کتاب کو جھٹلانا۔ دراصل اس کے مصنف کو جھٹلانا ہے۔ اس طرح جگت کو جھٹلانے سے بڑھ کر مکر وہ کوئی ناستکتا نہیں ہو سکتی۔

جن لوگوں نے جگت کے معنی وراز کو نہیں سمجھا۔ انہوں نے اسے باتوں باتوں میں اڑانے (جھوٹا دم ثابت کرنے) کی بے سود کوشش کی ہے۔ اور بعض مایا وادیوں نے تو برہم کو جگت کے کلنگ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی ذمہ داری ایشور کے مہ پر تھوپ دی ہے۔ اور ایشور کو ایک عالمگیر دھوکے کا مصنف بتلایا ہے!

ایشور تو سچی کو پراپت ہے۔ اس سے الگ ہستی۔ طاقت۔ زندگی اور ہوش کہاں! ایشور سے جدائی اور دُوری کا دھوکہ۔ غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ جہالت خودی (انکار) کا دھوکہ پیدا کرتی ہے۔ اور خودی سے خود غرضی اور لذت پرستی کے عوارض نمودار ہو کر ذہنی نظر کو دھندلی کر دیتے ہیں۔ اور بے اندازہ سچائیوں۔ بھلائیوں اور خوبصورتیوں کے درمیان بود و باش رکھتے ہوئے بھی ہم ست۔ نشوونما کا درشن نہیں پا سکتے۔

جس طرح ہماری جسمانی زندگی نیچر کے تعلق میں ہی وجود رکھتی اور نشوونما پاتی ہے۔ اس طرح ہماری ذہنی زندگی کا قیام اور نشوونما ایشور کے ساتھ یوگ پر ہی انحصار رکھتے ہیں۔ نیچر سے بے تعلقی جسمانی اور ایشور سے بے تعلقی ذہنی موت ہے۔ آنکھ روشنی کے بغیر کیا جتے گی؟ اسی طرح عقل۔ ضمیر اور دل کی زندگی بالترتیب سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی کے تعلق میں ہے اور ان کی نشوونما کے یہ معنی ہیں۔ کہ تعلق لگاتار بڑھتا چلا جائے خورش پرشش اور رہش گاہ ہماری حیوانی ضروریات ہیں۔ ہماری انسانی ضروریات ہیں۔ سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی جسمانی ضروریات کی فراہمی ہماری دولت نہیں۔ ہماری حقیقی دولت ست۔ نشوونما اور سُندر سے لگاتار تعلق بڑھانے میں ہے۔ اور یہ دولت مادی دولت کی مانند دینے اور بانٹنے سے گھٹنے کی بجائے الٹی بڑھتی ہے۔ اور دُنیا میں مُقابلے کی بجائے موافقت پیدا کرتی ہے۔ اور یہ یوگ کوئی ساکن شے نہیں۔ لگاتار بڑھتے چلے جانا ہی اس یوگ کے قیام کی شرط ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ ذہنی حواس کی بیماری سے محروم ہونے کے باعث ان قدرو (Values) کو جانتے ہی نہیں۔ وہ ست نشو اور سندر کی طلب ہی نہیں رکھتے۔ وہ تو ڈر اور لالچ کے عیوانی جذبات کے بس میں ایک قادر مطلق کا سہارا اور خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی نظروں میں ایشور مالک کا کینات - نرج اور کرموں کا پھل دینے کی ایک اٹل ایجنسی ہے۔ وہ صرف سکھی جینے کے لئے اس کی ثمرن لینا چاہتے ہیں۔ اور دکھ اور موت سے محفوظ رہنے کے لئے بعض اعمال کے مرکب نہیں ہوتے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ جس طرح ہمارا انسانی وجود جسمانی اور ذہنی دو پہلو رکھتا ہے۔ اسی طرح قدرت بھی جسمانی اور ذہنی دو پہلو رکھتی ہے۔ جسمانی پہلو کو نیچر کہا جاتا ہے۔ اور اس کے ذہنی اور غیر ذہنی پہلو کا نام ایشور ہے۔ اس قدرت سے الگ یا باہر کوئی شخصی خدا نہیں ہے۔ جو ہمیں یہاں بھیجتا ہو۔ اور ہماری رہنمائی اور حفاظت کے لئے کبھی کبھی خود پھراؤ لٹایا اپنے مقربین کے ذریعہ اپنا پیغام دیتا ہو۔

اور بعض نے تو برہم کے ادویت بھاؤ کو بحال رکھنے کے لئے یہ تھیوری گھڑی ہے کہ مایا میں برہم کے پرتی منسب (جدا بھاس) کا نام ایشور ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ایشور عکس کی مانند صرف محسوس ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت ہے نہیں۔ صرف برہم ہی ہے۔ اور اس تھیوری کے گھڑنے کی ضرورت یہ تھی کہ برہم کو جگت کی اوتیستی۔ پرتی۔ پر لے کے دیکھ کر سے محفوظ رکھنا تھا۔

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ تو ایشور عکس محض ہے۔ اور نہ وہ برہم سے جدا کوئی جداگانہ ہستی رکھتا ہے۔ برہم جو کل۔ ایک اور لا غیر ہے۔ اس کے گیان۔ رچنا شکتی۔ آئندہ پریم۔ سوندریہ کا نام ہی ایشور ہے۔ برہم صرف رنگ اور عین ساکشی نہیں بلکہ مرب گنوں کا بھنڈار ہے۔ سورج کی روشنی اگرچہ خود بے رنگ ہے۔ مگر تمام رنگ اسی سے نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح برہم سے ایشور اور جگت کے گنوں اور شانوں کا ظہور ہوتا ہے۔ مایا اُقتِ اظہار بھی برہم کی شکتی ہے۔ ان میں سے جھوٹ کچھ بھی نہیں۔ اگر جھوٹا وہم ہے۔ تو صرف جدائی کا ہے۔ برہم میں اور برہم سے ایشور۔ جگت اور جیو ست ہیں۔ ہاں برہم سے الگ مایہ بذات خود کوئی ہستی نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے ایشور جیو اور جگت کو وہم باطل ثابت کرنے کی کوشش نہایت ہی باطل وہم ہے۔ انہیں برہم سے اور برہم میں برہم کا ہی روپ جانا سمیک گیان (حقیقی معرفت) ہے۔

برہم و رشن

ہم ہانے کی خاطر ہم پھر انسانی مثال کو پیش کریں گے۔ جب ہم کسی فرد کو دیکھتے ہیں۔ تب حواس جسمانی سے ہمیں اس کا جسم محسوس ہوتا ہے۔ اور حواس ذہنی سے اس کا ذہن۔ حواس جسمانی ذہن کی کبھی خبر نہیں دے سکتے۔ اور حواس روحانی سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ وہ ایک اعضا اور خیالات و جذبات رکھتا ہوا بھی شخص واحد ہے۔ اور اپنے جسم و ذہن میں لگاتار تبدیلیوں کے باوجود بھی وہی کا وہی رہتا ہے۔ اس کی کلیت۔ وحدت اور یکسانیت ہمارے روحانی احساسات میں ٹھیک اسی طرح ہمارے حواس جسمانی جسم کا کینات کی خبر دیتے ہیں۔ اور ہمارے حواس ذہنی اس

جسم عظیم کی حرکات و افعال میں عالمگیر ذہن کی موجودگی دریافت کرتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے حواسِ روحانی ہیں۔ جو بتلاتے ہیں کہ اس سدا بدلنے والی اور پُر اختلاف دنیا کے پیچھے ایک غیر محدود وابدی حقیقت موجود ہے۔ جو سدا وہی کی وہی اور کل ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسانی وجود روح۔ ذہن اور جسم کا مجموعہ ہے؟ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ یہ پرانا خیال بالکل غلط ہے۔ حقیقتاً انسان ایک غیر منقسم اور لائتجزی ہستی ہے۔ جو اپنے آپ کو ذہن اور جسم کی لطیف و کثیف صورتوں میں نمودار کرتی ہے۔ روح کا علیٰ نور ہمیں ذہن معلوم ہوتا ہے۔ اور روح کی طاقت ہی جمائیت کے طور پر نمودار ہوتی ہے۔ روح سے آگاہ ذہن اور جسم دونوں ہی اپنی کوئی جداگانہ اور ذاتِ خود قائم ہستی نہیں رکھتے۔

اسی طرح برہم بھی جو روح و جمیاتِ کل ہے۔ اپنے ذہنی اور جسمانی پہلو رکھتا ہے۔ یعنی برہم حیوتی ہی ایشور معلوم ہوتی ہے۔ اور برہم شکنتی ہی کائنات بن کر نمودار ہوتی ہے۔ دراصل ایک۔ ادویت۔ برہم شا۔ برہم حیوتی اور برہم شکنتی کے سوا نہ کچھ موجود ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

برہم کو کوئی بلا نہیں چمٹ گئی۔ کوئی اپادھی نہیں لگی۔ اور نہ ہی برہم اواسین (بے تعلق) اور نشکریہ (بے حرکت) ہے وہ تو کل روشنی۔ کل محبت اور کل طاقت کا چشمہ ہے۔ سورج بغیر چمکے رہ نہیں سکتا۔ ہونہیں سکتا۔ برہم بھی ذہنی اور جسمانی طور پر نمودار ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ایشور اور جگت برہم میں جگیت (مفروض و متوہم) نہیں ہیں۔ تمام روشنیاں۔ تمام طاقتیں۔ تمام اختلافات۔ برہم کی ذات میں موجود ہو کر بھی اسی طرح باہم ایک ہیں جس طرح بے رنگ روشنی کے اندر تمام رنگ۔

برہم کے ساتھ مایا کا خیال ہی اس کا ادویت کھنڈن کرنے کے لئے کافی ہے۔ سچا ادویت و ادھس کی شہادتِ حانی جو اس دے رہے ہیں۔ یہ ہے کہ برہم شا میں اپنی ہی پھرن شکنتی موجود ہے۔ اس توت اظہار کو اگر مایا کا نام دیا جائے اور اسے برہم کی اپادھی کی بجائے برہم کی ذاتی تجلی و شان کہا جائے تو بالکل موزوں ہوگا۔

برہم وہ کلیت اور وحدت کاملہ ہے۔ کہ جس کے ساتھ اور کسی واقعی یا وہمی وجود کے خیال کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نشکریہ چارہ یہ بے بدھ مذہب کا اثر تھا۔ وہ بھی بڑھکی مانند اس جگت کو ایک نمونے بے بود مانتا تھا۔ اور روحانی حواس کی غیر معمولی بیداری نے اسے براہِ راست دکھلادیا تھا۔ کہ برہم ادویت ہے۔ اس لئے اس جگت اور ایشور کی نمود کو گوگو (انروچنیہ) مایا سے منسوب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اگر غلطی ہے۔ تو اس کے عقلی فلسفہ میں ہے۔ اس کے روحانی کشف میں ہرگز نہیں۔ اور اسی ذہنی غلطی کا پھل ہے۔ کہ ہندوستان زندگی کے واقعی سوالات کی طرف سویا ہوا صفر پور رہا ہے۔

بے شک ذہنی حواسِ جسمانی حواس سے کہیں بڑھ کر معتبر ہیں۔ اور روحانی حواس ذہنی حواس کی نسبت زیادہ قابلِ اعتبار ہیں۔ لیکن جسمانی اور ذہنی حواس صرف وہم کہ نہیں دیتے بلکہ حقیقت کی جزوی خبر دیا کرتے ہیں۔ اور اس لئے روحانی قیمت رکھتے ہیں۔ پوچھی و جاننی بیداری کے لئے ان کی نشوونما بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ روحانی حواس کی۔

مگر جب سے جگت اور اس کے مصنف ایشور کو مایا سے منسوب کر کے انہیں وہمی ظہورات بتلایا گیا ہے تب سے جسمانی اور ذہنی حواس کی نشوونما کا خیال جاتا رہا ہے۔ اب تو برہم انو بھوتی میں بیرونی حواس اور ذہن کو ایک رکاوٹ سمجھ کر انہیں ساکن اور معطل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور جگت اور ایشور کی فراموشی کو برہم

ساکشات کار کی ایک ضروری شرط۔ مانا گیا ہے۔

کیا کسی فرد بشر کو ملے وقت اس کے جسم و ذہن ہماری براہ راست ملاقات میں کبھی روکاؤٹ ثابت ہوا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تب ہمارے حواس جسمانی و ذہن ساکشات برہم درشن میں کیونکر حاصل ہو سکتے ہیں؟ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہو گا۔ کہ یہ حواس اس مقصد کے لئے نہایت ہی قیمتی اور قابل قدر وسائل ہیں۔ کسی فرد کے جسم و ذہن سے انکار یا نفرت کرنا گویا اس فرد سے ہی انکار اور نفرت کرنا ہے۔ اسی طرح برہم کو ایشور اور جگت کے روپ میں دیکھنے سے انکار یا نفرت خود برہم سے ہی انکار اور نفرت ہے۔

جس طرح انسان کی ہمتی ذہن و جسم سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح برہم تا بھی ایشور اور جگت سے انکار کرنے اور انہیں جھٹلانے پر ایک خیالی تجربہ ذہنی (Mental abstraction) کے سوا کچھ نہیں رہ جاتی۔ اگر مقرون زندگی کے نقطہ نگاہ سے یہ کہا جائے کہ ایشور اور جگت کو کلیت اور مفروض کہتے ہی برہم کی ہمتی بھی سونی سی رہ جاتی ہے۔ تو فوراً متبالغہ نہ ہوگا۔ ایسے سونے۔ ادا سین۔ نرگن برہم میں شاید ہم ڈوب تو سکیں۔ مگر اس کے ساتھ کوئی زندہ تعلقی نہیں رکھ سکتے۔ زندہ تعلقی تو یہ ہے کہ نہ صرف روحانی حواس سے ہمیں برہم تا کا احساس ہو۔ مگر ذہنی حواس سے ہم اس کی بے انداز روحانی تجلیات (سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی) کا مشاہدہ کریں۔ اور ذہنی حواس سے اس کی بے انداز طبیعت کی روئوں کے تعلق میں آئیں۔

برہم وحدت مطلقہ نہیں بلکہ کل کثرت و اختلاف کی وحدت ہے۔ اور برہم محض یکسانیت نہیں۔ بلکہ کل تبدیلی کی یکسانیت ہے جس طرح ہماری جسمانی زندگی میں تمام عضوی اختلاف اور فعلی تغیرات کے درمیان وحدت اور یکسانیت ہے اسی طرح برہم میں کل اختلافات و تضادات ایک ہو جاتے ہیں۔ اور کل تغیرات اس کے اندر یکسانیت اختیار کرتے ہیں۔

مثالیں اگرچہ تو صریح میں معاون ہو سکتی ہیں۔ مگر بے انداز غلط فہمی بھی پیدا کر سکتی ہیں۔ پانی اور لہر ہیں۔ سونا اور زیورہ کی مثالوں نے جو بے جان مادہ سے لی گئی ہیں۔ زندہ برہم کے گیان میں سخت روکاؤٹ پیدا کر رکھی ہے۔ زندگی میں اختلاف اور وحدت۔ تبدیلی اور یکسانیت نہ صرف باہم کوئی تضاد نہیں رکھتے۔ بلکہ زندگی کے لئے یکساں طور پر ضروری ہیں برہم کی زندہ وحدت بے انداز اختلافات کا ابدی چشمہ ہے۔ اور برہم کی زندہ یکساں حالی میں دُنیا بھر کے تغیرات نہ صرف فرق نہیں لا سکتے۔ بلکہ اس یکسانیت کو اپنے تضاد سے روشن کرتے ہیں۔

برہم ایک غیر محدود ابدی حقیقت ہے۔ وہ سدا ایک۔ لاغیر اور کل ہے۔ اس کے سوا کسی بھی واقعی یا دھمی شے یا اس کے خیال کا امکان ہی نہیں۔ اس کی لطیف ذہنی تجلیات (سچائی۔ بھلائی۔ خوبصورتی) کا نام ایشور ہے۔ اور اسی کی کثیف جسمانی تجلیات کا نام جگت ہے۔ ایشور اور جگت برہم کے دو ظہوری پہلو (SECTIONS) ہیں۔ اور برہم سے الگ کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ ان پہلوؤں کا اقرار و مشاہدہ برہم کے ادویت بھاد میں کبھی فرق لانے کا نہیں۔ بلکہ اختلافات اور تغیرات اپنے مقابلہ سے برہم کی وحدت اور یکسانیت کو روشن

کرنے کے ضروری اور نہایت قابل قدر وسائل ہیں۔

اس برہم کو ہو بہو پہچان لینے پر تمام شوک کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔ اور دل کی کانٹھیں کھل جاتی ہیں۔ اور مسئلہ بازی کا شور ختم ہو کر محبت و مہرور کی زندگی کا راگ چھڑ جاتا ہے۔

یہ پورا اور سچا برہم گیان ہی تمام مذہبی عبادات کا خاتمہ اور تمام انسانی سوالات کا مکمل حل پیش کر سکتا ہے۔ صرف جگت کا گیان یا صرف ایشور کا گیان برہم گیان کے بغیر ادھورے ہی رہتے ہیں۔ اور اس لئے کسی ایک فرد یا نسل انسانی کو زندگی کی پوری روشنی، صحت اور خوشی نہیں دے سکتے۔

جس طرح نہرتاباں کی روشنی اور حرارت نے زمین کو خوبصورتی اور خوشی کا لباس پہنا دیا ہے۔ اسی طرح برہم گیان کا اجالا انسانی دنیا کو آئندہ ہم بنا دیگا۔ اقتصادیات، سیاسیات اور سائنس سوال زندگی کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ صرف برہم گیان ہی دنیا میں اندرونی وحدت اور موافقت کی سپرٹ کو پیدا کر سکتا ہے۔

”اہم ورشی“

مَعْرِفَت



پھر میں تھے ڈھونڈتے جس کو اُسے خود میں ہی دیکھا
صد اُجو کا نہیں آئی اُسی کی لُحْن لُکش تھی
نہ آیا کام یونس کی طرح کوئی مُصِیبت میں
بہنا نا دوستی کا کوئی اُس سے سیکھ لے مل کر
ہمارا حال سارا مُنکشف سے ذات پر اُسکی
وہی آیا نظر جب چشمِ باطن ہو گئی روشن
وہ ہر دم دل میں ہے دیر و صوم و کہے جائیں
اُسی کو پھول میں پایا بزمِ حُسن و بُہم نے

وہی تو تھا جو جلوہ از زمیں تا آسمان دیکھا
وہی رنگِ سخن پایا وہی رطبِ اُساں دیکھا
کچھلی کے شکم میں بھی اُسی کو مہرباں دیکھا
بُروں کا بھی بھلا پایا نہ ایسا دستاں دیکھا
وہ دانا اور بینا ہے نہ ایسا لڑواں دیکھا
مکین دیکھے مکاں دیکھا زمین بھی زماں دیکھا
ادھر ہوگا ادھر ہوگا یہاں دیکھا وہاں دیکھا
اُسی کو بن کے بلبل درو سے گر یہ گناں دیکھا

بہت جانو جو سن کر صرف لفظِ آفریں کہتے
کوئی دانا یہی ہم نے وقارِ خوش بیاں دیکھا

ایم شلورو

پہلے تم سے کہہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از غم شری سوامی شوانندگی سرتی رگش

ہندو دھرم ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ جو یوگ۔ فلسفہ اور مخفی علوم کے طالب علم کی رہنمائی کرتا ہوا اُسے غیبی معلوم دنیا میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے خفیہ لازم معلوم کرنے کے لئے چھان بین کرے۔ یہ اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہوا اُسے آگے بڑھاتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ طالب علم ایک ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں وہ دیکھتا ہے۔ کہ وہ تمام طاقتیں جن کی چاہ ہر انسان کے دل میں لگی ہوئی ہے۔ اُس کا حکم بجالانے کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔ اور تمام دنیاوی کششیں اُس کو مغرب کرنے کی کوشش چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ خوشی اور آئندہ کے لئے کوشش کرنا ہر انسان کی خصلت میں داخل ہے۔ لیکن اپنے کاموں سے جو خوشی اُسے حاصل ہوتی ہے۔ وہ اُسے عارضی اور چند روزہ پاکر دکھی اور مایوس ہوتا ہے۔ اندریوں اور جو اس کے بھوک عارضی سکھ دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ بھوک ہلاس سے خود اندریاں ہی بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس بھوک اور آئندہ کے ساتھ پاپ شامل ہوتا ہے جس کا نتیجہ انسان کے لئے انتہائی دکھ اور تکلیف ہوتا ہے اور اگر انسان دنیا کے لاتعداد مزے پورے طور پر لے بھی لے تو بڑھاپا اپنی بھیانک شکل کے ساتھ موت اور بربادی ہاتھ میں لئے اُس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ کہ سورگ کے بھوک اندریوں کے بھوکوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ یہ ایک ہی خصلت کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سورگ کے آئندہ زیادہ ریلے اور دیر پا ہیں لیکن وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کرم کر کے حاصل کئے جاتے ہیں۔ چونکہ کرم محدود ہیں۔ اُن کا نتیجہ بھی محدود ہوگا۔ غرضیکہ یہ تمام بھوک اور آئندہ ایک خاص حد کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔

اے تمہو نے اعتقاد دے چھوٹے انسان۔ تو کیوں ہر فیائدہ اس آئندہ کے لئے کوشش کرتا ہے۔ جو تو جانتا ہے۔ کہ لمحہ بھر سے زیادہ نتیجہ خوشی اور تسلی نہیں دے سکتا۔ ایسے آئندہ کی تلاش کہ جو کبھی نہ بدل سکے۔ لاجمہ دو اور عظیم ہو۔ ایسا آئندہ ایسی ہمتی سے ہی مل سکتا ہے جس میں خود کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اس ہمتی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر۔ اور اگر تو اُس کی تلاش میں کامیاب ہو گیا۔ تو یقین رکھ کہ تو ضرور اُس سے کبھی نہ ختم ہونے والا آئندہ حاصل کر سکیگا۔

دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب ایک آواز اعلان کر رہے ہیں کہ اُدھر بیان کی ہوئی ایک ہی ہستی ہے۔ میں یقین لاتا ہوں کہ وہ ہستی تم سے زیادہ دُور نہیں۔ وہ تمہارے بالکل نزدیک ہے۔ وہ پرماتما ہے جس کی رشتی مینوں۔ یوگیوں۔ فلاسفوں۔

اور میگزین نے مذہبی کتابوں میں اتنی تعریف گائی ہے۔ وہ تمہارے شہر پرند میں رہتا ہے۔ تمہارے دل کے اندر کوئی گوشوں میں اُس کا مقام ہے۔ وہ تمہارے دل کا خاموش ساکشی (دیکھنے والا) ہے۔ تمہاری بدھتی کے سب کام دیکھتا ہے۔ شہر شخص اُسے یوگ کے ابھیا س سے پراپت کر سکتا ہے۔

یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندسہ ۱ سے پہلے کتنے ہی صفر لگا دو۔ ان کی کوئی قیمت نہیں بنتی۔ یعنی وہ سب فضول ہیں جب تک کہ ہندسہ ۱ اُن سے پہلے نہ لکھا جاوے۔ اسی طرح تینوں دُنیا کی دولت کچھ بھی نہیں۔ اگر تم روحانی زندگی اختیار کر کے روحانی دولت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر تم آتم گیان پراپت کرنے کا تین نہیں کرتے۔ تمہیں اپنی آتما میں ہم ناپڑے گا۔ دُنیاوی زندگی کے ساتھ آتما کی تلاش بھی کرنی پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے کہا ہے۔

Seek ye first the kingdom of God and His righteousness,
and all these things shall be added unto you.

”پہلے ایٹور کے راجہ اور اُس کی نیکی اور پاکیزگی کو تلاش کرو۔ دُنیاوی چیزیں تمہیں خود ہی مل جاویں گی۔“

یہ سنسار واقعی بڑا عجیب و غریب ہے۔ یہ ایک بہت بڑا عجیب گھر یا قماشہ گاہ ہے۔ پھول اور ہمالیہ کے نظارے۔ دریاؤں کی آبشاریں۔ سمندر اور آسمان بڑے خوبصورت اور دلکش ہیں۔ لیکن بھوسچال۔ آتش فزاں پہاڑوں کا پھٹنا۔ بجلی۔ گرجتے ہوئے طوفان۔ دریاؤں کی طغیانی۔ پدینگ اور ہلک بخاروں کی وبا میں۔ یہ سب کتنے بھیانک اور ڈراؤنے ہیں۔ خوبصورت بیوی کس طرح دل کو بھاتی ہے۔ جب وہ جوان ہے۔ مسکراتی ہے۔ خوبصورت کپڑے پہنتی ہے۔ گاتی ہے۔ باجہ بجاتی ہے۔ نچ گھر میں ناچتی ہے۔ تو بہت پیاری لگتی ہے۔ لیکن وہی بیوی ایک خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جب وہ غصہ سے بھر جاتی ہے۔ جب اشیائی کپڑے اور سونے کے زیورات لینے کے لیے اپنے غاوند سے لڑتی ہے۔ جب کسی دیرینہ عارضہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے۔

موسم بہار بڑا سہانا ہے۔ درخت پھلوں اور پھولوں سے سجے ہوئے ہیں۔ جوان خوشگوار ہے۔ لیکن موسم گرما میں گرمی جھلکتی ہے۔ اور مردوں میں جھٹاکا ٹٹتا ہے۔ جب کسی آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ جب اُس کی شادی ہوتی ہے۔ جب اُسے دولت مل جاتی ہے۔ یا تنخواہ میں ترقی ہوتی ہے۔ تو وہ ہنستا ہے۔ لیکن وہ روتا ہے جب اُس کی بیوی مر جاتی ہے۔ جب اُس کا دھن ضایع ہوتا ہے۔ جب اُس کا روزگار چھوٹ جاتا ہے۔ جب اُسے سانپ یا چھوکا کاٹتے ہیں۔ یا جب اُسے بہت سخت بیماری گھیر لیتی ہے۔

اے دوست! اب مجھے بتاؤ کہ اس دھوکے کی دُنیا میں دراصل تمہیں کیا ملتا ہے۔ خوشی یا تکلیف۔ سکھ یا دکھ۔ کیا تم نے مایا سے بنی ہوئی اس دُنیا کی دھوکا دینے والی خصلت کو سمجھ لیا ہے۔ یہ سنسار صرف دکھاوے۔ من اور اندریاں تمہیں ہر لمحہ دھوکا دے رہے ہیں۔ تم نے عقل پر پردہ پڑ جانے کی وجہ سے دکھ کو سکھ سمجھ لیا ہے۔ اس حواس کی دُنیا میں رتی بھر بھی سکھ نہیں۔ رومیہ اکٹھا کرنے کے لیے یہ خود غرضانہ کوشش چھوڑ دو۔ سیدھے اُس سوتیلے دھاری اتار کیچنے والے کی طرف کوچ کرو۔ جوان تمام کوشش کے کھلونوں۔ انسانی جسموں کو ہلا رہا ہے۔ جو اس بڑے تماشا کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن خود چھپا ہوا ہے۔ اُس میں ہی تمہیں ابدی آئندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی ملے گی۔ اس لیے ہر روز دھیان جما کر اُس میں جذب ہونے کی کوشش کرو۔

اگر کسی طرح چھل کپٹ سے تم نے کسی کاروبار میں ایک لاکھ روپیہ کمایا۔ تو اصل میں یہ سودا تمہیں بہت نقصان دہ ہوگا کیونکہ تم نے اپنی روحانی ترقی برباد کر لی ہے۔ تم نے اپنے من کو اشدھ اور کمینہ و رقیوں یا خیالات کی لہروں سے بھر لیا ہے۔ تم اخلاقی طاقت حاصل نہیں کر سکتے۔ تمہاری ضمیر تمہیں کو سے گی۔ من کی بری خصلت جو تم نے حاصل کی ہے۔ پھر اپنے آپ کو دہرانے کی کوشش کرے گی۔ تم پھر یہی کام کسی اور وقت کر دو گے۔ اس بری خصلت کو نکالنے کے لئے تمہیں کئی سال بہت کش مکش کرنی پڑے گی۔

یہ شرمیر تمہیں کیوں ملا ہے۔ تم نے جنم کیوں لیا تھا۔ تمہاری زندگی کا مرثیہ کیا ہے۔ کیا تم یہاں صرف کھانے۔ پینے۔ مرنے اڑانے اور اپنی بیوی اور بچوں کی پرورش کے لئے ہو۔ یا کوئی زیادہ پوتر کام تمہیں سونپا ہوا ہے۔ اے امر اتما۔ اتر کی سستان۔ جاگو اور دیکھو۔ ایک پر م شانتی اور محدود آمد کا سستان ہے۔ جہاں نہ موت ہے نہ تکلیف نہ رنج نہ دکھ نہ شک اور نہ دھوکا۔ کیا تمہارا دل ایسے آئندہ اور خوشی کے لافانی مقام تک پہنچنے کے لئے نہیں تڑپتا۔ اپنے من اور اندریوں کو بس میں کرو۔ باقاعدہ اپنے آتما پر دیا کرنے کا ابھیا س کرو۔ تب ہی تمہیں اتما اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی پراپت ہوگی۔ تب ہی تم اس پر م دھام تک پہنچو گے۔

انسان آئندہ کا خواہشمند ہے۔ وہ اسے روپیہ۔ طاقت۔ عورت۔ اولاد۔ مرتبہ وغیرہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے ایک پیڑ کو چھوڑ کر دوسری کی طرف دوڑتا ہے۔ لیکن آئندہ اسے نہیں ملتا۔ وہ دھکے کھاتا ہے۔ ٹھوکر مین کھاتا ہے۔ شکستیں اڑاتا۔ امیدیں جھیلتا ہے۔ کبھی ہنستا اور ناچتا ہے۔ کبھی روتا اور افسوس کرتا ہے۔ آخر اس کی اندریاں تھک جاتی ہیں۔ اسے سب چیزوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسے یہ تجربہ ہوتا ہے۔ کہ اندریوں کے دشنے فرضی اور دھوکہ دینے والے ہیں۔ ان میں اصلی پایدار آئندہ اور خوشی نہیں مل سکتی۔

انسان بہت دھکے محسوس کرتا ہے۔ جب وہ اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ ایک خاص چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور اسے لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کامیاب ہو گیا۔ تو لمحہ بھر کے لئے اسے خوشی ہوتی ہے۔ اگر ہار گیا تو رنج اور اور افسوس کے ساگر میں ڈوب جاتا ہے۔ بہت پشیمردہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ضرورت پوری ہو جاوے۔ تو دوسری فوراً ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہر روز نئی ضروریات پیدا کرتا رہتا ہے۔ جن کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا۔ فکر چیتا تشویش اور خوف ان خواہشات کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ضرورت یا خواہش الگیاں سے پیدا ہوتی ہے۔ بہیم ہی پورن ہے۔ وہاں سب ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ خواہشات من کو بے چین رکھتی ہیں۔ وہ شخص جسے کوئی خواہش نہیں تمام دنیا کا شہنشاہ ہے۔ شری شنکر مہاراج نے کہا ہے۔ ”وہ بے فکر مہاتما جو صرف لنگوٹ پہنے پھرتا ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں۔ جسے کسی چیز کی ملکیت کا خیال بھی نہیں۔ اور جسے کوئی خواہش نہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ خوش باش آدمی ہے۔ ضروریات اور خواہشات صرف آتم گیان سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔“

انسان کا سب سے اوسچا آدرش کیا ہے۔ سب متفق ہیں۔ کہ ایک مقصد جو انسان اپنے ہر کام میں اپنے سامنے رکھتا ہے۔ وہ خوشی حاصل کرنا ہے۔ اس لئے انسان کا سب سے اوسچا آدرش ضروری طور پر ابدی خوشی حاصل کرنا ہے۔ یہ صرف آتما میں ہی مل سکتی ہے۔ دنیاوی چیزوں سے جو خوشی ملتی ہے۔ وہ ناپائیدار اور چند روزہ ہے۔ اس کے ساتھ فکر۔ دکھ خوف اور گناہ بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۲)

مذہب یا دھرم اُس شروہا اور اعتقاد کو کہتے ہیں جس سے ایشور کا گیان حاصل کر کے اُس کی پوجا یا پرستش کی جاتی ہے۔ یہ کلب گھر کی میز پر بحث کی جانے والی چیز نہیں۔ یہ ست یعنی آتما کو دیکھنے اور اوجھو کرنے کا نام ہے۔ یہ انسان کی سب سے گہری خواہش کو پورا کرنا ہے۔ اس لئے دھرم کو اپنی زندگی کا ادیش سمجھو۔ اس کے لئے اپنے جیون کا ہر ایک لمحہ گزارو۔ دھرم کے بغیر سب کی ہوئی زندگی اصلی موت ہے۔

اپنے خیالات کی چھان بین کرو۔ اپنے مقصد اور ادیش کی پڑتال کرو۔ خود غرضی کو دور کرو۔ خواہشات کو دباؤ۔ اندریوں کو بس میں کرو۔ نخوی کو مٹاؤ۔ سب کی سیوا کرو۔ سب سے پریم کرو۔ اپنے دل کو شدد کرو۔ من کی میل اتارو۔ سنو اور چارو دھیان جماد اور سوچو۔ آتم گیان حاصل کرو۔ سب پیغمبروں۔ رشیوں اور ہاتماؤں کی تعلیم کا ساریہ رہا ہے۔ بھگوان کرشن جہا تابدھ۔ علیٰ مسیح جتنے بھرت محمد اور دوسرے ہاتماؤں کی تعلیم پڑھو۔

اصلی مذہب آتما یا امر ستو میں جیون گزارنا ہے۔ اصلی دھرم اندریوں اور حواس سے اُدیر ہوتا ہے۔ فلسفہ کا عملی پہلو مذہب ہے۔ اور فلسفہ مذہب کا گیان اور منطقی پہلو ہے۔ مورتیوں اور تصویروں کی پوجا۔ مذہب کا پہلا سبق ہے۔ یہ نوادروں کے لئے دھرم کی معمولی کچی شکل ہے۔ یہ دھرم کی ابجد ہے۔ اس لئے یہیں دھرم ختم نہیں ہو جانا چاہیے۔ مہا واکہ ”تتوا سی“ مت تو م اسی یعنی تو ہی برہم ہے۔ دھرم کی سب سے اچھی شکل ہے۔ دھرم ہی تم کو صحت۔ دولت۔ طاقت۔ سہتھیاں اور موش دیتا ہے۔

فلسفہ کے طالب علموں اور سب جگیا سوؤں کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ صاف طور پر سمجھیں۔ کہ ایشور کے ساتھ انسان کا رشتہ کیا ہے۔ فلاسفر۔ پیغمبر۔ سنت۔ ہاتما۔ رشی۔ اچاریہ اور دنیا کے مذہبی پیشوا یہی بیان کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ کہ انسان کا رشتہ ہر ناما کے ساتھ اور دنیا کے ساتھ کیا ہے۔ چونکہ مختلف فلاسفوں نے اس امر کو مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ اس لئے مختلف فلسفہ اور مختلف مذاہب پیدا ہو گئے ہیں۔ شری ماہو نے کہا۔ کہ انسان ایشور کا بیوک یا داس ہے۔ اور دویت کے فلسفہ کو قائم کیا۔ شری رامانج نے کہا ”انسان ایشور کی کرن یا شعاع ہے“ اور وشٹ ادویت فلسفہ کو قائم کیا۔ شری شکر نے کہا۔ ”انسان برہم یا پریم آتما کے ساتھ یکسانیت کھتا ہے“ اور کیول ادویت فلسفہ کو قائم کیا۔ چونکہ لوگوں کا سو بھاؤ اور قابلیت مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے مختلف قسم کے فلسفہ پیدا ہو جانے لازمی ہیں۔ اس سیرھی کا سب سے اُسچا وٹھا ادویت کا فلسفہ ہے۔ ایک دویت بادی یا آتما اور پرتیا کو علیحدہ ماننے والا آخر میں کیول ادویت بادی (آتما اور ایشور کے ایک ماننے والا) بن جاتا ہے۔ دویت بادی انٹرنس پاس و شٹ بادی بی۔ اے پاس اور کیول ادویت بادی ایم۔ اے پاس ہے۔

کئی آتما کے گیان سے حاصل ہوتی ہے۔ گیان حاصل کرنے کے لئے من کی ایک گرتا ضروری ہے۔ ایک گرتا یا پاسا سے آتی ہے۔ پاسا چت شدھی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور چت شدھی شکام کرم یوگ سے پراپت ہوتی ہے۔ شکام کرم کرنے کے لئے اندریوں پر قابو لازمی ہے۔ اور اندریاں ویک اور ویراگ سے بس میں ہوتی ہیں۔

روحانی طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے بعض لوگ گیان یوگ کے راستہ کو پسند کرتے ہیں۔ جن کے تین گن شمرن منن اور مذہی دھیاسن (سنا۔ وچا کرنا۔ اور دھیان لگانا) ہیں۔ بعض لوگ بھگتی مارگ کو چاہتے ہیں جس کے

تین درجہ کیرتن بھیجن اور شرن گنتی ہیں۔ اور بعض راج یوگ کے راستہ کے شائق ہیں جس کی تین منزلیں دہارنا۔ دھیان اور ساوھی ہیں۔

انسان ایک بل جُل کر رہنے والا جانور ہے جس کی لاتعداد رغبتیں ہیں۔ اور جس کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ چونکہ وہ ایک جاندار ہے۔ اُس میں جسمانی خواص مثلاً اُغون کا دورہ۔ ہضم کا عمل۔ سانس لینا۔ فضلہ کو باہر پھینکنا وغیرہ ہیں۔ اُس میں بہت سی مانسک اور دماغی خاصیتیں مثلاً سوچنا۔ دیکھنا۔ یاد رکھنا۔ غور کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ وہ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔ ذائقہ لیتا ہے۔ سوچتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے۔ فلسفہ کی رو سے اُسے بیان کیا جاوے۔ تو وہ ایشور کی ہی مورتی ہے۔ اُس کا عکس ہے۔ سکتا ہے۔ برعکس ہے۔ اُس نے ”منج کئے ہوئے پھل“ کو کھا کر اپنی ایشوری شان کھولی ہے۔ وہ اُسی شان کو پھر من کو قابو کر کے ابھیرا اور دھیان کر کے حاصل کر سکتا ہے۔

(۳)

زندگی ایک رن بھومی یا میدان جنگ ہے۔ اس میں فتح حاصل کرنا جیون ہے۔ اپنے مقصد اور منزل مقصود کو حاصل کرنے کے لئے لڑنا ہی زندہ رہنا ہے۔ سلسلہ وار بار بار جاکنا زندگی ہے۔ سب سے پہلی لڑائی من اور دس اندریوں کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ یہ تمہارے اصلی دشمن ہیں۔ ان پر فتح حاصل کئے بغیر آگے بڑھنا ناممکن ہے۔ اپنی گرد و نواح کی بُری سوسائٹی۔ پرانی بُری عادتیں پرانے بُرے سنکار۔ بُرے خیالات اور بُری دانتوں پر فتح حاصل کرو اپنی ترقی میں مزاحمت کرنے والی سب بُری شیطانی طاقتوں سے مردانہ وار جنگ کرو۔ نیچے گرانے والی سب طاقتوں کا مقابلہ کرو۔

روحانی زندگی صرف ایک باتوئی زندگی نہیں ہے۔ یہ ایک تھر تھرا ہٹ بھی نہیں۔ یہ اپنے آتما میں سچ سچ رہنے کا نام ہے۔ یہ خالص شدہ آتما کا نہایت اعلیٰ اُبھو یا احساس ہے۔ یہ مکمل اور پورن زندگی ہے۔ وہ شخص جو روحانی زندگی بسر کرتا ہے۔ روحانی طاقت کا مرکز ہے۔ اُس کی شخصیت میں برقی قوت ہوتی ہے۔ وہ اپنے اندر سے چاروں طرف خوشی شادی اور آتما کی کرنیں پھینکتا ہے۔ جو لوگ اُس کے پاس بیٹھتے اُٹھتے ہیں۔ اُن کے من صلہ اور آتما سے بھر پور ہو کر اُپر اُٹھتے ہیں۔

پریم پتا بھگوان پرماत्मन دیو کو یاد رکھو۔ جو سب سے بڑا گورو ہے۔ سب لوگوں کا آدمی کارن ہے۔ اور سنسار کے اندھیرے کو دور کرنے والا ہے۔ وہ اس تمام سنسار میں دیایک ہے۔ اُس کا بانی کوئی نہیں۔ لیکن وہ اس سنسار کا بانی ہے۔ وہ شدہ جیتن مہروپ ہے۔ وہ اس سنسار روپی جالے کا تانا بانا ہے۔ وہ ست ہے۔ ابدی ہے۔ بے انت ہے۔ شدہ اور اجنما ہے۔ ہر روز اُس کا دھیان کرو۔ اُس کے گنوں کو چارو۔ اُس کے بھجن گاؤ۔ اُس کا نام جپو۔ تم امر ہو جاؤ گے۔ اور کبھی نہ ختم ہونے والا آتما حاصل کرو گے۔

ایشور نے اپنی مرضی سے اس دُنیا کو رچا اور پھر اس میں ہی براجمان ہے۔ وہ ہر بشر کے دل اور من میں قائم ہے۔ وہ پریم دیو ہے۔ وہی اس دُنیا کا رکشک ہے۔

ایشوری زندگی جو دُنیا کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔ انسانوں کے دل میں رہتی ہے۔ ایک چیونٹی کا آتما ہی ایک انسان کا آتما ہے۔ ایک پانی کا آتما بھی ایک مہاتما کا آتما ہے۔ ایک بھکاری فقہ کا آتما ہی ایک زبردست بادشاہ

کا آتما ہے۔ قدرت کی آخری سچائی ہی انسان کی آخری اصلیت ہے۔ براہ راست اندرونی آنکھ سے آتما کو اُتو سمجھ کر انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

ایک ہی زندگی ہر شکل میں حرکت کرتی ہے۔ ایک طاقت تمام شکلوں میں کام کرتی ہے۔ بہت سی مختلف طاقتوں کا خیال دماغ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایشور ان تمام شکلوں میں موجود ہے۔ اس بات کو چھٹی طرح یاد رکھو۔ اس سے ضرور ایشوری چیتنا حاصل کر سکو گے۔

درخت۔ پھول۔ آگ۔ زمین۔ پانی۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ جانور۔ پرندے۔ پہاڑ۔ دریا۔ سمندر۔ انسان سب مل کر ایشور کا جسم بنتے ہیں۔ ان سب کو بلا تمیز پر نام کرو۔ ان کو ایشور ہی سمجھو۔ تب ہی تم کو سم درستی اور دشو پریم حاصل ہوگا۔ تب ہی تمہیں شانتی ملے گی۔ تب ہی تم زمین پر سو رگ یا بہشت پاسکو گے۔ شمرتی تلسی داس جی نے کہا ہے۔ "ہر جگہ سینا رام کے درشن کرو۔ دنیا صرف سینا رام سے ہی بھری ہوئی ہے۔ اس لئے ہاتھ جوڑ کر ہر چیز کو پر نام کرو۔ یہ وراٹ روپ کی پوجا ہے۔

بھکتی کا ابھياس یا ایشور کے لئے من میں پریم پیدا کرنے سے ویراگ اور گیان اکٹھے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بھکتی میں ایسی طاقت ہے۔ اس لئے ست سنگ۔ کیرتن۔ جپ۔ رابائین یا بھاگوت کے مطالعہ اور بھگتوں کی سیوا سے اپنے دل کے اندر پوجی پریم پیدا کرو۔ ایک من ہو کر بھگوان کی مہا کے راگ گاؤ۔ ایک کبرچت سے مالا کے منکے گراؤ۔ پورن شرو دھا سے اُس کے نام کا جاپ کرو۔ پوری توجہ سے رابائین اور بھگوت کتھا میں سنو۔ پوترستھان مثلاً ہرودار۔ رکھی کش۔ بنارس۔ پریاگ اور ناسک وغیرہ پر کچھ عرصہ ٹھہرو۔ سادہ ہوش کی تلاش کرو۔ سچے بھاو سے سنجیدہ طور پر اُن سے ملو۔ صرف درشن کر کے ہی سنتشٹ نہ ہو جاؤ۔ ان سے روحانی ہدایات حاصل کرو۔ اور اُن پر عمل کرو۔ سداچار گرہن کرو۔ تب ہی سنار ساگر کو آسانی سے پار کر سکو گے۔

ہر چہرے میں ایشور کا روپ دیکھو۔ ایشور سے جدائی تو موت ہے۔ اُس کے ساتھ ایکتا ہی مُستقل زندگی ہے۔ برائی اور چھوٹائی کا خیال محض اگیان اور جہالت ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے اُس میں سب کو شریک سمجھو۔ اتم بھاو سے سب انسانوں کی خدمت کرو جو انی میں ہی روحانیت کے بیج بوٹے۔ خیال رکھو کہ ان تمام ہاتھوں سے ایک ہی طاقت کام لے رہی ہے۔ ایک ہی طاقت ان سب آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ ایک ہی طاقت ان سب کھوں سے کھا رہی ہے۔ اس راز کو سمجھو اور ہر جگہ ایکتا محسوس کرو۔ ایسا دشو پریم اپنے اندر بڑھاؤ کہ سنار کے سب پرانی تمہارے پریم کے دائرے کے اندر آ جاویں۔

محسوس کرو کہ تمام سنار تمہارا اپنا جسم ہے۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے جو حد بندیاں اور روکاوٹیں جدا کرتی ہیں۔ انہیں پگھلا دو اور برباد کر دو۔ اپنے تئیں دوسرے سے بڑا سمجھنے کا خیال اگیان یا دھوکا ہے۔

ईशाना स्वमिदं सर्वं
 دشو برنابن ہے۔ محسوس کرو کہ یہ شریہ ایشور کا چلتا پھرتا مندر ہے۔ تمہارا دفتر اور مکان سب مندر ہیں۔ سب کام ایشور کی بدینے میں کام ہی پوجا ہے۔ اپنے آپ کو فاعل یا کام کرنے والا مت سمجھو۔ کسی پھل یا نتیجہ کی امید مت رکھو۔ محسوس کرو کہ تمام جیو ایشور کی مورتیاں ہیں۔ ہر کام کو ایشور کی بھینٹ کر کے یوگ میں بدل دو۔ اگر تم ویدانت کے دیانتی

ہو تو اگر (نہ کرنے والا)۔ ساشی (صرف دیکھنے والا) بھاور کھو۔ اگر بھکتی کے راستہ کے مسافر ہو تو نہت (فریضہ) بھاور کھو۔ محسوس کرو کہ ایشور تمہارے ہاتھوں کے ذریعہ کام کر رہا ہے۔ کہ ایک ہی طاقت تمام ہاتھوں سے کام کرتی ہے۔ ہاتھوں سے دیکھتی ہے۔ اور تمام کانوں سے سنتی ہے۔ ایسا بھاور رکھنے پر تم ایک بالکل ہی تبدیل ہوئے بشر بن جاؤ گے۔ تمہارا زلویہ نگاہ ہی بالکل نیا ہو جاوے گا۔

(۴۷)

ہر روز اپنے دل کو ٹوٹنا اور اپنے خیالات کی چھان بین کرنا نہایت ضروری بات ہے۔ تب ہی یوگ کا طالب علم یا بھکت اپنے نقائص کو دور کر سکتا ہے۔ اور جلدی جلدی روحانیت میں ترقی کر سکتا ہے۔ ایک مالی چھوٹے چھوٹے پوروں کی بڑی حفاظت سے رکھوالی کرتا ہے۔ وہ ہر روز ان کے اس پاس کی گھاس وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ ان کے چاروں طرف عمدہ گیلا یا ٹرنگاتا ہے۔ مقررہ وقت پر انہیں پانی دیتا ہے۔ تب ہی وہ خوبصورتی سے بڑھتے ہیں۔ اور پھل دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک یوگ کے دیاتھی کو بھی ہر روز اپنے من کو خوب اچھی طرح اندرونی نگاہ سے دیکھ کر اپنے نقائص معلوم کرنے چاہئیں۔ اور پھر انہیں مناسب طریقوں سے دور کرنا چاہیے۔ اگر ایک طریقہ کامیاب نہ ہو تو کئی طریقہ کھٹے استعمال کرنے چاہئیں۔ مثلاً اگر پیرا تھنا سے کام نہ چلے تو ست سنگ کرے۔ اور ہاتھوں اور دونوں کے پاس بیٹھ پڑنا یا سر کرے۔ دھیان جمائے۔ خوراک کی پابندی رکھے اور وچار وغیرہ سے کام لے۔ من میں اٹھتی ہوئی بڑی بڑی لہریں مثلاً غرور، کپٹ، شہوت، حرص، بغض وغیرہ کو ہی دبائنا کافی نہیں۔ بک چیت کے اندرونی گوشوں میں چھپے ہوئے ان کے باریک نشانوں کو بھی مٹانا از حد ضروری ہے۔ تب ہی وہ بالکل محفوظ رہ سکتا ہے۔

یہ باریک نشان بہت خطرناک ہیں۔ یہ چوروں کی طرح چھپے رہتے ہیں۔ اور جگیا سو کو ذرا بھی غافل پا کر اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ جب وہ ذرا سست ہو جاتا ہے پہنچ جاتا ہے۔ منصف مزاجی قائم نہیں رہتی۔ بدھی کو ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے۔ لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ اندر کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف دیکھنے لگ پڑتا ہے۔ یا اپنے روحانی سادھنوں میں شکی کر بیٹھتا ہے۔ تو یہ چور بھیاں کہ روپ دھار کر اُسے گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے بالکل مٹ جانے کی ایک ہی پہچان ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر تم نے کبھی اپنے روزانہ کے روحانی سادھن چھوڑ دیئے ہیں۔ من کی چھان بین چھوڑ کر غافل یا بے فکر ہو بیٹھے ہو۔ ان حالات میں اگر بیرونی واقعات تمہیں بھڑکانے اور لپچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تمہارے اوپر ان کا اثر نہیں ہوتا۔ یعنی یہ نقائص تمہارے اندر پھر بھی پیدا نہیں ہوتے تو سمجھ لو کہ ان کے نشان مٹ گئے ہیں۔ اب تم محفوظ ہو۔ لیکن اندرونی چھان بین کا ابھاس اور من کو ٹوٹنے کی مشق اتنی آسان نہیں۔ اس کے لئے استقلال۔ برداشت۔ صبر۔ جو تک جیسی پکڑ۔ بوجے جیسی سخت قوت ارادی۔ باریک عقل اور حوصلہ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے جو پھل ملے گا۔ اُس کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ وہ قیمتی پھل امرتا یعنی موت سے بیخونی (پریشانی) اور لامحدود آئندہ ہے۔ اس کے لئے بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اس لئے روزانہ سادھن کرتے وقت گڑ گڑانا نہیں چاہیے۔ پورے من سے۔ تندہی سے۔ بدھی اور آتما سے اس طرف لگنا چاہیے تب ہی جلدی کامیابی ممکن ہو سکتی ہے۔

ہر شخص کو روزانہ روحانی ڈائری رکھنی چاہیے۔ اور رات کو سونے سے پہلے اپنے من کی چھان بین اور دن میں کئے

جوئے اچھے یا برے کاموں کی پڑتال کرنی چاہیے۔ دن میں جو نیک کام کئے ہیں۔ انہیں ڈائری میں لکھو۔ جو غلطیاں کی ہیں۔ انہیں بھی درج کرو۔ صبح اٹھتے ہی ارادہ کرو۔ "میں آج غصہ اپنے من میں نہیں آنے دوں گا۔" میں آج برہمچریہ دھارن کروں گا۔ اور تمام دن مجھ کو ٹھٹھکاٹھ بالکل نہیں بوٹوں گا۔"

روزانہ ابھیاس کے لئے چند تشلیک (تین تین چیزیں) نیچے درج کی جاتی ہیں :-

- | | | | | | |
|--|-------|-------|-------|-------|-------|
| (۱) پریم کرنے لائق تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۲) نفرت کے لائق تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۳) تعریف کے قابل تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۴) حقارت کے قابل تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۵) عزت کے قابل تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۶) قابو میں رکھنے والی تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۷) تیاگ کے قابل تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۸) اپنے اندر پیدا کرنے والی تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |
| (۹) دور رکھنے والی تین چیزیں | _____ | _____ | _____ | _____ | _____ |

آج کل دنیا کی ضرورت پریم یا محبت کا پیغام ہے۔ اپنے دل میں پریم کی تہی جلاؤ۔ سب پریم کرو۔ اپنی پریم بھری بغلیں میں سب جانداروں کو شامل کرو۔ شو پریم پیدا کرو۔ سب سے پریم کرو۔ مختلف قومیں صرف مخلص (خلوص) اور شکر پریم سے ہی ملائی جاسکتی ہیں۔ دنیا کی جنگ باہمی محبت سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ لیگ آف نیشنز کچھ نہیں کر سکتی۔ پریم یا محبت ایک عجیب و غریب ایشوری گوند یا لیس ہے جس سے سب کے دل جڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک ایشوری جادو کا مرہم اثر رکھنے والی مرہم ہے جس کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ہر کام کو شکر پریم اور محبت سے کرو۔ حکمرانی۔ لالچ۔ کپٹ اور خود غرضی کا ناش کرو۔ زیر بلی کیسیں استعمال کر کے دوسروں کی جانیں لینا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے بڑا پاپ اور کوئی نہیں۔ وہ سائیدان جو ان کیسوں کو بناتے ہیں پاپ سے بچ نہیں سکتے۔ اے انسانو! تم جو طاقت سلطنت اور دولت کے پیچھے بھاگے پھرتے ہو۔ اس دن کو مت بھولو۔ جب پرانے کے سامنے پیش ہو گے۔ اس وقت پرمانما کو کیا جواب دو گے۔ اپنی نمیر کو شکر کرو۔ اور رجم کرو۔ ایسا کرنے پر ایشور کے راجہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہونگے۔ محبت سے بڑی اور کوئی طاقت نہیں ہے۔ صرف پریم میں آکر ہی نرا کار بہم اپنے بھگتوں کو خوش کرنے کے لئے چتر گچ روپ ہری کا دھارن کرتے ہیں۔ بھگوان اپنے بھگتوں کے پیچھے جنگوں میں خوراک اور پانی اپنے ہاتھوں میں لئے بھاگے پھرتے ہیں۔ یہ پریم ہی تھا جس نے بھگوان بڈھ حضرت عیسے مسیح۔ ایکانتہ اور بہت سے مہاتماؤں کو مجبور کیا کہ شاستروں کے راز انسانوں کو سکھا دیں۔ ایک بھکت کے ہاتھ میں پریم ایک جادو کا ڈنڈا ہے۔ وہ اُسے ایک شاندار طریقہ پر پھرتا ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنے تحت میں لے آتا ہے جس کے دل میں پریم ہے۔ وہ ترلوکی کا اصلی شہنشاہ ہے۔

جب لوگ اکٹھے ہو کر سکے بن کرتے ہیں تو سینکڑوں یا ہزاروں لوگوں کے گروہ کے ایک ہی وقت میں کئے ہوئے

بھجن اور نام کیرتن سے بڑا اثر پیدا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر دل کو ہلا دینے والی تھر تھراہٹ اور ایک بڑی چائی مورتی کرہ ہوائی میں چھوڑتے ہیں۔ اتنی ہی بڑی طاقت اندر کی طرف بہتی ہے۔ اور لوگوں کی روحانی شکایتوں کو تقویت دیتی ہے۔

اکٹھے بیٹھ کر بھجن اور کیرتن کرتے ہوئے لوگوں کی جسمانی حرکت یکساں ہو جاتی ہے۔ اور ان کے مشیروں کو زیادہ طاقت قبول کرنے کے قابل بناتی ہے۔ چونکہ ان کی توجہ ایک ہی چیز پر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اکٹھے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اوپر اٹھاتے ہیں۔

جب لوگ اکٹھے بیٹھ کر دھام تریاکوئی اور مورتی گاتے ہیں۔ تو ایک عجیب روحانی طاقت کی لہر میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ برقی طاقت یا دھام تریاکوئی کی میل کو دور کر کے ہم سازی پیدا کرتی ہے۔ من کے اچھلنے کو دے کو روکتی اور اگیان کا پردہ اتارتی ہے۔ سکیرتن صرف بھکتی مارگ کا ہی سا دھن نہیں ہے۔ بلکہ اوقیت یعنی آتما پر اتما کی ایکٹا انوبھو کرنے کا بھی ابھیاس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شری شنکر نے شری دکن مورتی کو کہا تھا: "اس آتما کا گیان چار طریقوں سے حاصل ہوتا ہے شروں (شاستروں کا سننا) منن (منے ہوئے پر دچا کرنا) ندھی دھیاسن (دھیان کرنا) اور سکیرتن"

(۵)

پر ہلا دیر تھنا کرتا ہے۔ "اے بھگوان ہری۔ مجھے اپنے چرنوں میں اتنا ہی گہرا اور یا تیار پریم عطا کیجئے۔ جتنا کہ دنیاوی لوگوں کا ناشوان اندریوں کے دشمنوں اور سنا رک چیزوں میں ہوتا ہے۔ جب میں آپ کا سمن اور چیتن کروں تو وہ آئند میرے من سے کبھی نہ جاوے۔" بھکتی کی کتنی خوبصورت تعریف ہے۔ یہ دچا پر ہلا د کے دل کے اندرونی کونے سے نکلے ہیں۔ ان میں انتہائی پریم اور بھکتی بھری ہوئی ہے۔

اگیانی دنیاوی آدمی کو اپنے استری بچوں۔ دوستوں۔ رشتہ داروں۔ مکان۔ جائداد۔ گائے۔ دولت۔ باغ۔ پوشاک۔ سونا۔ ہنگلوں۔ کوٹھیوں۔ روپیہ وغیرہ میں از حد مومہ اور دبستگی ہوتی ہے۔ ایک بھگت کو ایشور اور صرف ایشور میں زبردست پریم اور کشش ہوتی ہے۔ وہ ایشور کے لئے ہی زندہ رہتا ہے۔ اور اس کے لئے ہی سب کام کرتا ہے۔

ایک خود غرض آدمی اپنے مشریر سے ہی محبت کرتا ہے۔ پھر وہ اپنی محبت کو اپنی بیوی۔ بچوں اور دوستوں تک پھیلاتا ہے۔ جب ذرا اور ترقی کرتا ہے تو اپنی جاتی کے لوگوں یا اپنے ضلع کے باشندوں سے محبت کرنا شروع کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے صوبہ کے لوگوں سے پریم کرتا ہے۔ اس کا دل اور زیادہ پھیلتا ہے۔ اور وہ اپنے ملک کے لوگوں تک اپنی محبت کو پھیلاتا ہے۔ آخر کار اس کے من میں تمام دنیا کی بھائی بندی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ دنیا کے ہر حصے کے لوگوں سے اسی طرح پریم کرنے لگتا ہے جس طرح اپنے بھائیوں سے۔

پریم کرنے کی خصلت قدرتی ہے۔ اور تمام انسانوں کے دلوں میں گڑی ہوئی ہے۔ دراصل دنیا میں اس قسم کا کوئی انسان نہیں جس کے دل میں محبت قدرتی طور پر پیدا نہ ہوتی ہو۔ یا جو اوروں کی محبت سے موثر نہ ہوتا ہو۔ تم کو لازمی طور پر یہ قدرتی پریم کی لہریں بہت حد تک اپنے من میں پیدا کرنی ہوں گی۔ اور ہر قسم کی خود غرضی کو دور کر کے اس پریم کو شدھ کرنا ہوگا۔ اس پریم کو تمام دنیا کے انسانوں تک پھیلانا ہوگا۔ اگر تم اپنی محبت کو پورے زور سے ایشور کی طرف بڑھاؤ۔ تو دنیاوی خوشی۔ دولت۔ خوبصورتی اور طاقت کے لئے جو محبت تمہارے دل میں موجود ہے۔ وہ آہستہ آہستہ دور ہو جاوے گی۔

صرف ایک ہی محبت پایدار ہے۔ اور وہ ایشور کی محبت ہے۔ ایسا شکر پریم خود غرضی اور اپنے شریک کے موہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ قربانی کا جوش من میں پیدا کرتا ہے۔

تمام مخلوقات ایشور میں سے نکلتی ہیں۔ بشرطی کے لئے ہونے پر وہ کسی میں واپس چلے جاتے ہیں۔ تمام دنیا ایشور کا شریک ہے۔ جب تم ایشور کو ہی اپنے پریم اور بھکتی کا مرکز بنا لو گے۔ تو تم کس طرح کسی انسان یا جانور کو اس زمین کی سطح پر تکلیف دے سکو گے۔ تمہارے دل میں کسی جاندار کے متعلق نفرت پیدا ہی نہ ہوگی۔ تم خود غرض بھی نہ بن سکو گے۔ کیا کبھی تم اپنے باغ کے سب آم اکیلے کھا سکتے ہو۔

انسانی محبت بھی کھو کھلی ہے۔ یہ صرف حیوانی کشش ہے۔ یہ جھوٹی محبت ہے۔ یہ شریک یا جسم کی محبت ہے۔ یہ خود غرضانہ محبت ہے۔ یہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ یہ سب کیپٹ۔ دھوکا اور صرف دکھاوے۔ جب خداوند بے روزگار ہو جاوے تو بیوی اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ وہ تیوریاں پڑھا کر اس کو دیکھتی ہے۔ جب بیوی کسی پرانی بیماری کے باعث اپنی خوبصورتی کھو بیٹھتی ہے۔ تو خداوند اس کو پسند نہیں کرتا۔ اصلی۔ ہمیشہ قائم رہنے والی محبت یا پریم تمہیں ایشور میں ہی ملیں گے۔ اس کی محبت کبھی بدلتی نہیں۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ "لا وضو" کرنے اور دانت صاف کرنے کا کیا فائدہ ہے مسجد میں جا کر دو زانو ہونا کس کام آسکتا ہے۔ دل میں دھوکا اور فریب رکھ کر نماز و دعا پڑھی جاتی ہے۔ پھر مکہ کا حج کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ ہندو ۲۰ ایکادشی برت رکھتے ہیں۔ مسلمان تیس دن روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن مجھے تو بتاؤ کہ باقی کیا رہ نہیںوں کو چھوڑ کر صرف ایک مہینہ ہی خدا کا مہینہ کس نے بنایا ہے۔ کہتے ہیں ایشور پورب میں رہتا ہے۔ اور اللہ مغرب میں۔ اپنے دل میں اسے ڈھونڈو۔ تم کہہ رہے ہو کہ رام دونوں کو وہیں پاؤ گے۔ اگر خدا صرف مسجد میں ہی رہتا ہے۔ تو باہر کا ملک کس کا ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ رام تیرتھوں میں ہے۔ یا مندر کی مورتی میں۔ لیکن وہ اسے ان دونوں جگہ نہیں پاسکے۔ کون کہتا ہے کہ دید اور قرآن جھوٹے ہیں جو ایک خیال کرتے ہیں۔ وہ خود جھوٹے ہیں۔ ان تمام جموں میں ایک ہی پرما تھا ہے۔ دو مہر اکوئی نہیں۔ اومی یا عورت سب تیرا ہی روپ ہیں۔ کبیر تو اللہ کا بچہ ہے۔ رام اور اللہ یکساں ہی اس کے گورو اور پیر ہیں۔"

اپنے تیس بھگوان کی شرن میں پورے طور پر گرا دیئے کو شرن لگتی کہتے ہیں۔ ایشور ہی بھگت کا سہارا۔ شرن دینے والا اور رکشک ہے۔ شرن لگتی کے لئے مندر جو ذیل چھ باتیں ضروری ہیں:-

(۱) ان گنوں کا گہن کرنا جو انسان کو اپنی بھینٹ بھگوان کے چرنوں میں ڈالنے کے یوگیہ بنا دیں گے۔

(۲) ایسے اچار کا تیاگ کرنا جو ایشور کو منظور نہ ہو۔

(۳) یہ وثواس یا اعتقاد کہ ایشور ضرور اس کی رکشا کرے گا۔

(۴) رکشا اور دیا کے لئے بھگوان سے پروردہ اپیل یا پراکھنا۔

(۵) اپنے آپ کو تجھ یا جھوٹا سمجھنے کا احساس۔

(۶) پورے طور پر بھگوان کی شرن میں اپنے آپ کو گرا دینا۔

پہلی بار شرن باتیں کر کے شرن لگتا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

شری رام سنجھی نے لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی جگیا سوا اپنے من میں بھکتی کو بڑھانا چاہے تو اسے مندرجہ ذیل گیارہ گتوں کا ابھیاس کرنا چاہیے۔

- (۱) دو یک - یاست اور است کی تمیز (اس میں خوراک کی تمیز بھی شامل ہے)۔
- (۲) ویراگ - باقی سب چیزیں چھوڑ کر صرف ایستور کے لئے انتہائی تڑپ۔
- (۳) ابھیاس - ایستور کا متواتر وچار۔
- (۴) کرکیا - اوروں کا بھلا کرنا۔
- (۵) کلیمان - سب کا بھلا چاہنا۔
- (۶) ستیہ - سچ کا پالن کرنا۔
- (۷) آتجو - صاف بیانی۔
- (۸) دیا - رحم۔
- (۹) اہنسہ - کسی جاندار کو من - یکن یا کرم سے ایذا نہ پہنچانا۔
- (۱۰) دوس - اندریوں کو دس میں رکھنا۔
- (۱۱) خوش باشی اور امید۔

بھکتی تمام دھاتک زندگی کی جڑ ہے۔ بھکتی دانسوں اور خودی کو ناس کرتی ہے۔ یہ من کو اٹھا کر بہت عظیم بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ گیان کے خزانہ کو کھولنے کی یہ چابی ہے۔ بھکتی سے ہی گیان پر اپت ہوتا ہے۔ بھکتی دوسے شروع ہوتی ہے۔ اور ایک پر ختم ہوتی ہے۔ جو اس بحث میں پڑتے ہیں۔ کہ بھکتی بڑی ہے یا گیان۔ وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ انہوں نے اصلی تئو کو نہیں سمجھا۔ پر بھکتی اور گیان ایک ہی ہیں۔

کیا تمہیں سچ مرچ ایستور کی چاہ ہے۔ کیا تمہیں واقعی اس کے دشمنوں کی پیاس ہے۔ کیا تمہیں اصلی روحانی بھوک ہے۔ بھکتی پر بڑے پر زور دیا کیان تم دے سکتے ہو۔ بھکتی یوگ پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتے ہو۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ پھر بھی تمہارے اند بھکتی کا نش بھی نہ ہو جس کے دل میں ایستور کے دشمن کی پیاس ہے۔ اسی کے دل میں سچا پریم پیدا ہوگا۔ اس کو ہی بھگوان درشن دیں گے۔ ایستور کا مسئلہ "مانگ اور متیا کر نے" *Supple and malleable* کا مسئلہ ہے۔ جتنی زیادہ سنجیدہ اور مخلص مانگ ایستور کے لئے ہوگی۔ اس کا جواب اتنی ہی جلدی ملے گا۔

اے نادان! کالوں کی طرح بیٹھ کر صرف ایستور کو اپنی مدد کے لئے نہ لگاؤ۔ بلکہ اٹھ کر خود بھی ہمت کر۔ کیونکہ ایستور صرف اہنی لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اپنی مدد خود کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کر۔ اور باقی ایستور پر چھوڑ دے۔ بھگوان سے اس طرح پریم کہ جس طرح رادھا کرتی تھی۔ یہ سب سے اونچی قسم کی پوجا ہے۔ رادھا کے قدموں پر چل۔ اس جیسا پریم بھگوان کرشن کے لئے اپنے من میں پیدا کر۔ یہ پریم آہستہ آہستہ بڑھ جاوے گا۔ اور اترتا اور ایستوری جیتتا یا ایستور پر اپنی کی منزل پر پہنچا دے گا۔

اے ہندستان! تو دھیندے ہے۔ اے رشیوں۔ مینوں۔ یوگیوں اور ہاتماؤں کے خوبصورت دیش۔ تجھے گنگا۔ جمنا۔ ہند۔ گوداوری۔ سندھ اور کا دیری جیسی پوتر ندیاں عطا ہوئی ہیں۔ اور ہمالیہ جیسے عظیم شان پر بت تیری شان ہیں۔ اے بھارت درشن۔ پرانی شان و شوکت والے پوتر دیش۔ تجھے پر نام ہے۔ تیری مر زمین شری رام۔ شری کرشن شری ویاس۔ شری شنکر۔ شری داتا تر یہ۔ پتنجلی رشی۔ ہاتما بڈھ۔ گورو نانک۔ گورو گو بند سنگھ کے پوتر چرنوں سے چھو کر متبرک ہو چکی ہے۔ اے آریہ درت مبارک کے تے۔ ہزاروں برسوں سے تجھ میں رشی۔ مہنی اور یوگی تپ اور یوگ کرتے آئے ہیں۔ اور اب بھی کہہ رہے ہیں۔ اے ماتری بھومی۔ دیوتاؤں اور جیون مکتوں کو پیدا کرنے والی۔ تجھے بار بار پر نام ہے تیرے

اِس کس مقام کے آگے منہ جھکاؤں، ستر کا نشی اور کھلی کیش وغیرہ کے سُدر بن اور تپو بن ایک طرف ہیں۔ اور دوسری طرف کوروشیتہ کی پوتہ بھومی ہے۔ جہاں بھگوان کرشن نے اپنے پیارے ششہ ارجن کو گیتا کا برقی پیغام سنایا تھا۔ بھگوان کرشن کی رکتا کریں۔ اور انہیں ست بدھی۔ آتما کا گیان۔ اور آتما کے شکتی عطا کریں۔ تاکہ وہ تیری سیوا کرتے ہوئے تیرا جھٹا اُپنارکھ سکیں۔

وہ پریم تپا پر ماتما جس کا ثانی نہیں اور جو آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اور جو تمام جانداروں کی ضروریات کے مطابق اُن کی خواہشیں پوری کرتا ہے۔ ہم سب کو شہدہ بدھی پروان کریں۔
بہری اوم تیت ست اوم شانتی

روحانی ڈائری یا روزنامہ

سوالات	۱	۲	۳	۴	۵	۶	میزان	پچھلے ہفتہ کی میزان
۱	تم رات کس وقت سوئے تھے۔							
۲	کتنے گھنٹہ سوئے۔							
۳	گیتا کے کتنے شلوک زبانی یاد کئے یا معنوں کے ساتھ پڑھے۔							
۴	کتنی مالا جپ کیا۔							
۵	کتنے پانا یا م کئے۔							
۶	کتنے عرصہ ست سنگ کیا۔							
۷	کتنے گھنٹہ نشکام کر م کیا۔							
۸	کتنے عرصہ آسن کئے۔							
۹	ایک آسن پر کتنی دیر بیٹھ سکے۔							
۱۰	کتنا دان کیا۔							
۱۱	ہرے رام منتر کتنی بار لکھا۔							
۱۲	کتنے گھنٹہ مون (خاموشی) رکھا۔							
۱۳	کتنی دیر ورزش کی۔							
۱۴	کتنی دیر دھیان وغیرہ کیا۔							
۱۵	کیا دھیان میں باقاعدگی رہی۔							
۱۶	کتنے جھوٹے لڑے اور اُن کی سزا اپنے اوپر کیا۔							
۱۷	کتنی دفعہ غصہ آیا۔ اور اُس کی سزا اپنے اوپر کیا۔							
۱۸	کیا لی کتنی دیر غصہ رہا۔							

شرعی جگہ پر کھڑا

(ادھیسائے پنجم)

در بیان جذب و سلوک یعنی نگینان اور کرم
 (مرتبہ پنڈت دینا ناتھ مدن معجزہ دہلوی بی۔ اے)

ترک و ایجاب عمل دونو بتائے آپ نے احسن
 ان میں بہتر جو روش ہے اُس کو ظاہر کیجئے
 شرعی جگہ پر کھڑا

گرچہ دونو ہی طریقوں کا بخیر انجہام ہے
 ہے وہ تارک جس نے رغبت و نفرت چھوڑ دی
 مختلف جذب و سلوک احوال کو آتا ہے نظر
 جس جگہ سالک پہنچتا ہے وہیں مجذوب بھی
 قلب بے پندار کی حاجت ہوتا تارک کے لئے
 صاف باطن فاتح دل واقف ضبطِ حواس
 کھاتے چلتے سانس لیتے سوتے سنتے دیکھتے
 بولتے چھوٹے پھوٹے چھوڑتے اور سونگھتے
 جوا کرتا ہے اپنا فرض خواہش چھوڑ کر

ترک سے دنیا میں ترک ترک اعلیٰ کام ہے
 ہے وہ سالک بخودی میں جس کو آزادی ملی
 ایک کی تکمیل سے ملتا ہے دونوں کا ثمر
 چشمِ بنیا میں ہے بیکرنگی سلوک و جذب کی
 مطمئن رہتا ہے سالک ذات کے دیدار سے
 ذات کی تسلیم میں اعمال سے ہے بے ہراس
 اپنی ملکیتیں بند کرتے یا کھلی رکھتے ہوئے
 بے تعلق اجر سے ہے سالک اپنے فعل سے
 برگِ نیلوفر ہے سیلابِ گنہ میں وہ بشر

ساکن آزاد بھی اپنے گزاریے کے لئے
 بے ہوس عارف کو حاصل ہے سکون دائمی
 رُحِ انساں بے تعلق ہو کے کل افعال سے
 فاعلیتِ فعل اور ان کے نتائج کا صدور
 نیک و بد دونوں سے دائم جان ہتی ہے بری
 دور ہو جاتا ہے جب عقل بشر کا یہ حجاب
 عقل و دل کو محو کر کے اہل تسلیم و رضا
 فیل گنا گئے چندال اور فاضل برہمن
 قلب بے پندار کے قبضہ میں ہے کل کائنات
 ضابطہ و روشندل عارف ہو کے اصل ذات میں
 غیریت کو چھوڑ کر جسکو لگن ہے ذات کی
 نفس کی لذات میں تکلیف وہ اور بے ثبات
 موت کے آنے سے پہلے حرص و غصہ چھوڑ کر
 معرفت کے نور سے معمور ہے جس کا بطور
 عارفانِ پاک طینت بیگناہ و باثبات
 شوق و نفرت سے بچا کر جسے روکا ہے خیال
 ابروؤں کے وسط میں لاکر نظر اطراف سے
 دلِ حواس عقل کر دیتا ہے محو علم ذات

کام لیتا ہے دل و جسم و حواس و عقل سے
 پاؤں میں جاہل کے پڑتی ہو طمع کی پیکڑی
 ساکن ایسے شہر میں ہیں تو میں جس کے رستے
 جلوہ قدرت ہے قادر سے نہیں ان کا ظہور
 جہل پر وہ ڈالتا ہے عقل پر انسان کی
 ذاتِ حق کو علم درساتا ہے مثل آفتاب
 معرفت سے عالم فانی میں پاتے ہیں بقا
 مختلف جسموں میں ہے اک نور جاں پر تو لگن
 ایک نقطہ میں سمایا ہے فروغِ مہر ذات
 مطہین رہتا ہے آرام اور تکلیفات میں
 علم باطن میں اُسے ملتی ہے لافانی خوشی
 ان پر اے ارجن نہیں کہتے ہیں عاقل انتفا
 وصل کی بے انتہا راحت کو پاتا ہے بشر
 اُس کا حصہ ہےصال ذات بکا اعلیٰ سکون
 فیض پہنچاتے ہوئے دنیا کو کیا ہیں نجات
 ایسے حق میں کو میسر ہے سدا حق کا وصال
 جانچتا ہے سانس کو جو ناک سے چلتے ہوئے
 وہ عذراقی سے بری ہے اُس کی ہر دم بر نجات

میں ہوں شعب لوں کا مرجعِ مالک اور پروردگار
 مجھ کو جو ایسا سمجھتے وہ پاتا ہے قرار

خفیہ اوم کے ایشور انک کیلئے

زیو ایشور اور حکمت ایشور

از مہاتما دولت رام جی برہمچاری

ایک ہی شہرہ سرورپ سچا اندر برہم چرگن اور نر اپادھک ہوتا ہوا بھی مہیتا اور پادھی کے سبب جیو جھاؤ۔ ایشور جھاؤ اور جگت جھاؤ کو پریت ہو رہا ہے۔

جب ستوگن پر دھان مایا اور پادھی کو دھان کر کے ہی جیتن دیو ہی تمام سرشت کی رچنا کرتا اس کی رکشا یا مہیتی کرتا یا اس کو لے کرتا ہے تو یہ ایشور کہلاتا ہے۔ سرشتی رچنے کے سبب اسکو برہما پان (رکشا) کے سبب اس کو ویشٹو اور لے (ننا) کر دینے سے اسکو رور یا ستو کہا جاتا ہے۔ سرشتی رچنا کرنے میں ستوگن کے ساتھ رجوگن کی پروانٹا رہتی ہے۔ اس مہیتی میں جو اور توگن ستوگن کے ادھین رہتے ہیں۔ لے کرنے کے لئے ستوگن کو پر دھان اور باقی دونوں کو گون رکھا جاتا ہے یہ پہلی اور پادھی مایا ویاک اور جہان شکستی والی ہے۔ اس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ ہی سوائے ادھستان برہم سرورپ کے جانے بنا یعنی اپر رکش برہما تم گیان کے بنا اس کا کبھی خاتمہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے اندر ایسی آتشچریہ روپ شکستی ہے کہ ان مونی باتوں کو بھی اپنے ادھستان کی مشاکو پاک کر دکھاتی ہے۔ جیسے دیکھئے دیر یہ کے گندے قطار سے سنبھول دیہہ کی آتپتی ہو رہی ہے۔ جو قیاس میں نہیں آ سکتا۔ کو کس طرح ممکن ہے۔ نیز اس ان ہوتے استھ اور جنگم روپ جگت کو درڑھ روپ سے ستیہ الوہیہ کرانا اسی کا کام ہے۔ شہرہ برہم سرورپ جیتن دیو کو ہی دھانینے وت دھانپ رہی ہے اور سے بھی اس کے آشر یہ پر قائم۔ جیسے اندھیرے کی آتپتی کی کارن بھی دیوار سی ہے۔ اور اس اندھیرے سے دیوار ہی ٹھک جاتی ہے۔ دھواں اگنی ہے۔ بھلی گرجھ سے۔ کافی محل سے پیدا ہو کر بھی اگنی۔ گرجھ اور جل کو بالترتیب دھک رہے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ اندر وچینیہ روپ مایا بہت ہی آتشچریہ روپ ہے۔ پھر یہ کہیں کہ یہ ہے ہی نہیں تو ایسا بھی نہیں کیونکہ است و ستو کبھی بھی دکھائی ہی نہیں دے سکتی۔ اور میں کچھ نہیں جانتا۔ اس روپ سے سو شپتی کے الو جھو دورا گیان بھی سب کو پرکشش ہے۔ اور گیان اور مایا مہر ادھ (परमेश्वर) الفاظ میں۔ اور یہ کہیں کہ یہ سچ سچ ست سرورپ ہے۔ تو گیان ہو جانے پر قائم رہتی چاہیئے۔ کیونکہ جیسے رجو کا گیان ہو جانے پر سناپ نہیں رہتا۔ اگنی طرح ادھستان کا گیان ہو جانے پر اس مایا کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جیسے دیا لیکر دیکھنے سے اندھیرا کہیں نہیں ملتا۔ ایسے ہی یہ پایا ہے کہ ادھستان کا گیان ہو جانے پر یہ کہیں دھونڈ لے بھی نہیں ملتی۔ ایسی اندر وچینیہ ستو کا نام ہی مایا ہے جو کہ اپنے کار یہ سمیت حقیقا (ست است سے وکھن) پر تپتی مانت ہے جسکو زبان اردو میں معدوی المعلوم نام سے پکارا گیا ہے۔ اسلئے یہ شہرہ کہنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ جیتن سرورپ برہم برہم مایا کا مہیتا پر درہ پڑ جانے سے اس کے

مروپ میں کچھ داستوک ہانی ہو سکتی ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ مہتیا دستو سے بیتھار مٹھ ہانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ سوین جگت سے سوین پریش کی تو ہانی متصور ہو سکتی ہے۔ اصلی سوینادی پریش کا بال بھی بیکہ نہیں عمو کرنا۔ بلکہ اسی مایا کے تینوں گنوں کو دھارن دت دھارن کرتا ہوا یہ شدھ بہتم ہی ستوگن کی پردھانتا سے سرشتی استھتی پرے آوک دلاس سا کرتا ہے۔ تو اسی حالت میں اسکو الیٹھو کہا جاتا ہے۔ اور جب مایا کے رتھ پر دھان ستوگن اور متوگن کو گون روپ سے دھارن کر کے یہی جیتن دیو اسکو مجودی حالت میں دھارن کرتا ہے۔ تذبھی ایک جیتن اُبادھی کی انیکتا سے انیک سا مٹھو مٹھو اپن پاپ دکھوں اور سکھوں وغیرہ کا کرتا جھوکتا جیو ہوتا ہے۔ کئی پرکار کے نئے نئے گرم و شیوں کے سیون سے اسکی واسنا مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے اور نہ معلوم کب تک اس اگیان کی کرپا سے تینوں تسم کے تاپوں سے تپتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے جھگوان و شیشٹ جی نے کہا ہے کہ ”سے ام جی۔ اس اگیانی جیو کے ہوئے ہوئے اور موٹیرالے جنوں کی گنتی شیشٹ جھگوان بھی اپنی ہزار جھٹواؤں سے انیک کھپ ٹک بھی نہیں گن کر سکتا ہے۔“

ان جنوں اور ان میں ہونے والے دکھ شک اور تپ کا بالکل ذرا سامانہ ہم اس پر مٹھوی لوک میں رہنے والے تھجہ جیوؤں کی دھاکا اور دردناک پکار کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ مگر یہ سب واسنا اور اس کی مانا او دیا کی کرپا کا ہی پھل ہے۔ اگر اس سے تھجھکا رپانے کی کسی پریم سوچا گیا کہ دان پریش کے اندر پوری چاہ یا سچی تڑپ پیدا ہو جائے۔ تو اسکو منزل بمنزل ساتھ لیا کر ویکھ کر پریم متھکاری دیوتا ہی کیا ان نکر کے شہنشاہ گورو دیو مہاراج کی شرمن میں جا پہنچتا ہے جن کی کرپا کنا کش سے جہنم مرن کا دور سہیش کے لئے بند ہو سکتا ہے۔ روزہ بصورت دیکھ کہیں تو گدھا بنکر ڈنڈے کھاتا ہے۔ کہیں بیل یا گھوڑا بن کر بوجھ ڈھونڈتا ہے کہیں شکار بن کر گلا کھاتا ہے۔ اور کہیں اگر نشیہ بھی بن گیا تو اس کے لئے بھی ماں کے ناپاک گرجھ داس کے لئے نو ماہ توالتا ہے لکنا پاڑتا ہے پھر بچپن میں انیک تسم کی نکالیف کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ جتہ کہ بے زبان ہو اگندگی میں پڑا رہتا ہے۔ کبھی چھر کاٹے ہیں اور ذرا بڑا ہونے پر خوف استاد دم توڑتا ہے۔ پھر جوانی میں کام دیو استاتا ہے۔ اور بیوی بچوں کے لئے ٹوٹن کر پیسہ پیسہ کما کر لاتا ہے۔ اور بڑھاپا آنے پر تو بیماری اور جینتا دیوی سانس نہیں لینے دیتی۔ گدشتہ کا پھپھتاوا اور عقبہ کا خوف اس کی حالت قابل رحم کر دیتا ہے۔ اور بالآخر پیسہ یا پاپ کی نظر ہی اٹھائے سوکھ شریہ کے سہارے پر ان چھکڑے پر سوار ہو کر اپنی منزل کو چل دیتا ہے۔ اور پھر از مر نو کو لھو کے بیل کی طرح اس چکر میں گھومنا شروع کر دیتا ہے۔ ہاں اگر گورو دیو کے چرنوں میں اپنا سب کچھ ارن کر دے۔ اور ویراگ کا عصا لیکر گیان نکر کے لئے اپنا مارگ شروع کر دے تو ضرور ہی اس کو ادویا کے چنگل سے رہائی ہو سکتی ہے۔ پچھڑی کار شری دیو یا رینہ سوامی نے جیو کی دشاکو ڈیڑھ شکوک میں قلمبند کیا ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

कृते कर्म भोगाय, कर्मकर्तु च भुजते

नद्यां कीट इवावर्त्तादावर्तान्तरमाशुते

ब्रजन्तो जन्मनो जन्म, लभन्ते नैव निर्धृतिम् ॥ पं० द० १-३० ॥

ارتھ:۔ سکھ آدمی کو بھو گنے کے لئے تو یہ کرم کرتے ہیں (اگے کو) کرم کرنے کے لئے یہ بھوگوں کو بھو گتے ہیں۔ ایسے ہی یہ جیویندی میں پڑے ہوئے ان کیڑوں کی طرح ہیں جو ایک چکر سے نکل کر جھوٹے کرم میں جا پھنسنے ہیں۔ ایسے

ہی یہ چیز بھی ایک جگہ سے اور دوسرے جگہوں کو پاتے رہتے ہیں۔ انہیں کبھی بھی دھڑکنے یا کھنکھانے نہیں مل سکتا۔ اس پھینسی ہوئی حالت میں جبکہ یہ کبھی پرکار کا پتہ نہ پاپ روپ کر موں کا کرتا اور ان کے شکہ دکھ بھل جھوگتا ہوتا ہے تو اس حالت میں اپنے نزاو پادھک ختہ مغرب پھیتا اور پادھی اور پ کوٹ کر نیسے ہی جیو کھلانے لگتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ان ہوتا ہی ست سا ہو کر پتریت ہو رہے ہیں گیان کی جہا ہے۔ جبکی مثال سوچن ہے کہ وہاں بھی آرام سے نرم نرم بسترے پر محلات میں سویا ہوا چکر ورنی ہمارا جہا اتنی کنگال ہو کر اپنے سبندھیوں سے بچھ کر اور دھڑکنے جنکوں میں درندوں اور ڈانکوں کے بھنے سے ڈکھی اور ہماں دکھی ہو رہا ہے۔ اور ایک ایک کوڑی اور ان کے گراس کے لئے ترستا ہے۔ ٹھیک کہا ہے جل میں میں پیاسی رہی سا دھول میں میں پیاسی — مگر یہ سب گیان روپ نذر کے باعث ہی ہو رہا ہے اور اس کا علاج بھی اور کوئی نہیں۔ فقط جگتا ہی اس کا ایک ماتر پائے ہے۔ اور پھر وہ اپنی جگہ پر آرام سے اپنے آپ کو موجود دیکھتا ہے۔ اور وہ نذر سے کیا ہوا اور کیسے لڑے۔ اس کو اب ذرا تفصیل سے کھولا جاتا ہے۔ یہ تو اوپر کہا ہی جا چکا ہے کہ اور دیا یا یا انہو چنہ شکستہ برہم کی ہے۔ جو اسی کوڑھکتی ہوئی اس کے اثر یہ موجود رہتی ہے۔ اور اس کے اندر اور ان اور کشپ دو شکستیاں ہیں۔ اور ان کو جاگرت سوچن اور شوپتی تینوں میں بنا رہتا ہے۔ مگر کشپ صرف جاگرت اور سوچن میں ہی رہا کرتا ہے۔ اسی کشپ کے رقعہ ہوجانے پر ہی شوپتی میں آندھ ٹرپ آنا کا کھاس اور دیا برتی میں پڑتا ہے۔ جبکی مثال دینا کے کسی شکہ میں نہیں ملتی۔ جو کہ ہر ایک پر تجربہ سے ظاہر ہے۔

جیو کشپ شکستہ سے کیا کیا کٹا اٹھاتا ہے۔ اس کا نمونہ پہلے لکھا گیا ہے۔ نرک اور دکھوں اور سڑک میں بھی پسر ایرکھا دولیش اور کمی بیشی سے مناسک کشٹ بنا ہی پڑا ہے۔ اور جگت کے اندر اویھا تمک کے علاوہ دوسرے پانیوں سے بھی اتینت کشٹ ملا ہی کرتا ہے جس کا نمونہ موجودہ بھیانک جنگ سب کے سامنے موجود ہے۔ اور سانپ شیر اور ک کا بھنے بھی جہاں ہے۔ اسکو بھی بھونک دکھ کہا جاتا ہے۔ بجلی گرنے۔ زلزلہ باری۔ تحط۔ بھونچال۔ طوفان کی زیادہ بارش وغیرہ کا اثر تو کور وروں جیووں پر یکدم ہوجاتا ہے۔ اور ان ناگہانی آفانی دکھوں کو ادھی ویوک بولا گیا ہے۔ یہ سب دکھ کسی کے بس کی بات نہیں۔ کہ مال سکے۔ ہاں بے موت اور لافانی حقیقت کی رسائی ہو سکے۔ اور وہ بھی نیریت سے مبرا تو ہی اس کا چھٹکارا ہے۔ ورنہ مشکل ہی مشکل ہے۔ اور ان دکھوں کا ایک ایک کر کے علاج چاہے سے باہر ہے۔ ان سب کا علاج خارجی تو کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ بیماری اندرونی ہے۔ اور یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔ کہ پیٹ درد کے لئے پاؤں کا علاج ہو رہا ہے۔ یعنی دنیاوی ذرائع یعنی جھوگوں کی پراسی۔ عمدہ خوراک۔ پوشاک۔ بیوی۔ بچے۔ نوکر چاکر۔ دھن۔ مال ریڈیو سینما وغیرہ سے اسکو دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مگر نہ تو ان سے آجنگ یہ دکھ چھ کم ہوئے اور نہ کبھی ہوں گے بلکہ کھارے جل کی طرح پیاس بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔ اس کا تو کیوں اپائے گیان ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اندھیرا کا واحد علاج پر کاش ہی ہے۔

اب اس اندھکار مٹنے جگت میں پر کاش کہاں سے پیدا ہو اور کیسے؟ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے۔ خوب غور سے چرچا سوچا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اگنی بالنسوں کی باہمی رگڑ سے پیدا ہو کر بالنسوں کو ہی جلا دیتی ہے۔ اور آپ بھی شانت ہو جاتی ہے۔ یا سوچن کا شیر سوپاوی کو جگا کر خود بھی نشٹ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی گورو کے ایدیش سے ویراگیہ اور گیان ہو کر ایک برہم تہو کی ہستی کو قائم کر دیکھا تا ہوا آپ بھی شاکر کی شانت ہو جاتا ہے۔ اور ایک برہم آتم دیو ہی

رہ جاتا ہے۔

وہ ایشور مختصر اگوں کہا جاسکتا ہے کہ کل دو ہی پارتے ہیں۔ ایک درشید اور دوسرے درشا۔ درشا سب کو جاننے اور دیکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اور درشید دکھائی دینے والی دستیا جانی گئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہ تمام جگت مرہ اپنے شرمین۔ بدھی اندر یہ پران آدک درشید ہی ہے کیونکہ جاننے میں آ رہا ہے اور آتا ہی شدہ سچا بند مرہ درشا سا کشتی ہے۔ یہ سب درشید

است جڑ دکھ روپ اور پرچھن روپ ہے۔ اس است جڑ دکھ درشید اناتہ و ستو کا چھہ است مرہ روپ سے واستو کوئی سمجھ نہ نہیں بلکہ تو اسٹک شدہ مرہ روپ ہے۔ اور مرہ روپ ہے۔ یہ دیہہ آدک تنہا جگت آدک کی پرستی جو ست روپے ہو رہی ہے یہ اور دیا کی وجہ سے ہے۔ واستو میں تو شدہ سچا بند مرہ روپ ہی ہے۔

اور جیسے ایک اور دیا کے سبب تھے اپنے سے بھن یہ جگت دکھائی دے رہا ہے ایسے ہی نور اپنے مرہ روپ سے علیحدہ کوئی ایشور بھی کھنا کر رکھا ہے نہیں تو جو جگت ایشور ایک شدہ برہم مرہ روپ ہی ہیں جو کہ ساکشی روپ سے اس پران انتھک اور اندر یہ روپ سو کشم دیہہ میں پرولیش کیا ہوا ہے یعنی اس سنگھات کے پرکاشنے کے باعث اس کا نام ساکشی کہا جاتا ہے۔ ورنہ برہم اور ساکشی میں بھید ہے ہی نہیں۔ اس وحدت وجودی کی تائید میں کہ جگت جیو اور برہم ایک ہی ہیں انیک پران دینے جاسکتے ہیں جن میں سے بہت تھوٹے واکہ پران روپ سے نیچے دینے جاتے ہیں۔

۱-۱۔ ईशवास्य मिदं सर्व ईश० उ० १-१

ارتھ:- یہ تمام جگت ایشور بھاؤنا سے ڈھکنے (فورت) کرنے یوگیہ ہے۔

۲۔ सर्व खल्विदं ब्रह्म छा० उ० ३-१४-१

ارتھ:- نپٹے کر کے (یعنی طور پر) یہ تمام برہم ہی ہے۔

۳۔ सर्व ह्यतद ब्रह्म मां ३ १-२

ارتھ:- یہ تمام جگت برہم روپ ہی ہے۔

۴۔ अयमात्मा ब्रह्म मां० उ० १-२

ارتھ:- یہ آتما ہی برہم ہے۔

۵۔ पूर्णमदः पूर्णमिदं पूर्णात् पूर्णमुदच्यते

पूर्णस्य पूर्णमादाय पूर्णमेवावशिष्यते ॥ (यजु० शान्ति पाठ)

ارتھ:- آگیا (پرکشت) یا او یا یکت کارن یا مایا روپ بھی پورن برہم ہی ہے۔ گیات یعنی کاریہ جگت بھی برہم روپ ہی ہے۔ کیونکہ پورن سے پورن ہی ظاہر ہو سکتا ہے اور پورن کی پورن کا انکیکار اور دکھش کرنے سے پورن ہی شیش رہ جاتا ہے۔

۶۔ अहमात्मा गुहाकेश सर्व भूतशयस्थितः ॥ म० नी० १०-२०

ارتھ:- ہے ارجن مرہ پرانیوں کے ہرے میں ہیں ہی ساکشی روپ سے براجمان ہوں۔

جوشِ بخودی!

از منشی سوج نارائن صاحب مہر

اے میکشویں خود ہی میخانہ ہو رہا ہوں
میں جوشِ بخودی سے دیوانہ ہو رہا ہوں
آٹھ بھی مست ہو میں پیمانہ ہو رہا ہوں
اے لامکاں میں تیرا کاشانہ ہو رہا ہوں
میں کعبہ ہو رہا ہوں تختانہ ہو رہا ہوں
میں زیبِ ہر مکان و ہر خانہ ہو رہا ہوں
میں شمعِ معرفت کا پروانہ ہو رہا ہوں
خود و ام ہو رہا ہوں خود و انہ ہو رہا ہوں
اور واصلانِ حق میں فرزانہ ہو رہا ہوں
میں آن کر زبان پر افسانہ ہو رہا ہوں

نی کر شراب و حدت مستانہ ہو رہا ہوں
نہم و دکا و دنی ہے عقل و خرد خودی ہے
ہے نام اسی کا ہستی دل میں ہو جوشِ مستی
ہے میرے دل کی ساحتِ اض و سما کی وسعت
اے بیدخواں برہمن اے شیخِ پاکدامن
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر تم ڈھونڈتے ہو کسکو
جنز نور اب نہیں ہے میری نظر میں کچھ بھی
صیاد آپ ہیں ہوں اور صید آپ ہیں ہوں
میں طالبانِ حق میں مہتا ہوں سب کے آگے
الفاظِ مجھ سے نکلے مجھ سے کلامِ نکلا

عاشق ہوں مہربیں خود معشوق بھی ہوں میں خود

خود زلفِ عنبریں ہوں خود شانہ ہو رہا ہوں



خدا کس جگہ ہے۔ خدا کس جگہ ہے۔ وہ ہے اُس جگہ ہر یا اس جگہ ہے۔
 کبھی سوئے مسجد کبھی سوئے مندر۔ کبھی ان کے باہر کبھی ان کے اندر۔
 بلا واعظوں سے بلا عابدوں سے۔ بلا واعظوں سے بلا عابدوں سے۔
 جو دیکھا تو ہر اک دعا کی دعا سے۔ ہر اک زعم میں اپنے اہل بد سے ہے۔
 شریعت تعصب کی روح رواں تھی۔ طریقت جو دیکھی وہاں ہی وہاں تھی۔
 کہیں معرفت نے نہیں رنج دکھایا۔ حقیقت کا کوسوں پتہ تک نہ پایا۔
 مذاہب کے جھگڑوں سے دق ہو گیا میں۔ بکھیڑے وہ دیکھے کہ حیران تھا میں۔
 غرض ملتوں کے یہی رنگ دیکھے۔ جہاں بحث اُٹھی جنگ کے ڈھنگ دیکھے۔
 خدا کس جگہ ہے۔ خدا کس جگہ ہے۔ وہ ہے اُس جگہ ہر یا اس جگہ ہے۔

یہ سوال اور اسی طرح کی تلاش ہر جگہ جاری ہے۔ اور رسالہ اوم کے اس نمبر کے شائع ہونے کا بھی یہی سبب ہے۔ اور ہم تلاش شروع کریں۔

جس چیز کی ہمیں تلاش ہے۔ ضروری ہے کہ ہمیں اُس کی پہچان ہو۔ ورنہ مطلوبہ چیز ہم نہیں پائیں گے۔ جیسا کہ اگر ہم برہمنی بولی کی تلاش میں جنگل میں پھر رہے ہوں تو جب تک ہمیں اس کی پہچان نہ ہو تو وہ جابجا ہماری آنکھوں کے سامنے ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اُسے نہیں اچھڑائیں گے۔ کیونکہ ہمیں پہچان نہیں کہ یہ "برہمنی بولی" ہی ہے۔ ایسے ہی ایشور کی تلاش شروع کرنے سے پہلے اُس کی پہچان کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اسے ہم کبھی نہ پائیں گے۔

اگر ہمیں اس کی پہچان ہوتی تو وہ چونکہ ہر جا حاضر ناظر ہے۔ ہم بلا مارا دیکھی اسے پہچان لیتے۔ جو چیز ہر جگہ ہر وقت موجود ہو اس کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ تلاش اس چیز کی ہوتی ہے جو کہیں پائی جاتی ہو۔ اور کہیں پائی جاتی ہو۔ جو کہ ہم خود سوچنے سے کھیل نہیں کہ حقیقت کیا ہے اس لئے ہم دوسروں کا آسرا ڈھونڈتے ہیں۔ میرے خیال میں اس معاملہ میں دوسرے کا آسرا لینا ہمیں صرف اس چیز سے واقفیت دلاتا ہے جس کی واقفیت وہ شخص دیتا ہے جس کا آسرا

لیا جاتا ہے۔ اور وہ اس شخص کا خیال ہوتا ہے نہ کہ حقیقت۔

اگر فرض کر لیں کہ دوسرا شخص ہمیں حق کی پہچان دے سکتا ہے۔ تو ہزاروں کے کلام میں ہم یہ پاتے ہیں کہ اس حقیقت کا روپ رنگ اور ریکھ چیکھ کر دیکھ نہ سکتے کہ یہ ترجمہ: کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اس حقیقت کا روپ رنگ کیا ہے۔ اس کی شکل صورت کیسی ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ کیا حقیقت اس پہچان سے پہچانی جاسکے گی۔ اور یہ پہچان کوئی پہچان بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ پہچان کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کا کوئی روپ رنگ ہو۔ اس کی اپنی ذات میں جہز و اجزوی کی تیز ہو۔ یا دوسری چیزوں سے غیر ہو۔ مگر حقیقت فرق جنسی اور غیر جنسی سے پاک ہے۔ حقیقت کے متعلق کوئی بھی بیان اس سے روتناس نہیں کر سکتا۔ لاجہز و حقیقت کا محدود الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور ہر بیان ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوگا۔ ہاں اگر حقیقت کو جان لیا جائے تو پھر پہچان کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ اور ہر بیان اسی کا بیان ہوگا خواہ وہ محدود کو ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔

اگر یہ سچ ہو کہ اس کی پہچان کوئی نہیں تو پھر حقیقت کو کس طرح پایا جائے۔ اس معما کو حل کرنے کے واسطے یہ مہموند نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

میں مروجہ آتشک پن سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں نادانستہ کسی ناویدہ نیر از خود ہستی پر ایمان لانا ہوتا ہے جو بوجہ غیر حاضر ہونے کے قیاسی اور فرضی ہوتی ہے۔ اصلی نہیں ہوتی۔ پھر میں ناشک بن سے بھی خوف کھاتا ہوں۔ کیونکہ اس میں الیشور کے نہ ہونے کا یقینی اقبال کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ سارے سنسار میں ایک شکتی کا دم کرتے ہوئے دکھلائی دے رہی ہے۔ جسے اگر کوئی الیشور کے نام سے موسوم کرے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ گو اس شکتی میں بُرائی بھلائی کی کوئی تیز باریابی نہیں جاتی۔ وہ شکتی مرنے۔ جینے۔ سونے۔ جاگنے کی وحدت زندگی ہے۔ نہ مرنا بُرائی ہے نہ سونا۔ نہ جینا بھلائی ہے نہ جاگنا۔ نہ جینا زندگی سے غیر ہے نہ مرنا۔ نہ سونا زندگی سے غیر ہے نہ جاگنا تاہم وہ زندگی سب میں سب کچھ ہے اور الیشکتی سے انکار ناممکن ہے۔ اگر اس شکتی کو کوئی شخص الیشور کے نام سے موسوم نہ کرے۔ بلکہ ”زندگی“ یا کسی اور نام سے موسوم کرے تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ الیشور کو ڈھونڈتے ہیں کہ اپنے ساتھ اس طرح وابستہ کرنا اور اپنا ناچا ہتے ہیں جس طرح کہ کسی کارآمد کارساز اور کارکن کو محض خوشامد کے بدلے اپنے کام سنوارنے والا نوکر بنا لیا جائے۔ اور ساتھ ہی ان متلاشیوں کے منہ سے یہ آواز بھی سُنی جاتی ہے کہ وہ حاضر ناظر ہر جا ہے۔ پھر سمجھیں نہیں آتا کہ وہ حاضر ناظر ہمہ جا کس طرح غیر حاضر ہو گیا جس کی تلاش میں ہم مارے مارے پھرتے ہیں۔

میں سب سے پہلے ناظرین سے استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ چھوٹا سا مضمون ایک بار پڑھ کر علیحدہ نہ رکھیں بلکہ چند چند روز کا وقفہ دے دے کر اسے پڑھیں۔ اور اس کے خاص حصوں پر خاص توجہ دیں۔ اور اسے اتنی بار پڑھیں کہ آپ میں دو حالتوں میں سے ایک حالت پیدا ہو جائے۔ یا تو مضمون پھاڑنے کو دل چاہے۔ یا آپ کے اندر اس قدر سوال پیدا ہو جائیں کہ آپ کے اندر سچی تلاش جاگ اُٹھے۔ اور اس مضمون پر مزید لٹریچر پڑھنے کے لئے دل بیتاب ہو جائے اگر پہلی حالت پیدا ہو جائے تو آپ کا اور میرا دونوں کا کام ختمہ سمجھیئے۔ دوسری حالت پیدا ہونے کی صورت میں

ایسی حقیقت اور رسالہ اوم جون جولائی ستمبر ۱۹۴۷ء میں اسی طرح کے مضمونوں کا مطالعہ فرمائیے۔ مگر یاد رکھیے۔ ان مضمون میں کا محض پڑھنا ہی کچھ فائدہ نہ دے سکے گا۔ بلکہ آپ کا مضطرب اور متیاب منشا منشی دل ہی فائدہ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ کچھ پاسکے گا۔ جسکی کہ اسے تلاش ہے۔ میں بھی بتیاجی اور اضطراب آپ کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہوں اس سے زیادہ میرا کوئی کام نہیں کیونکہ پانا آپ کا کام ہے۔ میرا نہیں۔ جب تک آپ کی نگاہ صرف مضمون کی عبارت پر ہے گی۔ آپ اس سے مستفید نہ ہو سکیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی کتاب سے نظر اٹھا کر اس کے مفہوم کو ذہن میں رکھیے۔ تب آپ حقیقت کے پانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ جو عبارت اسوقت چمیدہ اور مبہم سی معلوم ہوتی ہے مفہوم پر نگاہ جنے سے وہی عبارت سادہ اور صاف بلکہ پُر معنی اور پُر لطف بن جائیگی۔ کتاب میں لکھے ہوئے لفظ "پہاڑ" پر غور کیجئے۔ کتاب میں یہ لفظ پڑھنے سے ہمیں یہی سمجھ آتی ہے کہ پہاڑ پتھر کا ایک ٹیلہ ہے مگر جب ہم نظر اٹھا کر اس پر غور فرماتے ہیں تو اس کے مختلف نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پہاڑ کے معنوں سے حقیقی طور پر آشنا ہوتے ہیں۔ کتاب میں لفظ پہاڑ کے پڑھنے اور اصل پہاڑ کے دیکھنے میں جو فرق ہے وہی فرق مضمون میں لکھی ہوئی عبارت کے پڑھنے اور اس عبارت کے مفہوم کے نظارہ لینے میں ہے۔ ایسے ہی میرے لفظوں کے ذریعے مفہوم کو سمجھتے ہوئے حقیقت کو جاننے کی کوشش کیجئے پھر لفظوں کا پردہ پھٹنے پر حقیقت کے مومن مردوں میں جو حظ آئے گا وہ بیان سے باہر ہوگا۔ پھر آپ خود بھی کہو گے کہ

ہے حرم بھی میرا دیہ بھی ہے میرا مکاں - کیوں جھگڑاتے ہو تم اسے شیخ و برہن سمجھو
مشکل میں تیری شکل ہے کیا دیکھوں - ہر نام نیرا نام ہے کیا ورد کروں !

میں پھر عرض کئے دنیا میں یہ فلسفیانہ مضمون نہیں بلکہ یہ کچھ ہے جو عملی دنیا میں ہو رہا ہے مگر ہم بوجہ غفلت ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے یہ خاص طور پر بیان آپ کے فائدہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ طریق آپ میں غفلت پیدا نہ ہونے دے گا بلکہ جگائے گا۔ اور جگائے رکھے گا اور جو پریم مجھے اپنے آپ سے ہے وہ مجھے اس طریق پر یہ مضمون لکھنے اور ناظرین تک پہنچانے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ ہمارے پاس کسی چیز کے جاننے کے لئے تین ذرائع ہیں۔

(۱) حواس بیرونی۔ (۲) حواس اندرونی۔ (۳) عقل۔ حواس ظاہری ہمیں جاگرت جگرت دکھانے کا کام دیتے ہیں۔ حواس باطنی ہمیں سپن جگرت دکھاتے ہیں۔ اور عقل خیالی اور اعتباری امور سے ہمیں روشناس کراتی ہے۔ عقل جن بنیادوں پر کام کرتی ہوئی اپنا عالیشان محل تعمیر کرتی ہے وہ حواس ظاہری و باطنی کے ہی کام ہیں۔ گو عقل نقی اثبات وغیرہ مختلف طریقوں سے کام لیتی ہے تاہم ان (۲) حواس ظاہری و باطنی کے علاوہ جاننے کے اور کوئی ذرائع نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کی بنیاد حواس ظاہری و باطنی کے اعمال پر ہی رہتی ہے۔ گویا کہ اس کے کام کی تہ ہیں فرض۔ اعتبار یا مان لینا ہی کار فرما رہتا ہے۔ دیکھئے ان تین وسیلوں سے ہم زندہ الیٹور کو پا نہیں سکتے۔ ان سے جو کچھ ہم جان سکتے ہیں وہ مردہ ہوتا ہے۔ گو کہ اس مردہ کے ساتھ مردہ کے جاننے والا زندہ بھی موجود پایا جاتا ہے۔ تاہم اس زندہ کو جانتا ان حواس ظاہری و باطنی یا عقل کا کام نظر نہیں آتا۔ جو چیز ہم ان وسیلوں سے نہ جان سکیں اس کے پیچھے بھاننا غیر قوت رہتی ہے۔ اس میں کامیابی ممکن نہیں بلکہ سامنے ناکامی ہی ناکامی ٹھہری نظر آئے گی حواس ظاہری و باطنی محدود پر کام کرتے ہیں گو

محدود و حقیقت کا یہی مفروضہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ مکمل حقیقت نہیں ہوتا عقل کی بنیاد میں بھی فرض ہی کام کرتا ہے اس لئے ان تینوں وسیلوں سے حتی جاننا نہیں جاسکتا۔ اس واسطے جو کچھ ہم نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جو دکھ اور تکلیف ہمارے حواس اور عقل کے ذریعہ ہم میں داخل ہو رہی ہے اور جس کے سوائے ہم جو کچھ مانتے ہیں وہ فرضی ہوتا ہے اسے دور کیا جائے یا اگر کسی طرح اسے دور کرنا ناممکن ہو تو اس کی ناممکنیت اور باہمیت کو سمجھ کر اُلٹا کو گھٹی طور پر محض مان ہی نہ لیا جائے بلکہ جان لیا جائے۔ اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ خواہ مخواہ کی نگن (خیال مرموم) قدرت کے خلاف کیوں ہے۔ اس کا سبب معلوم کیا جائے۔ اور پھر آرام میں رہتے ہوئے قیاس کا راستہ چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ناقابل حل کو اس کی اصلی صورت میں جان لینا ہی گیاں ہے۔ اور یہی آرام ہے جیسا کہ مرعی کے انڈے سے بطخ کا بچہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے اس معاملہ میں ہم آرام میں رہتے ہیں۔

ہم میں ایک عمل جاری ہے جو ابتدا میں کسی بات کو فرض کر کے اسے اصلی مان لیتا ہے۔ اور پھر اسے سچ مچ اصلی سمجھ کر اس پر خیالی قلعے کھڑے کرتا رہتا ہے جیسا کہ چیدہ ہم اُن ہوئے جانور کو کہا کہ فرضی نام دیتے ہوئے اس فرضی گو اصلی مان کر کھاتی کھڑتے ہیں کہ چھا ایک ایسا جانور ہے کہ جس شخص کے سر پر بیٹھ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔

جو گدا کو نہ رتبہ شاہ بخشے وہ بہا ہی نہیں۔ وہ بہا ہی نہیں

اور آپ صاب جانتے ہیں کہ نہ ہما کوئی جانور ہے اور نہ ایسا ہوتا ہے۔ اس طرح لوگوں نے ایک لفظ ایشور پہلے فرض کر لیا ہے (اس فقرے پر خوب غور کیجئے)۔ اور اسے اصلی مان کر اس میں بعض صفات تعین کر دی ہیں۔ اور اصل کو نہ جاننے ہوئے محض لفظ کو پکڑے ہوئے فرض کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ مگر آپ ذہن نشین کیجئے کہ فرض کبھی اصل نہیں ہو سکتا۔ سایہ یا خیال کے پیچھے بھاگنے سے وہ کبھی پکڑا نہ جائے گا۔ لہذا اسے دوست!

مثال صورت تصویر حیرانی نہیں اچھی - دل پر عشق تیرا مگر ہے طوفان پیدا کر

خدا کی میں خدا کی جلوہ فرمائی نظر آے - اسی کا نام حق مینی ہے اے نادان پیدا کر

ہاں اس چیز کی اگر اپنے ہی دل میں پڑتاں کیجائے جس کا کہ سایہ اس میں پڑ رہا ہے۔ یا رد عمل ہو رہا ہے۔ یعنی اپنی ہستی کی پڑتاں کریں جس میں کہ سایہ کی طرح ایشور کا خیال اُٹھ رہا ہے تب آپ حقیقت کو جاننے کے قابل ہو سکیں گے جو دشنامی کے بعد ہی آپ اس قابل ہوں گے کہ ایشور کی ہستی کے متعلق کچھ کہہ سکیں۔ کہ وہ ہے یا نہیں۔ اس سے پہلے انسان کچھ بھی کہنے کے ناقابل ہے۔ اور ایشور کا بیان محض بے مطلب کہانی سے بڑھ کر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ اصلیت یہ ہے۔

خود ہی دل سے اُٹھائے دعویٰ اور خود خدا ہے تو - تیرا مانج تیرا ہی پر وہ پندار ہوتا ہے۔

شاعر کی اس "تو" سے مراد تیری محدود ہستی نہیں بلکہ تیری لا محدود ذات ہے۔ دیکھئے ہم زندہ ہیں۔ زندگی ہم میں حرکت کر رہی ہے۔ اس سے ہمارا جسم پیدا ہو رہا ہے۔ ہمارے خیالات اس سے اُٹھ رہے ہیں۔ اس کا کوئی نام مقرر کئے بغیر "ذات" پر غور کیجئے۔ یہی جس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ لا محدود ہے۔ اور یہی غور ایشور کے پانے کی انتدما ہوگی ہم اس دنیا میں اینٹ پتھر درخت وغیرہ دیکھتے ہیں۔ یہ مردہ ہیں۔ ہم انسان اور حیوان کے جسم بھی دیکھتے ہیں۔ گو یہ بھی مردہ ہیں تاہم اس مردہ میں ہم زندگی کے کام بھی دیکھتے ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ کیوں زندگی کے کاموں کو یہاں دیکھتے ہوئے بھی آپ اسے نہیں دیکھتے۔ جو اصل ہے اور ان سب کا باعث ہے اور جس کا جاننا ہی ایشور کا جاننا ہے

زندگی یا ایسا جو ہر جا حاضر ناظر ہے سب سے اوّل اور سب سے نزدیک طور پر ہم اسے اپنے دل میں جو جاننے بوجھنے کا مقام بھی ہے پائیں گے۔ دوسری کوئی جگہ اس کے آسان پہچان کی نہیں ہے۔ یہاں ہی وہ زندہ صورت میں ملے گا۔ دوسری ہر جگہ وہ مردہ صورت میں ملے گا۔ گوکہ وہ مردہ بھی اسی زندگی کی ہی ایک بدلی ہوئی صورت ہے۔ دل میں ہی اس کا اور اس کے عملوں کا ملاحظہ کیجئے۔ جیسا کہا بھی گیا ہے۔

تو نے دینا ئے ولی دیکھی نہیں - سیر اس گلزار کی دیکھی نہیں
یاں کی کیفیت کبھی دیکھی نہیں - اسے کہ تو نے روشنی دیکھی نہیں

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشا کے کی تجھے ہے جستجو

کیا عبادت سے تجھے مل جائے گا - کیا ریاضت سے ترے ہاتھ آئیں گے
دھیان اپنا کر کہ تو چل پائے گا - دھیان اپنا - ورنہ تو پچھتا ئیں گے

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشا کے کی تجھے ہے جستجو

دیکھ اپنا چہرہ جو پُر نور ہے ! - دیکھ شان اپنی جو لا محصور ہے
کب خدا تجھ سے جدا اور دور ہے - آپ تو اس شخص شمع طور ہے

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشا کے کی تجھے ہے جستجو

میں آپ کے اندر سوالوں کا ایک تانتا باندھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کا دل سوال و جواب کی ادھیر بن میں لگ کر حقیقت سے سچ سچ روشناس ہو جائے۔ میں خود کوئی مثبت جواب پیش کر کے آپ کی سوچ کو بند نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ غلطیوں دل سونے کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور مضطرب دل جاگتا رہتا اور پاتا ہے۔ میں پھر سوال کرتا ہوں بس

تجھے آہ کس کی تلاش ہے شب و روز کس کی ہے جستجو !
تجھے کس کے ملنے کی چاہ ہے تجھے کس کے وصل کی ہے آرزو

اس طرح کی تلاش غلط ہے۔ کیونکہ

وہاں احدیت ہے نہ فردیت - نہ انانیت کی ذرا بھی بو !
وہاں نام ہے نہ صفات ہیں - نہ وہاں ہوں میں نہ وہاں ہے تو

وجہ یہ ہے کہ

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بہت میں ہم

بھلا آپ اپنے ہر دے میں سوال اٹھائیے کہ آپ ایسا کون کیوں ڈھونڈ رہے ہیں ؟ یہ وہ سوال نہیں جو آستک اور ناستک کی بحث میں اٹھتا اور ناستک کا منظر ہوتا ہے۔ اس کے ایسے معنی مت لیجئے بلکہ اس سوال پر اس وقت تک غور نہ کریں جب تک کہ آپ کا غصہ جو اس سوال کے صغیر سے بڑا ہوا ہے۔ فرو نہ ہو جائے۔ اور آپ میرے مافی الضمیر کو بخوبی سمجھ

نہ لیں۔ یہ سوال اٹھا کہ میں حقیقت کی طرف بڑھنے کے لئے آپ کا قدم اٹھوانا چاہتا ہوں۔ آپ اس سوال سے خوف کھائیں بلکہ اس سوال کو اپنا مہربان رہنما جانیں۔ یہ سوال اٹھا کہ آپ اپنے ہر دے سے ہی سچا جواب مانگیئے۔ کہ آپ الیثور کو کیوں پانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو دھن دولت کی ضرورت ہے۔ اولاد درکار ہے۔ مکان چاہیئے۔ نوکری ملے۔ صحت مطلوب ہے۔ روزگار نہیں ملتا کسی خطہ سے پناہ چاہتے ہیں یا اسی قسم کی کوئی اور ضرورت درپیش ہے۔ جسے آپ الیثور سے پورا ہوا چاہتے ہیں۔ اور اسے ہر چیز کا قابض سمجھ رہے ہیں۔ اور اسے دانا فرض کرتے ہوئے اسے مل کر اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔

اے میرے دل تجھے درکار ہے کیا ٹھکوتا۔ کون سی شے ہے وہ جس سے نہیں ٹھکے ہو
تو عطیات الہی کا ہے خود سرچشمہ۔ تجھے میں سامان جہاں کا ہے ہیما یک جہاں
کس لئے دور ڈالتا پھر تپے باہر باہر۔ جو تجھے چاہیئے موجود ہے تیرے اندر

آپ اپنے خیال اور اس سے پیدا ہونے والے عملوں کا مشاہدہ کیجئے تاکہ آپ جان سکیں کہ آپ کس قید و بند میں ہیں جس سے رہائی پانے کے لئے یا کسی کشمکش سے بچنے کے لئے آپ الیثور کو چاہتے ہیں۔ اور سچ سچ کیا کیا کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک دل خواہشات کے پورا کرنے کے لالچ میں ڈوبا ہوا اور خواہش کی کھونٹی سے بندھا ہوا ہے۔ تب تک نہ وہ آزاد ہوگا اور نہ حقیقت کو پائے گا۔ متلاشی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی ایسے دوست یا نوکر کی تلاش میں ہیں جو آپ کی ہر خواہش پوری کر دیا کرے۔ اور آپ کو محنت کی محنت نہ اٹھانی پڑے۔ ان دو سوالوں میں سے ایک چن لیجئے۔ کہ آیا آپ الیثور کو چاہتے ہیں؟ یا اپنی حاجت دانی چاہتے ہیں۔ اور سوچتے وقت اس بات کا بھی دھیان رکھیئے کہ اگر آپ کی ضرورت کسی طرح بغیر الیثور سے پوری ہونے کا امکان ہو۔ اور آئندہ کے لئے آپ کی ضرورتوں کے پورا ہونے کا کوئی اور طریق مل جائے اور آپ کے اندر اپنی ناکامی کا ڈر بھی نہ رہ جائے تو دیکھیئے کیا پھر بھی آپ سچ سچ الیثور کو ملنے کی خواہش کریں گے۔ ضرورت درپیش ہونے کے بغیر یا ضرورت پوری نہ ہونے کے ڈر کی موجودگی کے سواٹے کوئی بھی الیثور کی جانب متوجہ نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ دکھ یا ضرورت کی عدم موجودگی میں ہم الیثور کو یاد ہی نہیں کرتے سوچئے۔ کیا دکھ کا دور کرنا ہی ہمیں الیثور سے بے نیاز نہ کرے گا جس طرح شری سرمد تن بہتہ رہنے کے باوجود وہ بات سے بے نیاز تھا جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:-

تن بہ بہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک ترک دنیا ترک عفتہ ترک مولا ترک ترک

اگر ایسا نہ ہو تو کیا الیثور کا نام جینے سے ہمارے دکھ دور ہو جائیں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ اپنی توجہ دکھ پر گامزدی جائے اور دیکھا جائے کہ دکھ کا سبب کیا ہے؟ اس کی پیدائش کس طرح ہوئی؟ اور کون دکھ پیدا کر رہا ہے؟ اور ہماری حاجتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں؟ اور کون پوری کر رہا ہے؟ اس طرح کے غور سے آپ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے جس کے بعد آپ الیثور کی تلاش ختم کر دیں گے جیسا کہ بھی گیا ہے۔ کہ

وہم خودی کو چھوڑ کے واسطی خدا سے ہو

کہ ترک خیال ہائے عبد و معبود - یہ تیرا تو ہم ہے سراسر بے سود

معبود و عبد دونوں ہیں محدود - اور ذات تیری بسیط اور لاحدود

نہیں کون سے نور کی آرزو ہے ۔ کہیں آئندہ کی اس طرح جستجو ہے
وہ نور اور سرور آپ کے شخص کو ہے ۔ منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے
ہر شخص کو اپنے ہی سے سوال کرنا چاہیے کہ اگر ایشور اسے دکھلایا جائے تو کیا وہ اسے پہچان لے گا ۔ یا وہ محض کسی
دوسرے کے کہنے پر ایشور کا ہونا مان رہا ہے ۔ اسے کچھ تو سوچنا چاہیے ۔ مان لینا تو محض بھالت ہے ۔ جان لینا ہی
گیان ہے ۔ اور یہی بامطلب بات ہے ۔ جاننا ہم سب کے دل میں موجود ہے اور ہمہ جا حاضر ناظر ہونے کی وجہ سے
وہاں ہی وہ حقیقت بھی موجود ہے جس کی کہ ہم تلاش میں ہیں ۔ جب یہ بات سچ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی کہیں
بہر تلاش کی جائے ۔ بلکہ دیکھا جائے کہ

دل کے آئینے میں ہے لطف اے ہر ۔ کر کے عرفان کی جب جلا دیکھا
اپنا چہرہ نظر نہیں آیا ! ۔ بلکہ اس کی جگہ خدا دیکھا
دل خدا کا گھر ہے اس میں دیکھا یا رکھو ۔ شیخ صاحب آپ کہے جا کے بھقہ دیکھئے
میں ایشور کے متعلق خود کچھ بیان نہیں کرنا چاہتا ۔ کیونکہ ایسے بیان ہر مذہب نے کیے رکھے ہیں ۔ میں تو
آپ کو حقیقت سے دو بدو کرنا چاہتا ہوں ۔ اگر آپ اپنے ہی دل کے مقام پر بیٹھ کر اسے پہچاننا نہیں چاہتے جہاں
کہ وہ سچ سچ جانا جاسکتا ہے اور ضرور کسی دوسرے سے ہی جواب چاہتے ہیں ۔ تو میں بتلاؤں دیتا ہوں کہ ہر بیان
حقیقت کو محدود صورت میں پیش کرے گا اور چونکہ وہ ہے غیر محدود ۔ اس لئے کوئی بھی دوسرا شخص آپ کے لئے
بیان کرنے سے قاصر ہے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ میں بھی مغرور ہوں ۔ ہاں جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت جسے
بعض زندگی یا (LIFE) اور بعض حق ۔ علم مطلق یا سچا نند کے نام سے یاد کرتے ہیں اسے جاننے کا کوئی

سیدھا راستہ نہیں ۔ البتہ وہ اُلٹے یا منفی طریق سے جانی جاسکتی ہے ۔ گو عوام ایسے جاننے کو جاننا نہیں مانتے ۔
تاہم وہ ہوتا جانتا ہی ہے ۔ اس لئے طریق کو سمجھنے کے لئے صحت کی مثال لیجئے ۔ صحت کی حالت میں ہم نہ بیماری
سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی صحت کو جانتے ہیں ۔ البتہ جب بیماری ہمیں آن گھیرتی ہے تب ہم بیماری کو جانتے
ہوئے صحت جو ہماری حقیقت ہے پانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اور یہ کوشش صحت کو پانے کی نہیں ہوتی بلکہ بیماری
کو دور کرنے کی ہوتی ہے ۔ جب بیماری دور ہوتی ہے تب خود بخود ہمیں صحت ملتی ہے ۔ بلکہ بیماری دور ہونے پر
ہم صحت سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں ۔ بیماری کا دور کرنا ہی ہمارا کام ہے ۔ صحت تو خود بخود ہم میں موجود ہے ۔
اور صحت کی حالت ایسی ہے جس میں ہم صحت کو براہ راست نہ جانتے ہوئے بھی جانتے ہوئے ہیں ۔ اس طرح
غیر از خود کا جھلا دیا ہمارا اپنا ہی فرض ہمیں حقیقت جاننے نہیں دیتا ۔ جو نہی ہم غیر از خود کے بھرم یا اپنے اعمال کے
جہل یا دکھ کی ماہیت کو جان لیں گے تو نہی حقیقت اس طرح پائی جائے گی جس طرح بیماری کے دور ہونے پر صحت
خود بخود پائی جاتی ہے ۔ سو آپ اس طریق پر غیر از خود یا دکھ کو جاننے کی کوشش کیجئے ۔ حقیقت خود بخود جانی جائیگی
دوسرے طور پر سمجھئے ۔ فرض کیجئے کہ آپ کے جسم میں کانٹا چبھتا ہے اور درد پیدا کرتا ہے ۔ اگر کوئی ہسپتال اسٹاپ اپنے کلام
کے ذریعہ درد دور کر دے تو اسے درد کا دور ہونا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اثر اتر جانے پر وہ درد بھر محسوس ہونے لگ جاتا
دوسرے شخص کا سہارا اس قسم کا ہے ۔ درد دور ہونے کا اثر اتر جانے پر وہ درد بھر محسوس ہونے لگ جاتا

فقط چیتن ہی چیتن ہے

از برہم لپن شری سوانی گوہند آنند جی مہاراج

نہیں کچھ اور ہے اس بن فقط چیتن ہی چیتن ہے۔
 یہ جو کچھ دیکھتے سنتے فقط چیتن ہی چیتن ہے۔
 عدم ہے اور نہ ہستی ہے بندی ہے نہ پستی ہے
 نہ ہشیاری نہ مستی ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
 گورو ہے نہ کہ چیلہ ہے سبھی کھیل اُس نے کھیلا ہے
 نہ تیرتھ ہے نہ میلہ ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
 نہ وحدت ہے نہ کثرت ہے نہ خلوت ہے نہ جلوت ہے
 نہ مندر ہے نہ مسجد ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
 نہ اول ہے نہ آخر ہے نہ باطن ہے نہ ظاہر ہے
 نہ غائب ہے نہ حاضر ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے

’اوم شانتی شانتی شانتی‘

جمہ حقوق محفوظ ہیں۔

ایشور کیا ہیں !

از مہاتما بھاگل جی ساہینی

(۱) ارتقاء خيال ایشور

میں نے اپنی کتاب ”پیام رات“ میں اس امر پر کافی روشنی ڈالی ہے کہ قانون ارتقا (کرم و کاش) کے مطابق اونے سے اونے جاندار (فرہ) چھو منتر کی مانند فوراً کامل انسان نہیں بن جاتا۔ نہایت آہستہ آہستہ اونے سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر طبقات (معدنی۔ نباتاتی۔ حیوانی) میں جذب ہو سہو کہ پچیزہ فرہ کی زندگی (انفرادی زندگی یا روح) اپنے منبع یعنی عالمگیر زندگی جسے آپ برہم کہیں یا خدا یا واگو رو یا راوہا سوامی یا ایشور سے بغلیکہ ہونے کے لئے جا رہی ہے۔ اس اہل قانون کی رو سے انسانی وجود تختہ ظہورات پر سے آخری قلم سے کیونکہ اس طبقہ زندگی پر خود اگا ہی مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔ انسان ہی قدرت کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز حکمت ظہورات کا مکمل قدر کرنے والا ہے۔ قدرت بھی انسان کے ذریعہ اپنی پیدا کردہ خوبصورتی کو سمجھ کر قی ہے کیونکہ یہ ایک اہل سچائی ہے کہ تماشائی کے بغیر تماشہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ معدنی۔ نباتاتی اور حیوانی زندگیوں میں خود اگا ہی نہیں پائی جاتی۔ بدیں وجہ وہ پیراز حکمت عالم ظہورات کی خوبصورتی کو نہیں جان سکتے۔

خود اگا ہی غرض انسان کی ہی خاص الخاص صفت ہے۔ اس لئے وہ جملہ اونے طبقات پر شرف رکھتا ہے۔ آنکھ کے بغیر جھلا سورج کے کیا معنی ہاں آنکھ کے ذریعے ہی سورج کی آب و تاب اور خوبصورتی معلوم و محسوس ہوتی ہے۔ انسان کے تعلق میں ہی قدرت کچھ معنی رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مہتمم شاعر نے کیسا خوبصورت مضمون موسومہ یہ ——— آتما کا گیت ”باندھا ہے۔

پتا نش میں جیون گیت بنی ——— ماما کے گر بھ میں سوئی رہی
 گھٹی آنکھ بکھر گئی تانوں میں ——— ہر تان انوکھی دنیا ہے۔
 یہ آتما جیون شکتی ہے۔ ——— سنسار کی اس سے شو بھا ہے
 کئی دھارن اس نے روپ لئے ——— آشنا کی دنیا ساکتہ لئے۔
 کہیں من کی پیاس بجھانہ سکی ——— چو لے یہ جیولا بدلا ہے

یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں یکیشی بن کر اڑنے لگی ۔ کہیں گپٹ تینگ اور سر پ بنی
 کئی لوک لبے پر لوک لبے ۔ یہ کون کہے یہ کیا کیا ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں مور بنی اور نایچ اٹھی ۔ پی "یاد میں سدھ بدھ بسیر گئی
 جی کھول کے بن میں لوگ اٹھی ۔ تو "سچ ہے اور میں مٹھیا ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 اکاش یہ بادل جھوم اٹھے ۔ کئی درشہ نظر میں جھوم اٹھے
 یہ "جھوم اٹھی بی تانور میں ۔ دنیا نے کہا "پہرہا ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں پھولوں میں مسکنے لگی ۔ من جھوروں کا تر پانے لگی
 گر بی ٹھو کر کھا کر کانٹوں پر ۔ "آنکھوں سے جیون اندھا ہے"
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں اپنے آپ کو قبول گئی ۔ "لیشور آتما" بن کر دکھی ہوئی
 پر ادھین ہوئی دیکھ سنے لگی ۔ کوئی آس نہ کوئی بھر دسہ ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں اور نہ جب آرام ملا ۔ انسان کا پیولا پین لیا
 دیکھ سکھ کا انو جھوٹے لگا ۔ تینگ آکے کہا جاگ جھوٹا ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 کہیں تن پر راکھ رہا بیٹھی ۔ دُنیا سے ہٹ کر جب بیٹھی
 کئی سس جھکا کر کہنے لگے ۔ کوئی پرش نہیں ہوا آتا ہے
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے
 اسے جیون میں سنتوش کپل ۔ سنسار میں رہ کر پرش کہاں
 کیا آگ لگا کر بافی میں ۔ آرام سے کوئی بیٹھا ہے ؟
 یہ آتما جیون شکستی ہے ۔ سنسار کی اس سے شو بھائے

اس موضوع پر ایران کے نامور صوفی مولانا روم نے بھی یوں روشنی ڈالی ہے ۔

از جمادعی مردم و نامی شدم ۔ وزنم مردم بد جیواں سدرم

ترجمہ :- میں پتھر سے مرکہ درخت ہوا اور درخت سے مرکہ جیواں بنا ۔

مردم از حیوانی و آدم شدم ۔ پس چہ ترسم کہ ز مردن کم شدم

لے پتھر
 سے نباتات

ترجمہ :- حیوان سے مراد انسان ہو۔ پس کیوں ڈروں کہ مرنے سے گھٹ جہاؤں گا؟
 حبلہ دیکر ہم از بستر - تا بر آرم از ملائک بال و پر
 ترجمہ :- پھر مرنے کا اسلئے کہ انسان سے فرشتہ بنوں۔

بار دیگر از ملک قسبان شوم - آنچہ اندر دہم نائداں شوم
 ترجمہ :- پھر مرنے سے وہ ہوں گا جو دہم کے اندر بھی نہیں آتا۔

انسانی زندگی کی روحانی اور حیوانی اجسام سے گذرتی ہوئی بالآخر انسانی جسم میں پہنچتی ہے۔ جب انفرادی زندگی (روح انسانی) پہلے پہل معدنی، نباتاتی اور حیوانی طبقات سے گذرتی ہوئی انسانی زندگی میں آتی تو اسے نامکمل خود آگاہی کی حالت، اپنی ہستی کے مقابلے میں باہر کی اتنی بڑی دنیا اور نیچر کی کڑھکتی بجلی اور دیگر زبردست طاقتوں کو دیکھ کر اپنی بے بسی اور بے کسی کا مکمل یقین ہو گیا۔ اور آگ، دریا، سمندر، سورج وغیرہ کو اپنے سے بڑی طاقتیں جان کر ان کو یوجنا شروع کر دیا۔ اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے اور گناہوں کو بخشانے کے لئے وہ ان کے آگے سجدے کرنے لگ پڑی۔ رفتہ رفتہ گروہوں کے مختلف دیوتا بن گئے۔ اور اپنے اپنے دیوتاؤں کو خاص خاص ناموں سے پکارتے لگے۔ ایک گروہ دوسرے گروہوں کے دیوتاؤں پر مکملہ حدیسی، تعصب اور ملامت کرنے لگا۔ اپنے جماعتی دیوتا کی شان کے بیان سے دوسرے جماعتی گروہ کے دیوتا کی توہین سے حبلہ کرنے لگا۔ بہت عرصہ اس طرح اپنے اپنے دیوتا کے تعلق میں عقائد یا رسوم پر باہمی قتل و غارت ہوتی رہی۔ اگر پڑانے سے پڑانے لڑ پھر کو دیکھا جائے تو وہ اس قسم کے دیوتاؤں کی کہانیوں اور کھتاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ آہستہ آہستہ لوگ دیوتاؤں کے تعلق میں ہونے والے جھگڑوں اور فسادوں سے تنگ آ گئے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس اصول کے مطابق بالآخر انہوں نے انیک دیوتاؤں سے پلہ چھڑا کر ایک خدا کے واحد کو جنم دیا۔ یعنی بہت سے دیوتاؤں کی پوجا چھوڑ کر ایک شخص قادر مطلق خدا کی پوجا شروع کر دی۔ انہیں دنیا کے انتظام ترتیب اور باقاعدگی کو دیکھ کر یہ خیال آیا کہ جہاں کو پیدا کرنے والی بہت سی طاقتیں نہیں ہیں محض ایک ہی شکتی ہے جو اس نظام عالم کو پیدا کر کے اس کا ترتیب اور بات عدلی سے انتظام کرتی ہے۔

اس خدا کے مطلقہ کی عظمت، شان، بڑائی اور طاقت کے مقابلے میں اپنی کمزوری، بے بسی اور چھوٹائی کو دیکھ کر انسانوں میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے کی مشق کا رواج ہو گیا۔ یعنی اپنی دلی مُرادوں اور خطروں سے بچنے کے لئے اس ہستی، برتر کے آگے سجدے شروع ہو گئے۔ ہر قوم نے خدا کو اپنا ہی سمجھا۔ اور اسے خاص نام سے پکارتے ہیں دلی تسلی پائی۔ اپنے سے غیر قوموں کو اپنا اور اپنے خدا کا جانی دشمن سمجھا۔ اپنے خدا کی حمایت میں آپس میں لڑ کر خون کی ندیاں بہانے لگے۔ اور اس طرح جد اجدا مذہب کی بنیادیں پڑ گئیں۔ دیکھیں موجودہ وقت میں ہر ایک مذہبی جماعت دوسری مذہبی جماعت سے مخالف ہے۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ مالک کل نے ان کے لئے مخصوص قانون مرتب کر کے کسی خاص ایچی کے ذریعے بھیجے ہیں۔ یہ لوگ اس خاص قانون کا نفاذ اپنے لئے ہی جائز قرار نہیں دیتے بلکہ دوسرے لوگوں میں نافذ کرنے کو اپنا پریم دھرم اور فرض اولین خیال کرتے ہیں۔ اپنے قانون کو دوسروں پر مکرو فریب اور جعل سازی سے نافذ کرنے میں ہی بس نہیں کیا جاتا۔ بعض اوقات تو کفر کو مٹانے

کے لئے جبراً اتوار سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے قانون کو غیر صحیح اور نا مکمل خیال کرتی ہے اور یہاں لطف کی بات یہ ہے کہ ہر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ اس کا قانون انہ پیش گاہ مالک کل سے نافذ ہوا ہے۔ مالک کل کے من مانے تصورات کے آگے سر جھکانے کو خدشتہ اسکا خیال کیا جاتا ہے نیکی بدی۔ دوست دشمن۔ جھوٹ سچ کی بالکل ہی تمیز نہیں رہی۔ ہر ایک یکساں تصور کی جارہی ہے۔ ہر طرف اخوت نہ ہونے کے باعث بے امنی کا دور دورہ ہے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کا جانی دشمن بنا ہوا ہے حقیقی ذات کا قانون تو ہر فرد و بشر اور چرند پرند پر حاوی ہے۔ اور جو قسم کی ضروریات کو پورا کرنے میں مکمل ہے۔ اور ہر ایک قسم کے نقص اور ترسیم سے بالاتر ہوتا ہوا ہر ایک کا معاون و مددگار ہے۔ جس کو کسی کے ساتھ عداوت منظور نہیں ایسی ذات اور اس کے حامیے کل قانون کے ساتھ ہم مذہبی دیوانگی کی صورت میں وحقیقت بغاوت کہہ سکتے ہیں۔ اور آئندہ روپ کائنات کو دوزخ بنا رہے ہیں۔

دماغی ترقی نے اس کے بعد کئی ایک منازل طے کئے۔ ترقی اور نشو و نما یافتہ خیال اور احساس کی وسیع وادیوں سے گذرنا ہوا انسان علم کی بلند چوٹی پر پہنچا جہاں اسے معلوم ہوا کہ شخصی یا ذاتی خدا یا الیثور سب دیوانی محیط کل حاضر ناظر نہیں ہو سکتا ہے۔ محض ایک الیثور یا ذات ہی کائنات کی شکل و صورت میں اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ اس کے سوا نہ کچھ تھا نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ اور جو کچھ بھی ظہور پذیر ہے وہ نفس الامر الیثور کی وشو مورتی کے سوا اور کچھ نہیں یعنی اس کے باہر کچھ بھی نہیں۔ سب کثیف و لطیف ظہور اس کے اندر ہے۔ سورج اچاند تارے زمین آسمان جو بھی انسانی جسم کے نزدیک دور معلوم و محسوس ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سب الیثور کے اندر ہیں باہر کچھ نہیں ہے۔ ہر شے اور ہر واقعہ الیثور کے اندر اس طرح سے ہی دائم موجود ہے۔ جیسے بیج کے اندر درخت اس سلسلہ میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تجھے کیا تلاش ہے بے خبر کہ خدا کہاں ہے کہاں نہیں - وہ ہر اک شے میں ہے جلوہ گر کوئی جا نہیں کہ جہاں نہیں
وہی آنکھ میں تیری نور ہے وہی دل میں تیرا نور ہے - وہی پاس ہے وہی دور ہے کہوں کس طرح کہ عیاں نہیں
وہی شکل ہے وہی اسم ہے وہی نوع ہے وہی قسم ہے - وہی جان ہے وہی جسم ہے یہ ہے راز وہ کہ نہاں نہیں
کبھی کہنا اس کو نہ لامکاں کہ نہ زمین و بر آسماں ! - وہی ہے عیاں وہی ہے نہاں کہاں اس کیس کا مکان نہیں
وہی ہے مکاں وہی ہے کلیں وہی ہے زماں وہی ہے زمیں - یہ غلا نہیں یہ ملا نہیں یہ زمین نہیں یہ زماں نہیں
وہی شمس ہے وہی ہے قمر وہی اختر و مین ہے جلوہ گر - وہی ہے فلک وہی بحر و بر تیری آنکھ ہے تو کہاں نہیں
وہی ہے مکاں میں بسا ہوا وہی ہے زماں میں رہا ہوا - وہی علتوں میں بھرا ہوا ہے کون یہ کہ یہاں نہیں
وہ ہر اک نشاں میں ہے نشاں وہ ہر اک مکاں میں ہے مکاں - نہ وہ لامکاں نہ وہ بے نشاں کہاں سکنا نام و نشاں نہیں

وہی راس و پیپ وہی پیش و پس وہی جز و وہی کل ہے

اسے دیکھتا ہوں میں ہر نفس لے ہر تاب بیاں نہیں۔

حضرت انسان کی اس علم کی بلند چوٹی پر چڑھنے کی دیر تھی کہ اسے صاف صاف طور پر اس الیثور کے ساتھ اپنی اکیتا کا احساس ہونے لگا جس کے سوا دوسری ہستی ہی نہیں اور جس کے اندر اور جس کی طرف ہر شے اور ہر واقعہ ہے اور اپنے آپ کو ایک اور مخلوق جاننے کی بجائے الیثور یا خالق کا جز کہنے لگا۔ اپنے اندر باہر الیثور کی اٹھ

حکمت اور عالمگیر اداسے کا لہجہ دیکھتے پر اسکی پوجا اور پرستش کل موجودات کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی کے روپ میں بدل گئے۔

ایشور کے متعلق الگ الگ خیالات انسانی دل و دماغ کی ترقی کی الگ الگ صورتیں ہیں۔ ہر فرد و بشر کا ایشور اُس کے ذاتی تجربہ کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

مختلف قوموں کی پرانی ہسٹری کو پڑھکر اس بات کے متعلق نفرت پیدا ہونا کہ پرانی قوموں کے دیوی دیوتا کیسے کیسے خراب اور بُرے کام کیا کرتے تھے۔ گویا غلط فہمی کا شکار ہو کر معرفت میں اور پہلا ضرورت اپنے دل و دماغ کو پریشانی کرنے کے مترادف ہے۔ یہ انسانی زندگی کی اوائل عمر کے خیالات تھے۔ اور اس قسم کے تجربات سے گزرنا لازمی اور ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں شری سوامی دو یگانہ نہ کیا خوب کہا ہے۔

”میں بتا چکا ہوں کہ دیوتاؤں کا خیال کس طرح پیدا ہوا۔ دیوتا شروع میں طاقت و وجود تھے اور بس۔ یونانی یہودی۔ پارسی وغیرہ چاہے جن قوم کی پرانی مذہبی کتب کو پڑھکر اکثر آدمیوں کو نفرت پیدا ہوا کرتی ہے کہ ان اقوام کے دیوی دیوتا کیسے کیسے خراب کام کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کتابوں کو پڑھتے وقت ہمیں یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ ہم انیسویں صدی کے آدمی ہیں۔ یہ دیوی دیوتا ہزاروں برس کے ہیں۔ اور جو لوگ انہیں یوجھتے تھے انہیں ان کی خصلت میں کوئی بات نہ بُری معلوم ہوتی تھی نہ اُن کے کسی کام سے خوف آتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ خود بھی ایسے ہی تھے۔ یاد رکھو کہ یہی بات ہمیں عمر بھر سیکھتی پڑتی ہے۔ اور وہ پرہم اپنے آدرشوں کے مطابق ہی رائے لگایا کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ ہر ایک پر اس کے آدرش کے مطابق رائے زنی کرو۔ نہ کسی اور کے آدرش کے مطابق۔ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہم سے اس قسم کی غلطی اکثر مرزد ہوتی ہے۔“

”میری رائے ہے کہ اور آدمیوں سے ہمارے جو لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اُن کی وجہ یہی ہے کہ ہم اوروں کے دیوتاؤں پر اپنے دیوتاؤں۔ اوروں کے آدرشوں پر اپنے آدرشوں اور اوروں کی تحریکات پر اپنے تحریکوں کے معیار سے رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔ فرض کرو کہ میں خاص صورتوں میں ایک کام کرتا ہوں۔ اور کوئی آدمی بھی میری ہی طرح سے عمل کرے تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت پر بھی وہی تحریک حاوی ہے۔ بھول کر بھی اس بات کا خیال نہیں آتا کہ کوئی نتیجہ ایک حاصل ہو۔ مگر ہزاروں غلطیوں سے وہی ایک معلول پیدا ہوا کرتا ہے جس مراد سے میں کوئی کام کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہی کام اور شخص کسی اور مقصد سے کرے۔ پس پرانے مذاہب پر رائے لگانے میں عمومی نقطہ نگاہ کو پیش نظر رکھنا درست نہیں ہے۔ بلکہ پرانے زمانے ہی کے خیالات دل میں رکھ کر رائے زنی کرنی چاہیئے۔“

”عقیدہ وقت پریم کے بے رحم خدا کے خیال سے بہتوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ مگر کیوں؟ ہمیں کیا مجاذہ حاصل ہے کہ قدیم یہودیوں کے خدا کو آجکل کے خدا کے رسمی خیال کے ساتھ ہی یہ بھی نہ بھولو کہ ہمارے بعد جو لوگ آئیں گے۔ وہ ہمارے خیالات مذہب و خدا پر اسی طرح ہنسنا کریں گے جیسے ہم آج خیالات قدما پر ہنستے ہیں۔ بایں ہمہ خدا کے ان خیالات مختلف میں رشتہ اتفاق و اتحاد بھی پایا جاتا ہے۔ ویدانت کا کام ہے کہ اس رشتے کو کھول کر دکھائے۔ شری کرشن جی کو ان گیتا میں کہتے ہیں کہ ان خیالات میں سے ہر ایک ایک موتی کا دانہ اور میں وہ رشتہ تمہوں کو سب میں پر دیا ہوا

ہوں۔ پس آج کل کے خیالات کے مقابلے میں یہ خیالات کیسے ہی مغور بد نما۔ ہولناک۔ اور قابلِ نفرت کیوں نہ معلوم ہوں۔
ویدانت کا فرض ہے کہ جو رشتہ انہیں متحدہ کر رہا ہے وہ ثابت و قائم کو ہے۔ جب یہ قدامت کے زیورِ مصلحت میں جڑے ہوئے
ہوتے تو خود بخود معلوم ہوتے تھے۔ اور آج کل کے خیالات سے زیادہ بد نما نظر نہیں آتے تھے۔ ان جواہرات کو اس زیور سے
علیحدہ کر لو اور آج کل کے معیار سے دیکھنا شروع کرو۔ تو بیشک بد نمائی صاف عیاں ہوتی ہے۔“

(۲) درحقیقت ایثور کیا ہیں؟

بقول ایک ہما تھا ————— ”مکمل سچائی“ کا نام ایثور ہے۔ جوں جوں انسان ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر
طبقات سے گذرتا جاتا ہے۔ وہ ایثور کے متعلق خاموشی اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور اس کا علم حیرت میں بدلتا جاتا ہے۔
ایثور کی ہستی کے متعلق کسی کو جھگڑا نہیں مگر اُس کے تصورات کے سلسلہ میں لوگ آپس میں دڑتے جھگڑتے ہیں
اور غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو مفت میں اور بلا ضرورت ایذا پہنچاتے ہیں۔ اگر کسی مذہبی دیوانے کو اپنے بھائی
کے بے دروقتل کے عوض چپانسی کی سزا ملتی ہے۔ تو اُس پر مختلف اقسام کے بلند مذہبی نعروں کے پھول چڑھائے جاتے ہیں۔
اس لئے کہنے والوں نے سچ کہا ہے۔

”ہمارے مذہبی عقیدے ابدی اور عالمگیر سچائیاں نہیں بلکہ ہمارے تاریک ذہنوں کی متعدی اور ملک بیماریاں ہیں۔“
دنیا میں دو ہی پدارت موجود ہیں۔ ایک عالم اور دوسرا معلوم۔ جو کچھ جانا جاتا ہے وہ معلوم ہے اور جو اس کو جاننے والا
ہے وہ عالم ہے۔ دنیا کے گذشتہ اور موجودہ اربابِ حقیقت کے نزدیک یہ سوچ کی مانند روشن سچائی ہے۔ کہ یہ کائنات ان دونوں
(عالم اور معلوم) کے ملاپ سے بنتی ہے۔ یعنی ہر چیز کے تجزیہ میں عالم اور معلوم دونوں ہی پائے جاتے ہیں۔ اگر عالم کا وجود
نہ ہو تو معلوم (دیشہ یا جگت) کے کیا معنی؟ اور اگر معلوم نہ ہو تو عالم کی ہستی کا مطلب کیا ہوگا؟

ذرا اور آگے چلنے سے معلوم ہوگا کہ شہادت کی نسبت شاہد کی ہستی معتبر ہوا کرتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شاہد ہی تو شہادت
کی سچائی کا آخری مکمل ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم کائنات کو بذریعہ حواس یا ذہن (دمن) جانتے ہیں۔ درحقیقت اُس کے جاننے
والا دائم عالم ہی ہوا کرتا ہے۔ عالم (جاننے والے) کے بغیر کائنات کی کوئی شے یا حالت جانی نہیں جاسکتی۔
کانوں کی ہستی کے بغیر بھلا آواز کا ثبوت ہی کیا؟

بقول ایک ہما پریش ————— دیکھنا۔ سننا۔ چکھنا۔ پھوننا اور سونگھنا وہ حالتیں ہیں جو کسی طاقت کے اثر سے ہمارے حواس
(گیان اندریاں) سے اس طرح ظاہر ہوتی ہیں جس طرح کہ راگ ہارمونیم باجے کے اثر سے بجانے والی طاقت یا ہستی سے پیدا
ہوتا ہے۔ باجے سے نکلنے یا پیدا ہونے والے جملہ راگ باجے سے باہر ہستی نہیں رکھ سکتے۔ ہمیشہ کسی طاقت کے اثر و آلنے
سے ہمارے علم میں جو شکلیں۔ آوازیں۔ بوئیں۔ ذائقے اور لمس ہمارے علم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اندریوں (حواس)
سے کوئی الگ تھلک ہستی نہیں رکھ سکتے۔ بدیں وجہ یہ سوچنا کہ کبھی کوئی صورت تو ہوتی مگر دیکھنے والی آنکھ نہ ہوتی۔ یہ کائنات
تو موجود ہوتی مگر کوئی جاننے والی ہستی نہ ہوتی۔ بالکل بے معنی ہے۔ بالفاظ دیگر جگت کی ہر شے یا حالت کی موجودگی عالم (جاننے
اور سمجھنے والی ہستی) کی حقیقت کو قطعی طور پر ثابت کر رہی ہے۔

جب یہ امر تجویزی سمجھ لیا کہ حضرت انسان کا انفرادی مہرب عالم ہے اور اس کو معلوم و محسوس مہرب الہی حاکم و تشکیل

آوازیں، بوئیں، ذائقے اور لمس) معلوم ہے، تو اب مزید غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چونکہ اس کا علم محدود ہے۔ لہٰذا محدود نہیں
سطحی ہے، عینک نہیں یعنی وہ سمجھتا ہے کہ اس کا علم نہیں ہے۔ بجلی اور روشنی، مقناطیس وغیرہ کے اندر رُوئی قوانین ابھی تک سائنس ایک
حد تک معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکی ہے۔ انسانی بناوٹ کے بیرونی اور اندر رُوئی افعال کے متعلق صحیح صحیح راز ابھی بتلانے
میں قاصر ہے۔ وہ کبھی بھی برہانہ نہ دے سکتا ہے۔

جس طاقت یا ہستی کے ہاتھ میں کل کائنات کا راز موجود ہے اس کا بیٹھا نام الیشور یا پرامنا یا جگوان (پریم ورشٹا) ہے
جو عالم (روح انسانی) اور معلوم (درخشید یا جگت) کے دونوں پہلوؤں پر پوری پوری ہے اور اُن کی بنیادی ہستی ہے۔ جس میں
یہ دونوں (عالم و معلوم) ایسے متحدہ ہیں کہ ایک دوسرے سے بالکل جدا نہیں ہو سکتے۔ اس بنیادی حقیقت کے سہارے اور پرکاش
میں عالم کا جانا اور معلوم کا جانا ناممکن ہوتا ہے۔ وہ ہر عالم (روح انسانی) کے اندر مکمل یا کثرتاً طور پر موجود ہے۔ جملہ کائنات
کے اندر رُوئی راز اس ہستی، مطلق کے ہاتھ ہونے کی وجہ سے اپنشدوں کی بولی میں اُسے انتر یاجی کہا جاتا ہے۔

اب یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ عالم یا انسان کی رُوح کا گیان کیوں سطحی ہے؟ اس کا صاف صاف جواب یہ ہے کہ ایک ہی گیان
مروپ الیشور موجود ہے اور اس میں کائنات کی نمود بالکل نقشہ خواب کی مانند ہے۔ خواب میں کی مانند حقیقی جیو یا الیشور یا
چشم بنیا (پریم ورشٹا) ایک ہی ہے۔ باقی انفرادی رُوحیں یا جیو سب خواب کے جیوؤں کی مانند جیو ابھاس (نمودی یا خیالی)
ہیں۔ بالفاظ دیگر جیسے خواب میں کائنات خواب میں بے شمار جیوؤں کی جہنا کہتا ہے جو جسم کے لحاظ سے الگ الگ ہوتے
ہیں۔ ایسے ہی عالم جاگرت یا بیداری میں چشم بنیا یا حقیقی ورشٹا محض ایک ہی ہے۔ اور وہی حقیقی جیو یا الیشور ہے۔ باقی
سب خواب کے جیوؤں کی مانند جیو ابھاس (نمودی یا خیالی) ہیں۔ اور زیادہ صفائی سے یوں سمجھیں کہ جیو یا انسانی رُوح نویر
مطلق وکل یا الیشور کا عکس ہے۔ یا آفتاب معنوی کی گویا ایک کرن ہے۔

زہے خورشید جاں افزا کہ چون تابش شود پیدا

ہزاروں نفس انسانی برویشند از گل تیسرہ

(شمس تبریزی)

اور بھی زیادہ صفائی سے یوں سمجھیں کہ الیشور تو ایک بحرِ فضا ہے۔ اور اُس کے اندر لاناہتر جیو یا انفرادی رُوحیں
قطروں کی مانند موجود ہیں۔ یا الیشور تو ایک سورج ہے۔ اور بے شمار جیو اسکی کرنیں ہیں۔

زیادہ کیا کہیں۔ انسانی رُوح یا جیو الیشور کا عکس ہے۔ یہ نہ بالکل الیشور نہ الیشور سے علیحدہ ہے۔ جس انسانی دل و دماغ
میں یہ منعکس ہوتا ہے اُس کی ہی حقیقی بناوٹ کے سمجھنے میں عاجز ہے۔ دُنیا کے تمام لوگ خواب تک پیدا ہو چکے ہیں
یا آئینہ پیدا ہوں گے محض ٹھوڑے یا جگت کا جزوی اور سطحی علم ہی رکھ سکیں گے۔ اور جب تک انسان بطور انسان کے
زندہ ہے ایسا ہی رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیو بہ نسبت مرتبہ الیشور تشریل میں ہے اس لئے اُس کا گیان یا علم سطحی ہے اور
دائم ایسا ہی رہے گا۔

(۳) — الیشور کا رُوپ اور سروپ

جس طرح دُنیا کی ہر ایک شے یا حالت کے علم میں عالم (ورشٹا) کا گیان موجود ہوتا ہے۔ بعینہ ہر عالم کے علم میں الیشور
(پریم ورشٹا) کا علم دائم موجود رہتا ہے۔ کائنات میں جتنی بھی شکلیں یا صورتیں ہیں وہ سب کے سب اس الیشور یا پریم

درشتی کی جھلکیں ہیں۔ اُس نے اپنے پرکاش (طاقت یا چہرہ) کا یا شان یا مایا کے ذریعے سارے رُوپوں کو دھارن کیا ہوا ہے۔ اُس کے سوا تو کچھ اور موجود ہی نہیں۔ وہی ساری دنیا کی پناہ گاہ ہے اور وہی جیو کے رُوپ میں ہر ایک وجود کی شکل میں دراصل موجود ہے۔ اس جگہ کا اس کے سوا اور کوئی بھی کارن (باعث) نہیں۔ کائنات کے انیک رُوپوں میں وہی درشن لے رہے ہیں۔

ایشور سارے جگت کو اپنے آپ سے پیدا کرتے اپنے آپ میں قائم رکھتے اور پھر اپنے آپ میں سمیٹتے ہوئے بھی خواب ہیں کی مانند خود جگت کی جملہ تبدیلیوں سے پرے ہیں۔

(۴)۔ ایشور عین محبت ہیں

بچے کے پیدا ہوتے ہی ادھر ماما کی چھاتیوں سے بچے کی ضروریات اور قوت ہاضمہ کے مناسب دودھ کا اُتر آنا۔ ادھر پیدا ہوتے ہی بچے کا دودھ کے لئے میلک ہونا ایسا حکمت، پریم اور محبت سے برہنہ زندہ تعلق حکمت کا ملہ اور محبت مطلقہ کا ہی نتیجہ ہے۔ بلبل اور بھول دونوں اپنی بناوٹ کو نہیں جانتے۔ مگر ان کے درمیان ایسی گہری مناسبت اور محبت پائی جاتی ہے۔ کہ کچھ نہ پوچھئے۔ ان کے ایسے زندہ اور پر معنی تعلق کو کونسی ہستی قائم کرتی ہے؟ کیا یہ لا انتہا محبت سے برہنہ تعلق محض ایک اتفاقی امر ہے؟ نہیں! ان کا حکمت اور محبت سے بھر تعلق قائم کرنے والی ہستی کا نام ... ایشور ہے۔

چاند، سورج، زمین، پانی، ہوا، بادل قطرہ سب کے سب ہماری بہبودی اور بہتری کے لئے اس طرح مصروف ہیں جیسے ماں کے جملہ اعضاء اپنے بچے کے نشو و نما میں برکت کی ساری کی ساری طاقتیں ہماری ضروریات کو بخوبی جانتی پہچانتی ہیں انہیں پورا کرنے کے لئے دن رات مصروف ہیں۔ ہم جانیں یا نہ جانیں۔ ہماری زندگی کا ہر واقعہ جو حقیقتہً محبت (ایشور) کی جانب سے جلو پذیر ہوتا ہے مفید اور راحت بخش ہے۔ کیونکہ کل ظہورات کا چشمہ عین محبت اور پریم ہے اُس جملہ وجود میں ایسا لا انتہا حکمت اور محبت سے برہنہ تعلق قائم کیا ہوا ہے جس سے سارا جہان ایک جاں ایک زندگی اور ایک روح معلوم دیتا ہے۔ اس عالمگیر تعلق اور انتظام سے متاثر ہو کر جگت کے ذرے ذرے کے درمیان حکمت اور محبت سے بھرا ہوا زندہ تعلق کو قائم کرنے والی ہستی کے متعلق ایک نازک خیال شاعر نے کیا خوب روشنی ڈالی ہے۔

نظر پڑا ایک پھول ننھا اُسے خوشی سے الگ اٹھا کے - یہ پوچھا میں نے کہ ناز گلشن! تجھے خدا پر بھی کچھ یقین ہے وہ بولا ناز و ادا کا پتلا خروش سے اور سرخ ہو کر ! - خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے یہ مانا میرا خمیرہ ہے پرکشش جس سے تم نے کھینچ کر - مجھے بنایا عزیز اپنا ثبوت اللہ و شاہ دیں ہے یقین میرا اٹل سمجھنا خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

صبا یہ گل کا کلام سن کر خوشی سے دوڑی مجھے پکڑنے - یہ لطف شانہ پہ ہاتھ رکھ کر گئی یہ پھر مجھ سے بات کرنے یہ مانا دہری ہے جسم میرا بسا ہے از مفرداتِ نیچر - مگر وہ رشتہ کہ جس کے دم سے ترے نفس میں مری کشش ہے سبھا رہا ہے بتا رہا ہے دکھا رہا ہے عس و حرکت - و کہتا ہے بر ملا سمجھی سے اسی پہ دل سے یقین کرنے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

صبا و گل نے صلاح دی پھر کہ گھر مناسب یہ آپ جائیں۔ زبان بکس سے چل کے سن میں ہزار فارت کی داستانیں
 نوائے بکس کا دل سے شیدا کلام سحر کا مست سامع۔ گیامیں گوشہ میں اُس چہن کے اُڑا رہی تھی جہاں وہ تانیں
 عجیب و غریب تھادہ ترانہ کہ ساز میں شور مچا ہو ویدا۔ سنار ہی تھی بسوز وقت کہ لوگ مانیں بھی یا نہ مانیں !
 یقین یہ میرا اٹل ہے لیکن خدا میں ہے خدا یہ ہیں ہے
 یہ سوز جو ساز میں ہے میرے مرے جو نقوش میں دکشتی ہے۔ نشان ہے یہ ہمارا آپس میں کوئی رشتہ بڑا قومی ہے
 نہیں تعلق کا نارنج کہ اُس کی رُو سے تو دشمنی ہے !۔ مری نوا کا عوض نقص ہے میرا یہ تن ہے سوخوردنی ہے
 مگر یہ معرفت ہے جہاں میں کہ راگ سننے سے میرا فوراً۔ دلوں میں الفت کی آگ کو تڑپ بھی ہوئی پھر نئی ہوئی ہے
 یقین آ یا اُس سے اٹل ہے میرا خدا یہ ہیں ہے خدا یہ ہیں ہے

(۵) ایشور لا محود میں۔

ایشور لا محود میرے اُس کے مقابلے میں کچھ نہیں بلکہ کائنات کی ہر شے اُس کے اندر ہے۔ وہ ہر شے کی ہستی کی ہستی
 ہے۔ ہر موش کی موش ہے۔ ہر شے اور ہر واقعہ اُس کے اندر رنگ میں روشنی، زیور میں سونے، کپڑے میں سکوت اور
 موج میں آب کی مانند اظہم موجود ہے۔ اگر اس کے سوا ایک اور ہستی خیال میں آ سکے تو وہ ایشور ہی نہ ہو گا۔ اندر باہر
 ذہنی اور مادی ظہورات میں اُسی کا ہی جلوہ ہے۔
 ایشور آپ ہی آپ ہے۔ اپنا ظہور اپنے آپ کو دکھلا رہا ہے۔ اپنے ابدی راگ کو چاروں طرف پھیلا کر آپ ہی اُس
 رہا ہے۔ اُنپند کے رشتی کے قول کے مطابق جس طرح مکھڑی کو اپنا جالا بنانے کے لئے کسی تہم کے بیرونی مصداق
 کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ویسے ہی ایشور اپنے اندر سے اپنی جیتی شکستی (وقت خیال) سے اپنی موج سے جگت کو
 لہج لیتے ہیں یعنی جگت کے منت کارن اور اپادان کارن وہ آپ ہی ہیں۔

(۶) انسان کا ایشور سے تعلق

انسان جسم کے پہلو میں ایشور کی لا انتہا وسعت میں ایک نہایت چھوٹا سا نقطہ ہوتا ہوا اُس سے کوئی انگ فصلکے
 نہیں رکھتا۔ اس کا جسم اور دل محیط کل ایشور کا ہی جسم اور دل ہے اور اُس کے دل میں ایشور کی مکمل شکستی۔ اس طرح
 پوشیدہ ہے جس طرح ایک بیج میں کہیں درخت پیدا کرنے کی قابلیت اور اہلیت۔
 انسان ایشور کو پہچاننے کے قابل ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے پس پشت ہے اور اس کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی کوئی
 حد نہیں اور اسی لگاتار ترقی میں اُس کی مہبودی اور بہتری ہے۔ انسان میں ایشور کی مانند غیر فانی حقیقت ہے۔ اور
 اُس کا بڑے سبب ثبوت یہ ہے کہ وہ ایشور کو جاننے اور پہچاننے کے قابل ہوا ہے بھلا فانی اور تغیر پذیر امرت کے معنی
 و مطالب کیا سمجھے گا۔ ؟

(۷) انسان کا آخری نشانہ

ہر ایک انسان کا آخری نشانہ پریم شانتی یا پریم آئندہ ہے۔ ہر ایک انسان کا دل گواہ ہے کہ دنیا کی کل نعمتیں موجود اور حاصل ہونے پر بھی وہ اپنے دل کی تہ میں اشنانتی محسوس کرتا ہے۔ عیش و عشرت کے پُر افراط سامانوں کے درمیان رہ کر بھی پوری ذلی نشئی اور خوشی حاصل نہ کر سکتا صاف صاف بتا رہا ہے کہ وہ ابھی اُس شے کو نہیں حاصل کر سکا جس کی خواہش اُس کے دل میں چھپی ہوئی ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اشنانتی ہی اُس پریم شانتی کے حصول کے لئے بے چین کرتی ہے جس کا دوسرا نام ایشور ہے جو حقیقی خوشی کی ابدی منبع ہے جس انسان نے اشنانتی کا دکھ محسوس نہیں۔ وہ کبھی شانتی کے چہشتہ (ایشور) کو نہیں پاسکے گا۔ حضرت مہر نے سچ کہا ہے۔

دُکھ ہے وہ چیز کہ فراقوں میں مری راحت ہے۔ دُکھ کو ہرگز نہ کہو رنج ہے اور کلفت ہے
 آنکھ کو کہتے ہیں سب نعمت غلط ہے یہ۔ دُکھ کو پیچ پوچھو تو اس سے بھی بڑی نعمت ہے
 آمرے پاس تو ہے دُکھ کہ بلائیں لے لوں۔ کیسی پیاری میری آنکھوں میں تیری صورت ہے
 جو کہ تجھے گو بہا آپ ہے وہ شخص بُرا!۔ تو تو اللہ کی واللہ بڑی رحمت ہے
 قربت حق کا تجھے تو نے ہی بخش اعزاز۔ اسی باعث سے میرے دل میں تیری عزت ہے
 دُکھ میں اے ہر کیا کرتا ہوں میں یاد خدا۔ اور پڑھتا ہوں یہ شعر اس سے بڑی رغبت ہے

عیش پیارا ہے تجھے اور مجھے سکھ پیارا

سکھ سے بھی برا حکم زیادہ تجھے دُکھ پیارا

سچے آئندہ کا امرت چکھنے کے لئے اشنانتی کا ہونا قدرتی بات ہے مگر جسمانی اور بیرونی خواہشات کے پیچھے لگ کر دائم اشنانتی رہنا اور شانتی کے مندر (ایشور) کی تلاش نہ کرنا ایک غیر معقول اور غیر قدرتی امر ہے۔

(۶) شانتی کیونکر مل سکتی ہے

سائیکالوجی کا یہ ایک ناقابل شکست اور ناقابل تردید اصول ہے — ”جیسا انسان سوچتا ہے ویسا بن جاتا ہے۔“ اس روحانی اصول کے مطابق اگر شانتی مطلوب ہے تو ادا کرنے اور جذباتی خواہشات کو چھوڑ کر شانت رستہ (ایشور) کا چلتن کیا جائے۔ یعنی تبدیلی پذیر اور عارضی چیزوں کا خیال چھوڑ کر ایشور کو ہی اپنے جملہ بھاؤں اور وچاروں کا کشمکش (نشانہ) بنائے رکھیں۔ عرصہ دراز کی مشق بہاری ہستی کو عین ممد و نباد سے لگی۔ بالفاظ دیگر انسان جس قدر ایشور کے ساتھ اپنی زندگی کے ہر ایک پہلو کی نگرانی کرتا ہے اسی قدر اُس کی زندگی روحانی نور و ممد و نباد سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

ایشور سے ممد و نباد کا تعلق دل اور ارادے کے ساتھ ہے۔ جب تک دل اور ارادہ ایشور کے ساتھ نہیں ملتا ملتی رہتا ہے یوگ سما وہ بیاں لگاتے پر بھی انسان پریم آئندہ کو پانے کا ادھکار ہی نہیں ہو سکتا یہ نہ ہو کہ دن رات بھگوت کا نام تو جپتے رہیں مگر روزانہ زندگی خود پرستی اور خود غرضی کے اصولوں پر مبنی ہو جب تک ہمارا دل اور ارادہ پورن ریتی سے ایشور کے ساتھ نہیں ملتا ہمارا پوجا پاٹ محض بیرونی ملمع کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھے گا۔

الیشور پر اپنی کا وسیلہ

جب تک پاکیزہ اور روشن عقل الیشور کی طرف بڑھنے کے لئے بطور وسیعہ استعمال نہ کی جائے گی ہم الیشور کو نہ پاسکیں گے جو سدا نشین اور شانت روپ سے ہمارے دل کے مندر میں براجمان ہیں۔ اگر پاکیزہ اور روشن عقل کو بطور وسیلہ استعمال نہ کیا جائے گا تو پھر بعض خود غرض لوگوں کی غلامی اختیار کرنی پڑے گی اور ہمارا حال سیدھے ہوئے حیوانوں سے بڑھ کر نہ ہوگا جب کوئی انسان پاکیزہ اور روشن بدھی نہ رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو خود غرض انسانوں کے حواسے کر دیتا ہے۔ تو ان کا اکتسیدہ ہوا ہو جاتا ہے۔ جو روحانیت کے نام پر جلوے مانڈے کھاتے اور دولت و عزت کو حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی نے سوچا ہے کہ کوئی نیا مذہب یا کوئی مذہبی فتنہ جاری کرنا اس قدر فائدہ مند اور منفعت بخش ہے جس قدر کہ کوئی نیک یا الیشور پس مکتبی جاری کرنا اچھین سائیں سو سائیں کی جہم و اتنا مسہ میری بلکہ ایڈی نے وفات پائی تو اُس کے پاس ۹۳/۵۰۰ روپیہ کی جائداد تھی۔

بدھی کو روشن اور اُبل کر تے کا طریقہ

بدھی کی پوتر تانا الیشور کے حصول کی پہلی اور ضروری شرط ہے۔ محض پوتر من میں ہی الیشور اپنا پرکاش کرتے ہیں۔ اسی لئے تو یورپ کے کروڑوں آدمیوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے ہمارے پریش تے کہا ہے۔

BLESSED ARE THE PURE IN HEART

FOR THEY SHALL SEE GOD. (Christ)

ترجمہ: پاکیزہ دل لوگ مبارک ہیں کیونکہ وہ الیشور کا دیدار کریں گے۔ (عیسے)

جیسے آئینہ کا رنگ دُور مہونے کی دیر ہوتی ہے کہ اُس میں آفتاب اپنے آپ ہی روشنی دینے لگتا ہے۔ ایسے ہی بدھی کے پوتر ہوتے ہی الیشور اسیں اپنا پرکاش کرتے ہیں۔

بدھی یا من کی پوتر تانا مسجدوں، مندروں، ٹھاکر دواروں اور دھرم سناؤں میں محض روزانہ یا ہفتہ واری یا ماہواری حاضری لگوانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی خاص خاص مذہبی عقیدوں اور مسلکوں میں ایمان لانے یا دھرم کے مختلف آؤ بھر رچنے سے۔ جب تک ہم ان مذہبی اور رسمی دھوکوں میں پھنسے رہیں گے حقیقی پوتر تانا کا حصول ناممکنات سے ہے۔ بدھی کی پوتر تانا اپنے خیالات کا امتحان کرتے رہنے، برے کاموں کو محض برے ہوئی کی وجہ سے کرنا نہ چاہنا اور کو چھوڑنے، اپنی اندرونی صفائی کی طرف متوجہ رہنے اور اعلیٰ الہیاتی کرنے اور اپنے حواسوں پر پورا پورا قابو رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے جوئی جوئی انسان ان روحانی عملیات پر سختی سے پابند ہوتا جاتا ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ تر درجات کی پاکیزگی کو حاصل کرتا جاتا ہے جس طرح آفتاب کا طلوع و غروب ایک اُٹل امر ہے اسی طرح یہ عین یقینی بات ہے کہ جس پاکیزگی کے نہایت لطیف ہو جانے پر انسان اپنا لمپ آپ ہو جاتا ہے۔ اور اُسے کسی درمیانی شیعہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی وہ اپنا الیشور اور گورو آپ ہی ہو جاتا ہے۔ اور اس کو مطلوبہ رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ اور اُسے کسی قسم کی سند انسانی یا کتابی کے تلاش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں رہتی۔ اگر کسی پیر جو فی امداد (گورو یا واقعہ یا کتاب

کی ضرورت ہے تو شخص بدھی کو روشن اور اجل کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔ جب بدھی پورن طور پر روشن اور اجل ہو جاتی ہے تو پھر جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے انسان اپنا گورو آپ ہو جاتا ہے۔

نزل بدھی ہی انسان کا حقیقی راہ نمائے۔ اس کے بغیر انسان تاریکی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور دوسروں کی آواز پر چلا کرتا ہے۔ یعنی جس پاکیزگی کی بیداری کے بغیر انسان کو دھرم کے بے شمار مسائل کی تشریح اور رسوم کی توجیہ کے لئے علماء اور نینڈتوں کی ضرورت لاحق ہو ا کرتی ہے اور اسے مذہبی سند ماننے کے سوا اور کوئی چارہ دیکھائی نہیں دیتا۔ دھرم کی پیچیدگیوں اور مذہبی دعوؤں کی وسیع غور و خوض کرنے کے لئے ایک زندگی بعد مشکل کفایت کرتی ہے۔ اس لئے فضول باتوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے انسان کو اپنا سارا وقت روحانی عملیات کے ذریعہ جس پاکیزگی کو پیدا کرنے میں صرف کرنا چاہیئے۔

جب تک بدھی پاکیزہ اور روشن نہیں ہوتی کہیں اور کبھی بھی حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جب مہاری بدھی روشن ہو جائیگی تو اس میں صاف آئینہ میں عکس پڑنے کی مانند ایشور کی نورانی چمک پڑے گی اور ساتھ ہی قلب کی گرہ کٹ جائے گی اور قہر غم فانی بن جاؤ گے۔ اور پھر نظارہ دُنیا بدل جائے گا۔

نزل اور روشن بدھی اس لئے اقدس کو سمجھنے کے قابل بنا دیتی ہے کہ ایشور کوئی زیر دست ہستی ہے اور وہ ہم سے کوئی علیحدہ ہستی نہیں۔ بالفاظ دیگر سب کچھ ہی اپنا آپ ہے۔ اور ہم کسی جنبی دُنیا میں نہیں رہتے بلکہ اپنے ہی بڑے جسم (دُنیا) میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُسی میں زندہ رہتے ہیں۔ اور آخر کو اُسی میں واپس لوٹ جاتے ہیں جو کچھ بھی معلوم ہوتا ہے اپنا آپ ہے۔ غیر نہ تھا نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

خدا کو ڈھونڈنے جاتے اگر ہم سے جدا ہوتا

خدا ہوتا اگر ہم سے نہ وہ ہرگز خدا ہوتا

اگر ہو غیر کوئی۔ اُس سے ملنا اور پچھڑنا ہو !

جو اپنی ذات ہے۔ مکان کب اُسکا ہوا ہوتا

محیط جو توکل ہے ہر جگہ ہے حاضر و ناظر

اگر افسانہ ہوتا۔ پھر تو نظروں سے چھپا ہوتا

نظر منظور اور نظر آروں میں نمایاں ہے

کہاں چل کر اُسے ڈھونڈیں کوئی کندے وہ کیا ہوتا

بقول ایک ہمایوش نزل بدھی کے ذریعہ مرکزی نظر (روحانی نظر) کے حاصل ہو جائیگر ہر طرف وحدت ہی وحدت دکھائی دیتی ہے۔ اور ہم روحانی نور و مسرور حاصل کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ہر شے ہمیں اپنے اعضاء کی مانند پیاری لگتی ہے اور کسی کی بُرائی خود کشی کے مترادف معلوم دیتی ہے۔ ہم اپنے سامنے امرت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ ہر طرف عالمگیر محبت بہتی دکھائی پڑتی ہے۔ اور یہی ہے مطلوب۔ کیونکہ

جہاں ہے وحدت وہاں سعادت وہاں ہے شوکت وہاں ہے برکت

اور عورتوں کے لئے جو خاصہ ہے اس کے لئے

ॐ

ایشور ترو !

از شریان سروا سہری سنگھ جی

मायां तु प्रकृतिं विद्यान्मायिनं तु महेश्वरम् ।
अस्यावयवभूतैस्तु व्याप्तं सर्वमिदं जगत् ॥

ارتھ :- مایا کو پرکرتی (اُپادان کارن) جاتو اور مایا والے کو ایشور ۔ اس کے نقش اس تمام جگت میں وی پکے ہیں ۔
(شعوتیا شتر اپنشد)

آتم ترو کی مانند ایشور ترو میں بھی وادیوں کا مت بھیید ہے ۔ یہ لوگ اپنی اپنی عقل کے مطابق اپنے اپنے مہتوں کو استوار کرنے کے لئے شرتیاں بھی سند میں پیش کرتے ہیں ۔ ہم ذیل میں پہلے ان کے ایک مہتوں کو دکھلاتے ہیں اور ان بعد ایشور کے شدھ سروپ کو بھی مندرجہ بالا وید منتر کی رو سے دکھلائیں گے ۔

(۱) سب سے پہلے یوگ مت والے کہتے ہیں کہ جیو کی طرح اسنگ اور گیان سروپ ایک خاص پُرش (پُرش و شیش) ایشور ہے ۔ مگر وہ کلکیش ۔ کرم ۔ پھل اور سنسکاروں سے آزاد ہے ۔ اور ان کے ہاں یہ یوگ سووتر آیا ہے ۔

केशकर्मविपाकाशयैरपरामृष्टः पुरुषविशेष ईश्वरः ॥

یعنی کلکیش ۔ کرم ۔ پھل اور سنسکاروں سے رمت پُرش و شیش ایشور ہے ۔
(الف) :- اودیا ۔ استہا ۔ راگ ۔ دولیش اور اچھینولیش ۔ یہ پانچ کلکیش کہلاتے ہیں ۔
(ب) شکل یعنی پُرن روپ ۔ کرشن یعنی پاپ روپ اور شکل کرشن یعنی پُرن پاپ مشرت روپ یہ تین فرم کرم ہوتا ہے ۔
(ج) سکھ اور دُکھ کا بھوگ یہ دو قسم کا کرم پھل ہے ۔ اور

(د) کیئے ہوئے شہجہ اور اشجہ کرم یعنی نیک اور بد اعمال کی واسنائیں سنسکار کہلاتے ہیں ۔

اب پانچ پرکار کے اودیا آدمی کلکیش کی تعریف سینے :-

(۱) اودیا :- جہل نام ہے ۔ جسے سنسکرت زبان میں اگیان کہا گیا ہے ۔

(۲) استہتا :- بخودی کو کہتے ہیں ۔ جسے بھی اصطلاحات کے اندر چرچا کر تھقی یا ادھیاس بولتے ہیں ۔

(۳) راگ اور (۴) دولیش ۔ کام اور کدودھ کی بیج اوستھا ہے اور (۵) اچھینولیش ۔ مہتوئے لغت موت کا خوف ہے

جوانادی کال سے جسم اور جسمانیات میں خودی کے سبب چلا آیا ہے۔ یوں یہ سب پانچ کلیش کہلاتے ہیں۔
 مطلب اس یوگ سوترا کا یہ ہے کہ گوجیو بھی اپنی ذات سے اسنگ ہے اور اسے بھی کلیش کرم وغیرہ کی بوٹ نہیں
 تاہم تمیز کے نہ ہونے کی وجہ سے یعنی بوجہ وہم یہ کلیش کرم پھیل اور واسٹاؤں کو اپنے اندر مان لیتا ہے اور اسی
 لئے اسے پُرنش بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ آٹھ پُریوں میں اٹھانی ہو کر پھرتا ہے۔ وہ آٹھ پُریاں یہ ہیں۔
 (۱) پانچ جھوٹ۔ (۲) پانچ گیان اندریئے۔ (۳) پانچ کرم اندریئے۔ (۴) پانچ پُرن۔ (۵) چٹشٹھے
 ائمہ کرم۔ (۶) کرم۔ (۷) کام اور (۸) اودیہ۔ مگر ایشور کو انہوں نے پُرنش و شیش یعنی خاص پُرنش بتلایا ہے
 جسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ایشور گوجیو کی مانند بذات خود اسنگ اور گیان سرُوپ تو ہے مگر کبھی بھی جیوؤں کی طرح ان
 کلیش کرم پھیل اور سنسکاروں سے متعفن نہیں ہوتا۔ جیو بوجہ وہم ان کلیشوں کو اپنا تا دکھی شکھی ہوتا
 ہے۔ مگر ایشور ان سے ہمیشہ آزاد۔ اکر تا۔ اٹھوگتا اور اسنگ خود کو جانتا ہے۔

یوگ کی طرح ساکھ بھی گوجیو کو بذات خود اسنگ اور پرکرتی کے تمام گنوں سے غیر مٹو جانتا ہے
 مگر ایشور کی ہستی میں اقتدار نہیں کرتا۔ اور اس انکار میں یکتی یہ پیش کرتا ہے کہ پُرنش اور پرکرتی کے ہوتے ایک تیر
 تہو ایشور ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے گوجیو پرکرتی ہوتا ہے اور پُرنش اسنگ ہے۔ مگر جوں ہی ان کی باہمی نزدیکی ہوتی ہے
 پرکرتی کے اندر حرکت شروع ہو جانے سے وہ اسنگ اور اکر تا اٹھوگتا پُرنش کے بھی بندھ اور موکھش کے سپرد
 کرنے میں لائق ہوتی ہے۔ لیکن یوگ اسے تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ تمام جیو بندھ میں گرفتار ہیں۔ اور ان کی
 جزا اور سزا کا دینے والا کوئی حاکم ضرور ہونا چاہیئے۔ ایشور کو نہ مان کر بندھ اور موکھش کا بیو بار بندھ ہی نہیں
 ہو سکتا۔ جیو خود ادھین اور پرنتہر ہیں۔ کیونکہ اپنے سکھ اور دکھ کے بھوک کو اپنے تائیں بھوگیں گے۔ کرم کا پھیل
 دینے والا کوئی لازمی طور پرانا پڑے گا۔ اس لئے ایسا انکار درست نہیں۔ اور اس کے علاوہ ایشور کا ماننا اُپنشدوں
 میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کھٹولی میں آتا ہے کہ ایشور کے خوف سے ہوا چلتی ہے۔ مینہ برستا ہے۔ سورج
 اور چاند چمکتے ہیں۔ موت دوڑتی پھرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس ایشور تا کی وجہ سے اسے کلیش اور کرم وغیرہ
 ستانے نہیں پاتے۔ جیو بھی اپنی اصل ذات سے گوا اسنگ تو ہیں مگر چونکہ وہم میں گرفتار ہوتے ہیں اس لئے
 اپنے سرُوپ کو نہیں پہچانتے۔ اور کلیش کرم وغیرہ کے تابع رہتے ہیں۔

یوں یوگ مت میں ایشور کے سرُوپ کو بتل کر اب نیا نئے مرت میں ایشور کے خیال کو لیتے ہیں۔

(۲) نیا ٹک کہتے ہیں کہ اسنگ ایشور کا حاکم ماننا لغو ہے۔ اس واسطے ایشور میں دوامی گیان خواہش اور
 کوشش یعنی گیان اچھا اور پر تین (کر بیا) یہ گن ماننے لازمی ہیں۔ اور ان کے ہاں یہ سوترا آتا ہے۔

नित्यज्ञान प्रयत्नेच्छा गुणवान ईश्वरः ॥

یعنی نت گیان نیت اچھا اور نیت کر بیا والا ایشور ہے۔

نیز وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے پُرنش و شیش بھی انہیں گنوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور طرح ممکن نہیں۔
 اسی لئے مٹرتی بھگتی اُسے ستیہ کام ستیہ سنکھپ بتاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو ایشور کو محض گیان سرُوپ پُرنش

یہ بھی کہنا کہ وہ سب کا حاکم ہے۔ جلالت کو چہتا ہے۔ پالن کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ دو متضاد باتیں ہیں۔ اسوا سٹے جیو کی طرح ایشور میں بھی گن ماننے ضروری ہیں۔ ہاں جیو میں گیان من کے سمبندھ سے پیدا ہوتا ہے مگر ایشور میں گیان کا گن دوامی ہے۔ اسی طرح اچھا یعنی خواہش اور کام کرنے کا میلان یا کوشش بھی دوامی ہی ہیں۔ انہیں گمنوں کی وجہ سے اسے پرسن خاص کا نام دیا جاتا ہے حقیقت میں وہ ستیہ کام ستیہ سنگاپ ہے جیسے شرتیوں میں آتا ہے۔

(۳) مگر ان کا مرت بھی کھنڈن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر نیہ گر بھی کو ایشور ماننے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایشور میں گیان کا گن دوامی مانو گے تو ہر شتی بھی دوامی مانتی پڑے گی اور کبھی بھی پرے نہ ہوگی۔ اس لئے شمشٹی شرمیر یعنی رنگ دیہ کا بھما فی جپتن ہر نیہ گر بھی ہی ایشور ہے۔ اور اس کی عظمت تفصیل کے ساتھ ہر ہدارنیک اپنشد کے اوگیتھ براہمن میں بیان ہوئی ہے۔

(۴) گو کسی حد تک ہر نیہ گر بھی کو ایشور ماننے والے درست کہتے ہیں۔ مگر ان کے مرت کا بھی وراٹ اپاسک کھنڈ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وراٹ ہی ایشور ہے۔ کیونکہ اسحقول شرمیر کے بغیر کہیں بھی سو کھشتم شرمیر دیکھا نہیں جاتا۔ اور اس کی تصدیق وید نے کی ہے جب ہر طرف اس کے ہی ہاتھ پاؤں اور سر مبتلا ہے چنانچہ اس کی سند میں یہ منتر بھی پیش کرتے ہیں۔

सहस्र शीर्षा पुरुषः सहस्रक्षः सहस्र पात । स भूमि विभवतो

धृत्वात्यतिष्ठदशाङ्गलम् ॥

ارتھ:- وہ پرسن ہزاروں سر ہزاروں چکھشو اور ہزاروں پیرو والا ہے۔ اور وہ تمام پر بخوی کو تمام طرف سے گھیر کر (نا بھی دلش سے) دس انگل اوپر استھت ہے۔

(۵) لیکن اس کا کھنڈن برہما جی کے آپاسک کرتے ہیں کہ یوں تو کیڑے مکوڑوں کو بھی ایشور تا پراپت ہوگی اور یہ جائز نہیں کہ انہیں بھی ایشور مان لیا جاوے۔ اس لئے چوٹکھے برہما کے سوائے کوئی بھی ایشور نہیں ہو سکتا۔ نیز پر جا یعنی سنتان کی کامنا والے اسے پر جا پتی نام بھی دیتے ہیں اور یہ شرتی بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ یعنی پر جا پتی نے پر جا کو پیدا کیا۔

॥ प्रजापति प्रजा असृजत ॥

(۶) مگر وشنو کہتے ہیں کہ برہما بھی ایشور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ برہما تو وشنو کی ناف سے پیدا شدہ مکمل سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے وشنو ہی ایشور ہے جو چتر بھجرا کہتا ہے۔ اور دھرم ارتھ کام اور موکھش چاروں پرسن ارتھ جپ کے لکھ میں ہیں۔ (۷) لیکن شیو یعنی شو کے آپاسک اسے بھی روکر کے شو کو ہی ایشور بتاتے ہیں اور پرمان اس کے اندر پرانوں کا دیتے ہیں کہ وشنو شو جی کے پاؤں کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا۔ اسوا سٹے ایشور شو ہے نہ کہ وشنو۔

(۸) اب گنیش کے ماننے والے کہتے ہیں کہ ترپور (ترپور کی) کے جیتنے سے پیشتر شو کو گنیش کی پوجا کرنی پڑی تھی۔ اس واسطے ایشور گنیش ہے۔ شو بھی نہیں۔

اسی طرح اور مت والے بھی اپنے اپنے مت کے دھم باطل سے وید کے منتروں اور رشیوں کے اقوال کی سند پیش کر

ہیں۔ مگر یہ سب متانت تو جہات باطل ہیں۔ اس لئے اب ایثور کے بارے میں ہم ویدانت کا مت دیتے ہیں جہاں اسکی تحقیق نہایت اعلیٰ طریق پر کی گئی ہے۔ اور جان لو کہ جو حقیقت پسند لوگ حقیقت کا نقشہ کیا چاہتے ہیں اور سند اور دلیل کے بچار کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان تمام کا ایثور کی نسبت ایک ہی اعتقاد ہوتا ہے چنانچہ اُسے اب ہم ناظرین کے لئے حاضر کرتے ہیں۔

ویدانت کی جڑ سے جو ایثور کا منتو ہے۔ اُسے ہم اوپر بالکل شروع میں شروتیا شتر اپنشد کے منتر سے بتلا آئے ہیں کہ مایا ہی جگت کا آپادان کارن ہے۔ اور مایا آپادھی والا چیتن ہی ایثور کہلاتا ہے۔ نیز اس کے ہی انش اس تمام جگت میں ویلاپکا ہیں چنانچہ اس شرتی کے مطابق ہی ایثور کے بارے میں فیصلہ کہ نامناسب ہے۔ اور ایسا ماننے سے کثیف چیزوں کے بھی ایثور ماننے میں نقص عاید نہیں ہوتا۔ اور اس کی تشریح کے لئے ہم اسے دلیل کے ساتھ ذیل میں ثابت کرتے ہیں۔

شرتی جگوتی نے ہمیں بتلایا کہ تمام کائنات کا آپادان کارن یعنی علت مادہ مایا ہے۔ اور اُس مایا کے ساتھ متصف یعنی متعلق ہونے سے مایا آپادھی والا چیتن ہی ایثور ہے۔ مگر تا وقتیکہ مایا کے منتو کو بھی نہ سمجھ لیا جاوے مایا والا یعنی مایا دی ماہیشور بھی سمجھنا فارغ از خیال ہو گا۔ اس لئے ایثور منتو کو سمجھانے کے لئے پہلے ہم مایا منتو کو کہتے ہیں۔

माया च तमो रूपा ॥

مایا کا سروپ تا پنہ پُشتہ میں اندھیرا بتلایا ہے۔ اور وہ یہ شرتی ہے۔ یعنی مایا کیا ہے۔ صرف اندھیرا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور اسے ہم خود اپنے انوہو سے ثابت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مشیتی میں ہر روز جو اندھیرا انوہو میں آتا ہے وہی مایا ہے۔ پھر شرتی آگے چل کر اُسے جڑ اور مودہ روپ بھی بتلاتی ہے۔ کہ.....

तदेतज्जडं मोहात्मकम् ॥

یعنی یہ مایا جڑ اور مودہ کہ نیوالی ہے۔ جو مکی حالت ایسی ہے جیسے گھرے کی ہوتی ہے۔ یعنی محض بے علم ہونا اور مودہ کی حالت وہ ہے جہاں عقل کام نہ دے سکے۔ یہ دونوں تعریف شرتی اور انوہو کے پہلوئے نظر سے بتلائیں۔ اب دلیل کے پہلوئے نظر سے بھی سنئے :-

دلیل یعنی کیتی ورشٹی سے مایا نہ است ہے اور نہ ست کیونکہ اگر بالکل است ہوتی تو اسے معلوم بھی نہ ہونا چاہیے تھا جیسے آدمی کے سینک کبھی بھی جہاں نہیں ہوتے مگر یہ تو سب کے انوہو میں بھی آتی ہے نیز سب کی اصل ذات آتما کو اس نے چھپا رکھا ہے۔ جو چیز است ہوتی ہے وہ کبھی کسی کو نہیں ڈھانپتی۔ مگر مایا تو صاف آورن کرتی ہے۔ علاوہ ازیں جو چیز قطعی طور پر فارغ از وجود ہوتی ہے اُس کا ناش بھی ممکن نہیں ہوا کرتا۔ جیسے بندھیا پتر کبھی نہیں مڑتا۔ مگر یہ تو صاف آتما گیان کے ہوتے ہی یوں اڑ جاتی ہے جس طرح سورج کے سامنے اندھیرا۔ اندریں حالات اسے بالکل است کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ مگر پھر یہ ست بھی نہیں۔ کیونکہ اگر ست ہوتی تو اس کا یادہ کبھی بھی نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ سچی چیز کبھی بھی مفقود نہیں ہوتی۔ مگر یہ تو صاف بادست ہوتی ہے نیز ست آتما سے جدا اس کا وجود بھی کہیں نہیں ملتا۔ اس لئے یہ ست بھی نہیں تو پھر اس کی تعریف کیونکہ کی جاوے۔ اس پر ہمارے اچار یہ اسے تین روپ میں بتلاتے ہیں۔ یا پوج ہے یا انروہی ہے یا سچی ہے۔ (۱) جگوتی شرتی اور گیانوں کے پہلوئے نظر سے سمجھیے تو مایا پوج ہے کیونکہ گیانی مایا اور مایا کے کارجوں کو انوہو نہیں کرتا صرف اپنے آپ کو گیان اور آندہ کا بے کنہ سمندر محسوس کرتا ہے ان کے لئے مایا یوں غائب ہو جاتی ہے جس طرح رسی کا سانپ جاتا رہتا ہے۔ (۲) اسی طرح سوچئے سمجھئے والے نیندوں کے

پہلے نظر کر سچے تو انہیں مایا نہ ست نظر آتی ہے۔ اور نہ است۔ اس لئے اُن کے ہاں یہ اثر در اچھی ہے۔ رسالہ گویا فی یعنی عام لوگوں کے پاس مایا سچی ہے کیونکہ انہیں جگت خواب نظر نہیں آتا۔ بلکہ سچی دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ سکھ دکھ کے بندھن میں ہمیشہ گرفتار رہتے ہیں۔ غرضیکہ اپنے اپنے زاویہ نگاہ کے مطابق اس مایا کا وجود مانا جاتا ہے۔ لیکن بذات خود یہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جیسے اندرجالی (مایاوی) کی مایا اندرجالی سے جدا یا آدمی کی شکستی آدمی سے الگ کبھی ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ اُسی طرح سچا دند پر مایا سے الگ اُس کا کوئی جدا گانہ وجود نہیں تو بھی جیسے اندرجالی کی شکستی انیک کار جوں کے روپ میں دکھائی دیتی ہے یا آدمی کی شکستی بھی بڑھتی گھٹتی اظہار پاتی ہے۔ یوں ہی یہ بھگوت مایا بھی انیک کار جوں میں متبدل ہوتی ہے۔ گو اس کا جملہ کارج فقط وہی قسم کا ہوتا ہے یا تو سوکھشتم یا استھول مگر ان سوکھشتم اور استھول کے اندر انت رجنا کے دو متار موجود ہیں۔ مہت تنو۔ اہنکار۔ پارچ تن ماترا۔ استھول بھوت۔ گیان اندریاں۔ کرم اندریاں اور انتہ کرن سے اوتام بھوت۔ جھوتک پر پنج سب اسی مایا شکستی کے واس ہیں۔ جس طرح شکستی کا گیان انت خواب کی شکستوں میں اتر آتا ہے اُسی طرح یہ مایا شکستی بھی جڑ چیتن استھول۔ سوکھشتم کارن کارج انیک شریوں کو پیدا کرتی ہے۔ مگر کیا معر کے کی بات ہے کہ جس طرح یہ خود اپنے اثر سے چیتن سے ہر وقت علی رہتی ہے اُس طرح اس کا تمام کارج بھی چیتن سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ اور چونکہ مندرجہ بالا شری نے ایشور متو کی نسبت یہ ہی فیصلہ دیا ہے کہ مایا یا آدمی والا ایشور ہے اس لئے اس مایا کے جملہ کارج کے ساتھ متعلق چیتن بھی عین ایشور ہی ہو گا۔ خیر نہیں یوں دینا مافیا تمام ایشور کا ہی شری ہے۔ ایشور کی ذات سے کچھ غیر نہیں۔ بس یہ ہے نقطہ نگاہ ویدانت جس کی رو سے ایشور سب ہے اور سب میں سب کچھ ہے۔

لیکن اوپر یوگ مت کے انوسار شروع شروع میں دکھلایا ہوا ایشور گو کلیش۔ کرم۔ پھل اور سفسکاروں سے آزاد پرشیش ہے تاہم ایک راجہ کی مانند جیو اور جملہ شری سے الگ سمجھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح راجہ اپنی سلطنت اور رعایا سے الگ ہوتا ہے اُسی طرح یوگ مت میں بتلایا ہوا ایشور بھی دینا مافیا سے جدا ہوتا ہے۔ مگر ناظرین خود فیصلہ دیں کہ کیسا اعلیٰ خیال فلسفہ ویدانت کا ہے جو کسی جڑ یا چیتن چیز سے بھی ایشور کی مہتی کا علیحدہ ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ اور فی الواقع یوں ہی ایشور ویا یک پورن اور سب میں سب کچھ تصدیق ہو سکتا ہے جیو اور جگت سے الگ ایشور کا تصور باندھنا محض اُسے ایک بادشاہ کی مانند محدود کرنا ہے جسے کوئی بھی دانا انسان پسند نہیں کرتا۔ اور اس شونتیا شترا پندش کی شری کا مطلب بھی بحر اس کے اور کچھ نہیں کیونکہ وہ اعلیٰ تہ حکم دیتی ہے کہ اس ایشور کے ہی انش اس تمام دنیا میں ویا یک ہیں۔ ناظرین جس طرح آدمی اور اُس کے عضووں کا جھید مانا نہیں جاتا کیونکہ تمام عضووں والا ہی تو آدمی ہوتا ہے۔ اُسی طرح تمام جیو ایشور کے عضووں کی مانند انش ہیں۔ اور ان تمام انشوں والا انشی ایشور کیلنا ہے تو بھی جیو جیو ایشور سے علیحدہ اپنا تصور خودی رکھتا ہے بوجہ جہل ہے چنانچہ جب ہی پردہ جہل غار پر لڑتا ہے جیو اور ایشور کے ایک ہونے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ مسد ویدانت کے مطابق جیو اور برہم کا ہی الجھید مانا جاتا ہے۔ جیو اور ایشور کہیں نہ کہاں انہیں جزو کل کے طریقے پر بیان کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جزو کبھی بھی اپنے کل سے جدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیو بھی کبھی اپنے ایشور سے الگ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ایشور کی ذات کو لا محدود کہنا ناممکن ہو گا۔ یہاں نہ صرف تمام جیو ہی ایشور کے جزو ہیں بلکہ جملہ شری

اور اُس کے اندر رہنے والی تمام اشیاء الیثور کے ہی انگ ہیں۔ اور اس کی تصدیق یوں ہوئی ہے کہ وید کے دستور کے مطابق
میں اور پرستش سوکت میں برہما سے لگا کر پھر تک سب ویراٹ الیثور کے اعضاء بتلائے گئے ہیں علاوہ ازیں برہما ایک
اینشد کے اندر الیثور کے متو کا نردین نہایت اعلیٰ طریق پر کیا گیا ہے۔ گو وہاں تو اسے کافی تشریح کے ساتھ بتلایا ہے مگر
ہم یہاں اُس کے ایک ہی منتر کو دکھاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

यः सर्वेषु भूतेषु तिष्ठन् सर्वेभ्यो भूतेभ्योऽन्तरो यं सर्वाणि भूतानि न
विदुर्ब्रह्म सर्वानि भूतानि शरीरं यः सर्वाणि भूतान्यन्तरो यमयत्येषत
आत्मान्तर्याम्यमृतः ॥

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جو سب بھوتوں کے اندر رہتا ہو تمام بھوتوں سے الگ (دلکشن) ہے۔ جسے تمام بھوت نہیں
جانتے جو کہ اکثر تمام بھوت ہیں جو تمام کو اندر سے قاعدہ پر چلاتا ہے وہ تیرا انتریا می غیر فانی ہے۔

جس طرح دھاکے کیڑے میں رہتے ہوئے کیڑے کا اُپادان کارن ہیں اُسی طرح یہ سب کا اُپادان الیثور سب میں رہتا
ہے۔ جگہ جگہ یا ادھی جھوت ہے یا ادھی اتم اور یا ادھی دیو۔ مطلب شرقی کا یہ ہے کہ جو سب چیزوں میں رہ کر سب سے
الگ ہے جس کو کوئی نہیں جانتا مگر جس کا شر یہ سب چیزیں ہیں وہی الیثور کا توت ہے اور اس کا تشریح بیان میں
الیثور کے سر دیکھنے کوئی بھی چیز جگہ نہیں رہتی۔ اب جبکہ الیثور توت کی نسبت اہل معرفت کا یہ نقطہ نگاہ ہے تب
پیش و شیش۔ ہر نیہ گرید۔ وراٹ۔ برہما۔ وشنو۔ شو۔ گنیش۔ بھیرو۔ کیش۔ راکش۔ برہمن۔ کھشتری۔ ویش۔ شودر
کائے۔ گھوڑا۔ ہرن۔ پرند۔ پیلی۔ بڑ۔ ام۔ گھاس۔ جو۔ چاول۔ پانی۔ پھر۔ برٹی۔ کاٹھ۔ تمام الیثور ہی ہوتے ہیں اور
یو جنے سے پھل بھی دیتے ہیں۔ مگر پھل میں کمی بیشی کا ہونا آپاسنا کے دلنے اور اعلیٰ ہونے پر منحصر ہے۔ مثلاً
وشتو وغیرہ کی پوجا اعلیٰ پھل کے دینے والی ہوگی اور کیش راکش بھوت پریت کی پوجا اعلیٰ پھل کے دینے
والی ہوگی۔ ٹھیک یہی امر بھگوان کرشن نے گیتا میں بھی کہا ہے۔ کہ مجھے جس طرح کوئی بھجتا ہے اُسی طرح کا
پھل پاتا ہے۔ نوافیکہ آپاسنا کا پھل یعنی پوجا کی ہوئی چیز کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مکمل اور
پورا پھل تو اُسے ہوگا جو الیثور کے توت کو جووں کا توت سمجھ کر آپاسنا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے اچار یہ کہتے ہیں کہ
پہلے الیثور کے توت کو بخوبی جان لو اور بعد اُس کی بندگی میں لگو۔

بس مختصر طور پر یہ ہے الیثور توت جس کے شدھ اور اصل سرورپ جان لینے پر کیا جیو اور کیا مشرٹی تمام الیثور نے
دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس کا جاننے والا ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔ اگرچہ ان لوگوں پر افسوس کرتا ہے جو ایسا نہیں
پہچانتے۔ مگر کسی سے جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ جانتا ہے کہ الیثور سب ہے اور سب میں سب کچھ ہے۔
ادم شری سچا اندر پر ماتنے نہ۔ ادم شرم۔

نور اللوح

خلص الشور انک کیلئے

از جناب ابو المعالی مستر اکرم جی۔ قدا خلیق لا ابانی
سشن جج کورٹ سرگودھا

ہر شے میں جلوہ گر ہے اک پاک فات پیارے
مخلوق ہے اُسی کی کل کائنات صحرا
یہ نخل پائے نگیں جو فخر بانگیاں ہیں !
نیچر کی زینتیں ہیں فیض و کرم سے اُس کے
مرا کیو واسطے ہے اک خاص حد مقرر
جبار سے کی اس لئے یہ کم کی گئی ہے شدت !
شجول کو اس طرح سے محفوظ کر رکھا ہے
اک فصل گل گذرے پانی نہیں کہ فوراً
پروردگار عالم ہے سب میں جلوہ افکن
معلول گر ہے فطرت عدت و ہی خدا ہے
ہر پھول میں شخصیں ہر برگ میں مٹریں !
پھولوں کی شوخ رنگت اور بھینتی بھینتی خوشبو
دانوں میں مثل ریزہ اشکال ہیں جو نہماں
ہے ہر قدم جو اُس کے دلشادیں وہی ہے
اوراق گل خلیق ہوں یا بوئے نسترن ہو

ساری ہے جسم و جاں میں کرتی ہے کام سائے
سفسمان جنگلوں میں جلوہ ہے اُس کا پیدا
الواک میں اُسی کے آثار خود عیاں ہیں
ترتیب سال و مہمہ بھی دستِ کرم سے اُس کے
بڑھنے نہ پائے آگے نہ اس سے وہ قدم بھر
خکی سے اُس کی مٹتی مخلوق کو نہ کلفت !
پہنچے جو تہ کو اُس کی کوئی مجال کیا ہے
پھولوں سے دوسری کے آراستہ ہے گلشن
روح و رواں اُس کی یہ جسم و جاں ہیں روشن
یکتا ہے۔ علم نزل ہے مختار دوسرا ہے
نقش و نگار قدرت مضمر نہیں مستتر ہیں۔
چشمانِ مست و میگوں جملہ میں سرِ حق ہو
اُن سے زمیں کو کرتا آباد ہے وہ دلِ نشان
معمور ہے جو اس سے آبادیں وہی ہے
شمشاد ہو وہی ہو یا سبزہ چمن ہو !

دل بستگی ہے گل سے۔ کھتی ہے اُسکو ہر اُن
ان سب کی دید و بینش یادِ تیرا میں فرماں

الاشور اظہیان

(انرا مشرکان سنت مزائن سنگھ جی مہاراج -)

یعنی الاشور کے بارے میں ایک عام فہم مضمون :

۱۔ اسے بھائیو! واستو مرد پ میں دُورنی کو دخل نہیں ہے۔ وہاں غیرت کا نام و نشان نہیں۔ نہ اتھیتی ہے نہ پیتے نہ لوگ ہے نہ پیر لوگ۔ نہ جیو ہے نہ ہی وہاں ایش۔ نہ آریہ نہ ملچہ۔ نہ مومن نہ کافر۔ نہ وہاں دوزخ ہے اور نہ بہشت۔ جرب دوسرا نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا۔ تو کون کسی کو کہے اور کیا کہے۔ اچنا پچہ شری گورو نانک نہ نکاری کہتے ہیں :-

تاکا قیمت کھی نہ جائے ۔ دُور مہر ہوئے تاسو تھی پائے

واجب الوجود کی گنتی نقص میں آ نہیں سکتی۔ جب غیر ہی نہیں تو اس کی سوجھ بوس طرح ہو۔ یہ سنسار اس پار بہم کا سوین (خواب) ہے۔ ہم سب لوگ خواب کی مخلوق ہیں۔ اور خواب کی دُنیا میں گھوم رہے ہیں۔ اس خواب سے بیدار ہوئے ہیں اُن سے جا کر پوچھو۔ وہ بھید کی بات کہیں گے۔ مگر

فکریت نانک جن جاگے سوئے گیان انجن جا کی نیتری ہوئے

وہی لوگ جاگے ہیں جن کی آنکھوں میں گیان کا انجن دیا گیا ہے۔ باقی ساری دُنیا کے لوگ گیان کی خواب میں سوئے ہوئے ہیں۔ وہ بہم ریشیوں کی اصطلاح میں نرت (داعم) مکت (ربذھن سے رہت) اشدھ (پاک) است (غیر فانی) اچت (علیم) آشد (سُرد) دیاپک (حافظہ ناطق) وغیرہ لفظوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ بیرونی آنکھوں سے وہ دیکھا نہیں جاتا۔ نہ کانوں سے سنا جاتا ہے۔ نہ ہاتھوں سے سپریش کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ من میں اُس کا چیتن ہو سکتا ہے۔ اور نہ خیال میں اُس کا تصور بندھ سکتا ہے! گور بانی میں ہم سنتے ہیں۔

رُوپ نہ رکھ نہ رنگ کچھ تڑہ گنڑ تے پر پھ بھن ۔ تشے بھجائے نانکا جس ہوئے سو پوسن ۔
نہ اُس کا کوئی رُوپ ہے۔ نہ خط و خال۔ نہ ہی کوئی اُس کا رنگ ہے۔ تینوں گنوں سے اوپر ہے۔ ایسے برہم کا گیان اُسی کو ہر تاسے جس پر وہ پرسن ہوتا ہے۔

(۲)

اگرچہ واجب الوجود ایسا ہی ہے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ تو بھی اس میں ایک وجہ ہے۔ بڑے کے چھوٹے سے بیج سے ایک بہت بڑا درخت زمین سے اُچھل کر پھیلتا ہے۔ دانا (گیانی) لوگ اس بڑے درخت کے ہر برگ و ریشہ سے

ہیں۔ یہ سنسار بھی برہم کا دکاش (سنسار) ہے۔ اور کچھ نہیں۔ بیج کو اگر برہم کہا جائے تو یہ سنسار اس کی مایا ہے۔ اگر قادر کہا جائے تو دنیا اس کی قدرت ہے۔ قدرت قادر سے الگ نہیں ہو سکتی جس طرح سورج کی روشنی بھی سورج سے الگ نہیں ہے۔ اور آگ کی حرارت آگ سے کوئی جدا نہیں ہے۔ !

(۱۳)

ہم سب قدرت کے بندے ہیں۔ یعنی قدرت کے جزو ہیں۔ قادر سے جدا ہو کر قدرت کا علم ہو نہیں سکتا۔ ہم اپنے جسم میں بھی دیکھتے ہیں کہ کسی وقت ہماری آنکھ کو اپنی شکستہ (نوائے دماغی یا جسمانی) کا علم ہوتا ہے۔ اور کسی وقت ہم مگر ہماری آنکھ تو وہی شکستہ کے طور پر یا عدم میں یکساں اور واحد ہی ہے۔ جس طرح ہوا بھی خواہ ساکن ہو یا متحرک۔ ہوا ہی ہے اس کے بغیر کچھ نہیں۔ اسی طرح سے قادر کے بغیر اور کسی شے کی ہستی کا امکان نہ ہونے سے قدرت کے طور پر اور عدم میں قادر ہی ہے۔ نزدیک اس کے اور کچھ نہیں۔ پس قادر ہی قدرت ہے۔

رستی کے سانپ دکھائی دینے میں جو راز پنہاں ہے۔ وہی برہم کے مایا روپ میں پرگھٹا ہونے میں ہے۔ یا قادر کے قدرت کی شکل میں آنے میں ہے۔ اگر بیج پھیل کر درخت کی شکل اختیار نہ کرے تو بیج کی ساری طاقتیں غیر محدود کال (وقت) کے لئے خفی رہیں گی۔ اسی طرح قادر اگر قدرت میں پھیل کر اپنا ظہور نہ کرے تو اس کا حسن و جمال علم و حکمت اور طاقت و فطرت، لطیف و سمجھور کا کس طرح منکشف ہو سکتا ہے جس طرح سمندر کی سطح پر لہریں (جل ترنگ) جھاگ (چھین) اور بلبے (بڈبڈے) اٹھتے ہیں۔ اسی طرح برہم میں ترنگن (سہ گانہ) پر کرتی کی کھنا ہوتی ہے جسے ساتوک۔ برکش (درخت) وغیرہ راجس۔ اور پچھو وغیرہ تامس ہیں۔ پریشوں میں برہماؤک ساتوک۔ دیووتے راجس اور مانس (انسان) تامس ہیں۔ مانسوں میں سچاؤک کرموں کے انوسار برہمن ساتوک۔ کھشتری راجس اور شہو و تامس ہیں۔ اگر برہماؤکوں اور دیوتاؤں کو جو چھین نظر نہیں آتے چھوڑ کر اس دنیا کے جانداروں کی تقسیم دیکھیں تو بھی توجہ (سہ گانہ) ہی ہے انسان ساتوک۔ چوہائے راجس اور کیڑے مکوڑے تامس ہیں۔ یہ تقسیم اسی طرح چلی جاتی ہے۔ مانس (جسم انسانی) میں من ساتوک۔ پران راجس اور سھول شریر تامس حصے بناتے ہیں۔ پھر آگے ہماری بدھی بھی تین قسم کی ہے۔ اس بدھی سے جو دھارنا، کرم، لگ۔ دان۔ تپ ہونے پاتے ہیں وہ بھی تین قسم کے ہوتے ہیں

(۱۴)

میرے بھائیو! برہم اور پر کرتی کے مختصر سے ذکر سے میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ برہم روپی سمندر کی سطح پر یہ سہ گانہ خلوق، لہروں، بڑوں اور جھاگ کی شکل میں نمودار ہو رہی ہے۔ دراصل ان سب کے وجود میں سوائے پانی کے اور کوئی شے نہیں۔ ہوا کی تحریک سے پانی ہی مختلف اشکال میں مختلف نام پا کر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ ذات تو پانی ہے۔ اور صفات اس کی سہ گانہ نام۔ روپ والی شکلیں یا آکار ہیں۔ ذات نحت کو برہم گیانیوں (عارفین) کی اصطلاح میں ترنگن کو برہم اور صفات کے سمیت اسے سبل برہم یا ایشور کا نام دیا جاتا ہے۔

دیکھئے! وجود انسانی پر روزانہ تین حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ جاگرت (جاگتے ہوئے کاروبار کرنا) سوپن (خواب کی دنیا دیکھنا) سکھوپیت (نعق نیند میں سو جانا) نعق نیند میں جاگرت اور سوپن کی دنیا کے نظارے مفقود ہو جاتے

راجس اور مانس یا انسان کے اندر پانی کی پانی ساتوک

ہیں۔ صرف اکیلا رُوح رہ جاتا ہے۔ من کا پھڑنا بند ہو کر بے خبری سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بیرونی دُنیا معا اپنے جسم کے غائب ہو جاتی ہے۔ پھر انسانی وجود کے اندر بھی تین قسم کی مخلوق بستیاں لگائے آباد ہو رہی ہے ہوا (پران کے کپڑے) ہوا اور پانی کے کپڑے اور فضلہ کے کپڑے۔ اسی طرح برہماند میں بھی سو رنگ۔ مدھ لوک اور پاتال بنائے گئے ہیں جن میں لطیف۔ درمیانہ قسم اور کثیف مخلوق آباد ہو رہی ہے۔

(۵)

بچھلی سطروں میں میں نے ذکر کیا ہے۔ کہ برہم واحد لا شریک۔ لا غیر ہے۔ جس طرح رُوح انسان کو روزانہ جاگرت سوپن اور سکھوپت کا تجربہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے رُوح کل (برہم) بھی اپنی برہم اچھا (پھڑنا شکتی) سے پہلے مانی مہرشی رچتا ہے جسے "انڈواک" رچنہ کہتے ہیں۔ پھر وہی پھڑنا درڑھ (پختہ) ہو کر سرگن صورت میں داخل جاتا ہے۔ اور یہ جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں ساری سرگن مہرشی ہے۔ کیا برہما دک۔ کیا دیوتے۔ کیا انسان۔ کیا جنگلات اور باغات۔ کیا سمندر اور دریا۔ کیا صحرا اور پہاڑ یہ سب پر کرنی کا کھیل ہے جس طرح بے شمار درخت مل کر ایک جنگل کہلاتا ہے اور ان گنت ریت کے ذرے ایک بڑا صحرا پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح سے انیک برہماند اُس ذات واحد میں پھرتے ہیں۔ اور ایک ایک برہماند میں ہزار ہا جیو پھرتے ہیں۔ اس بڑے بھاری آکار کو دھارن کر کے برہم ہی الیثور کا نام پاتا ہے۔ یہ مثال اسی طرح سے جس طرح وجود انسانی میں بھی رُوح پہلے غرق نیند میں ہوتا ہے۔ پھر سوپن دیکھتا ہے اور بعد جاگرت کا نظارہ کرتا ہے۔

(۶)

رُوح انسانی جاگرت۔ سوپن اور سکھوپت میں آتا ہوا۔ ترشوتیجس اور پراگیہ نام پاتا ہے۔ اسی طرح سے الیثور بھی ان اوسمھاؤں میں۔ وراٹ۔ دہرن گرجھ اور الیثور نام پاتا ہے جس طرح ایک بادشاہ دن میں کئی لباس بدل کر نکلتا ہے۔ اسی طرح سے مختلف اوسمھاؤں میں مختلف ہی نظائے دیکھتا ہوا۔ عجیب رنگوں میں کھینچتا ہوا مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ رُوح انسانی کا رُوح کل سے وہی تعلق ہے جو کہ ایک لہر کا اپنے منبع سمندر سے تعلق ہے جس طرح لہر سمندر سے جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح رُوح انسانی رُوح کل سے جدا نہیں ہو سکتی رُوح کل کا جسم اُمت برہماند ہونے سے انسانی وجود کو وراٹ سے وہی نسبت ہے۔ جو کہ ایک پتہ کو درخت سے ہو سکتی ہے۔ وراٹ سے ہماری مڑاؤ برہماند کے تمام اجسام سے ہے۔ تمام جیوؤں کے جاگرت ابھمانی و شمول کر ہی وراٹ بناتے ہیں۔ اسی طرح تیجس دہرن گرجھ اور پراگیہ و الیثور کا تعلق سمجھنا چاہیے۔

(۷)

ودوان کے سمجھنے کے لئے۔ شدھ ستوگن سہت نایا اور نایا کا ادھشٹھان (آسمان) چیتن اور اس ادھشٹھان کا جو عکس نایا میں پڑتا ہے یہ تینوں مل کر الیثور نام پاتے ہیں۔ وہ الیثور مرگیہ (سب کچھ جاننے والا) حکت کا کارن ہے۔ کارن بھی آگے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اپادان کارن۔ دوسرا اُمت کارن۔ گھڑے کا اپادان کارن مٹی ہے۔ اور اُمت کارن کُلال ہوتا ہے۔ مگر حکت کا اپادان اور اُمت کارن۔ دونوں پر کار سے الیثور ہی ہے۔ جیسے

دونوں کا رن یکساں ہی کے اندر موجود ہیں۔ اسی طرح الشیور بھی حکمت کے دونوں کارنوں کا موجب خود ہی بنتا ہے۔ یہ بھی ایک گون درشنات ہے۔ یہاں صحیح مثال سوپن (خواب) پریش کی صادق آتی ہے۔ جس طرح سوپن کی سرکشی کا اپادان اور نرت کا رن روح انسانی (جیوا آتما) کے بغیر اور کچھ نہیں۔ اسی طرح سے اس سارے پر پنچ (حکمت) کا کارن الشیور کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ چونکہ الشیور کی اپادھر یعنی علت مایا و بایک ایک ہے اور شدھ ہے۔ اسلئے الشیور بھی ایک ہے۔ سر دگیہ ہے۔ نرت علت ہے۔ انتر جامی ہے۔ نرن ادویا میں جو چیتن کا پرتی نرب (عکس) اور ادھشٹان (ذات) اور ادویا یہ تینوں مل کر جیو کہلاتے ہیں۔ چونکہ جیو کی علت ادویا پرچھن (محدود) نانا (کثیر) اور ملن (ناقص) ہے۔ اس لئے جیو بھی پرچھن (محدود) ہے۔ نانا (انیک) ہے اور اپیکہ (تھوڑا علم رکھنے والا) بندھ (گرفتار) ہے۔ دین (عاجز) ہے۔

یہ تو سب کچھ کہا گیا مگر نکتہ داں کو جاننا چاہیئے کہ درخت کا ہر ایک پتہ جب کہ درخت سے ملا ہوا ہے۔ درخت ہی ہے۔ درخت سے جدا ہو کر وہ علیحدہ ہستی کو پرچھن (محدود) پاتا ہے۔ اسی طرح غر کرنا چاہیئے۔ برہم (ذات مطلق) سے جدا ہو کر جیو اپنے آپ کو علیحدہ جان کر ان لکشنوں (صفات) کو گرہن کرتا ہے۔ ورنہ اگر سمجھے تو۔ جدائی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اسلئے ویشوا اور وراٹ کوئی حُج (مہتیاں نہیں رکھتے۔ سارے شناستر اس معمر کو حل کرنے کی خاطر پروت ہوئے ہیں۔ ان کا اور کچھ منتو نہیں ہے۔

(۸)

ناظرین! یہ نو چند الفاظ شناستریہ ادھیکار کے انوسار لکھے گئے ہیں۔ اب الشیور کے متعلق چند عام فہم پہنچ گئے ہیں۔ اب میں عرض کر دوں گا۔ کہ میرا پر تین اس بات کے لئے نہیں کہ پہلے ہم یہ بات ثابت کریں۔ کہ الشیور ہے یا نہیں۔ اور نہ ہم نے اس طرف پڑنا ہے۔ کہ الشیور کا روپ رنگ کیسا ہے؟ یا یہ کہ کس طرح اس نے سرکشی کو پیدا کیا؟ قدرت کی کتاب اور اس کتاب کے موجودہ عالم لوگوں کی فطیل جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے۔ آپکے پیش کرتا ہوں بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے اور کئی یہ کہتے ہیں کہ انسان نے شخصی خدا کو اپنی صورت پر ایجاد کیا ہے! ان دونوں کھنوں میں اتنا جھیا نہیں جتنا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ پہلے کا منشا یہ ہے۔ خالق ہونے کی وجہ سے خدا سب سے برتر ہے اور مخلوق میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے وجود انسانی خدا کے بہت نزدیک معلوم پڑتا ہے۔ تمام کائنات میں انسانی جامہ سے بڑھ کر کچھ نظر نہیں آتا۔ اسلئے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا کی قدرت کی شان کا کمال انسانی وجود میں ہی ظاہر ہوا ہے۔ یعنی خدا کی پیدائش میں انسانی پنکا اعلیٰ ترین ہے۔ اسلئے اچا رچ کہتے ہیں کہ اگر مرگن الشیور کی کاپینا کی جادوے تو شکل اس کی انسانی وجود کی سی ہوگی۔ کیونکہ انسانی وجود کو انسانی وجود سے پہلے کچھ مانع میں آ نہیں سکتا۔ ان تھوڑے الفاظ میں یہ تشریح کی گئی ہے کہ انسان کا مرگن خدا کو انسانی شکل میں تصور کرنا یا مرگن خدا کا اپنی ہی تشبیہ پر انسانی پتے کا ڈھاننا ایک ہی بات ہے۔ اس بات پر جھگڑنا کہ حقیقی خدا سب سے زیادہ نزدیک سب کے اندر ہے اور یہ جو مرگن الشیور کا قصہ ہے بالکل فضول نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟ اسمیں کچھ لکھتا نہیں۔ یہ جھگڑا سے عارف (گیانی پرشوں) کے لئے محض مبیوہ ہیں۔

(۹)

اے بھائیو! میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو کہ خدا کو اندر بتاتے ہیں اور باہر کے یعنی (بیرونی یا شخصی) خدا کی مذمت کرتے ہیں۔ اور دُرتے ہیں۔ اس کا نام لینے یا سُنے سے کہ تم جو کہتے ہو۔ اے انسانو! تمہارا خدا تمہارے اندر ہے۔ اب اگر تم ایٹور کے بیرونی مُرَبِّ کو ترک کرتے ہو تو تمہیں انسانی وجود کے بیرونی حصہ کو بھی ترک کرنا ہوگا۔ انسان کے بیرونی حصہ کو ترک کر دینے سے اس کے اندر وہی حصہ کا حشر کیا ہوگا؟ یہ آپ خود ہی بتلائیے۔ کہ جب بیج ہی درخت ہے اور درخت بیج کی ہی صورت ہو کر آیا ہے تو اندر باہر کا سوال کہاں رہا۔ قادرِ قدرت ہے۔ قدرت قادر کا پرکاش ہے جو شے تم وجود انسانی کے اندر بتلاتے ہو وہی اندر سے باہر کا کاش کے عمل سے ظاہر ہوئی ہے جس پتے کو یہ علم ہے کہ میں کبھی درخت سے جدا نہ ملتا ہوں نہ ہوں گا جس پر کو یہ علم ہے کہ میں کبھی سمندر سے جدا ہوں نہ ہوں۔ نہ ہوں گی وہ لہر سمندر نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی طرح سے جس انسان کو یہ گمان مکمل ہو گیا کہ میں نہ کبھی برہم سے جدا ہوتا ہوں نہ ہوں گا۔ جسے یہ چھار تھ بودھ ہوا ہے کہ میرا امتداد ہی ہے جو اگلے بھون (سمپورن برہمانڈا) کا ہے وہ خدا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس اصول کی شہادت نانک زنگاری نے دی ہے۔ "نانک برہم گیانی آپ پریشہ" نہ تو انسان نے ہی تجیل کے زور سے خدا کا پتلا بنایا ہے اور نہ خدا نے ہی کسی بیرونی مادہ سے شکل انسانی کو ساپنے میں ڈھال کر نکالا ہے یہ سب کچھ وہی ہے۔ اسی سے ہے۔ اسی میں ہے اور ہر شکل میں ہر کال میں۔ ہر شے میں۔ ہر طرح سے وہی کچھ ہے ایسا سبق برہم رشیوں نے حالہ پر جگیا سوڈوں کو پڑھایا تھا۔ اور وہی سبق برہم رشیوں نے مجھے اپنے قدموں میں جٹھا کر پڑھایا ہے۔

(۱۰)

اے بھائیو! تمہارا خدا تمہارے اندر ہے نہ باہر۔ بلکہ وہ اندر باہر دونوں سے پر ہے۔ یہاں اندر باہر کی گنجائش نہیں ہے۔ بیج میں درخت ہے اور درخت میں بیج ہے۔ اسپر دوبارہ نانک زنگاری پکار کر سُنا تے ہیں پُرکھ میں نار۔ نار میں پُرکھا بودھ برہم گیانی۔ دُشن مہر دھیان۔ دھیان مہر جانیہ۔ گورکھ اکھ کہانی یعنی قدرت میں قادر ہے اور قادر میں قدرت ہے۔ برہم میں من ہے اور من میں برہم ہے۔ یہ اکھ کہانی ہے جو گورو کے فیض و کرم سے سمجھ میں آتی ہے۔

پھر کہتے ہیں اے گیانی جنو! اندر باہر کی تمیز باطل ہے! کیونکہ وہی اندر اور وہی باہر ہے۔

"انتر باہر ایکو سوئے!"

ایسا چن نانک زنگاری نے گائے کر کے طالبانِ حق کو سُنا یا۔

(۱۱)

پورن برہم درسی پرشوں کی بانی جنہوں نے سُنی نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کا کسی انسانی وجود پر اعتقاد یا بھروسہ ہے ایسے پرستش محض لوگوں کی بنائی ہوئی مشرق و مغرب کے علوم کی دو چار کتابیں پڑھ کر خیالی آزادی کے متوالے ایٹور کے سرُوب پرویا کھیان کرتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ مگر قول اُن کا پھوٹا اور تھوٹا میغز (سار) سے خالی ہے۔ کیونکہ وہ گیانی بدھ (علم کے مردہ) یہ نہیں جانتے ہیں کہ وہ برہم (قادر) پورن ہے اور اس کی قدرت بھی

پورن ہے۔ جہاں گیانی جیو صفحہ زمین پر بیگنے ہوئے چل رہے ہیں۔ وہاں پورن گیانی جی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ مگر انہیں کو جنہیں ان کی طلب ہوتی ہے۔ دوسروں کو مرگ نہیں۔
یہ اسی خداوند کریم کی شان ہے کہ ہنس کو سبھاوک ہی مانسور کی طلب ہوا کرتی ہے۔ اور مانسور بھی بغیر ہنسوں کے پہچانے نہیں جاتے۔ کہ وہ موتیوں کے چٹھے ہیں۔!

(۱۲)

یہ ناستک لوگ کیوں اتنا غوغا مچاتے ہیں؟ یہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ خدا کو انسان نے اپنے تخیل سے کھڑا کیا ہے۔ اگر خدا کو کھڑا لینے کی طاقت انسان کو ہے تو انسان کو کس نے کھڑا کر دیا؟ پھر اگر کہو کہ انسان خدا کو کھڑا لینے کی طاقت رکھتا ہے تو بتائیے کہ وہ کیا انسان کو کھڑا نہیں سکتا؟ یہ باتیں دلیل کے سامنے نہیں بھڑکتیں۔ یہ جو کچھ سھول، سوکھشتم، کارن، چنا ہے۔ یعنی جو کچھ شبد سپرنٹ، روپ، رس، گندھ کے دشنے ہوتا ہے۔ وہی ترگن مایا برہم کی ہے۔ انہیں پیچ پاتراؤں سے سنسار بنتا ہے۔ من، پران، گیان اندریاں، کرم اندریاں، ہاڈ، مانس کا شریہ بناس پتی، کنز پت، روی (سوری) سسی (چاند) غرض کہ دھرت، پاتال، آکاش میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ بیکرتی ہے۔ اور جو اس کے پرکاش کر نیوالا ہے اسی کو تونو نیا (گیانی) جن برہم کہتے ہیں۔ وہی سب کے دھارن، پوشن کر نیوالا اور گنوں کے بھو گنے والا ہے۔ چہ۔ اچہ بھوتوں کے باہر بھیت پر پی پورن ہے۔ اگرچہ خود ان گنوں سے تبت ہے۔ مگر چونکہ یہ گن اسی میں کلیت ہوئے ہیں۔ لانچر (ادنی) ہونے کے کارن وہی چونکہ وشو روپ ہو کر بھانسا ہے۔ اسلئے چہ۔ اچہ جی وہی ہے اور جس طرح سوچ کی کرنوں میں سھت ہوا چل۔ سوکھشتم ہونے کے کارن سادھارن مشوں کو نہیں بھاستا۔ ویسے ہی سرب دیوایی پر ماتا۔ بھی سوکھشتم ہونے سے سادھارن بدھشی والے پرشوں کے جانے میں نہیں آتا۔ اسلئے ”اوگیہ“ نام سے رشی اُسے یاد کرتے ہیں۔ سرسپر پر پی پورن ہونے سے اتینت (نہایت) سمیپ (نزدیک) ہے۔ کیونکہ وہ سربا تم ہے اور گیانی لوگوں کے لئے جن کی درشی باہر کی طرف ہے وہ بہت دور بھی ہے۔ اسپر زکار ہی گورو کہتے ہیں۔

”سمجھتے غیر طے سمجھوں تے دور۔ نانک آپ الپت رہیا بھر پور“

چونکہ اسی کے سھکلپ آدھار ہو کر یہ سمپورن وشو پھر کر پرگٹ ہوتا ہے اور کال کے پرمان (اندازہ) کے مطابق پھر کر پھر لے (غائب) ہو جاتا ہے۔ اسی ”گیہ“ کو سرب بھوتوں کے پیدا کرنے والا جان کر ”برہما“ نام دیتے ہیں۔ اور بھوتوں کو دھارن پوشن کر نیوالا جان کر ”بھوت بھر تر“ (وشنو) شبد سے یاد کرتے ہیں اور سبھاوک ہی ان سرب بھوتوں کو اپنی اگم نیتی (قانون) کے انوسار مقررہ وقت کے بعد سنگھار (فنا) کر نیوالا دیکھ کر ”رور“ (شو یا ہما دیو) نام سے اُس کی استھتی کرتے ہیں۔ اے بھائیو! وہی پر ماتم دیو سرب اور (طرف) سے ہاتھ پاؤں والا۔ اور سرب اور سے غیر۔ سرب اور کھ والا اور سرب اور سے کانوں والا ہے۔ چونکہ وہی سارے سنسار میں سرب کو ویاپت کر کے سھت (قائم) ہے جس طرح نشن کے شریہ کے اندر بھی یہ عناصر خمسہ (پنچ تبت) پر پھوی آدک اس شریہ کا کارن ہونے سے ویاپت کر کے سھت ہیں۔ اسی طرح سے وہ پورن پر ماتا سرب شریوں کا مول کارن ہونے سے سارے جگت (چہ۔ اچہ) کو ویاپت کر کے سھت ہے۔

(۱۳۱)

مگر اے بھائیو! اس دشنے میں کیا کوئی کہہ کر سنائے کہ وہ پر ماتا۔ ”اچنتیہ“ اور ”اکھنتیہ“ شبدوں کو کہہ گیا ہے اس لیدے دیو کی یوگ پایا اور پچھاو کو دیکھو۔ اگر اگرچہ وہ سرب بھوتوں کے دھارن پوشن کرنیوالا بھی ہے۔ تو بھی دانتوں میں وہ بھوتوں کے اندر سخت نہیں ہے اور نہ ہی بھوت اسے لپٹا مان کرتے ہیں۔ جیسے آکاش سے اُتین ہوا متر بہر وچرنے والا۔ وائیو سدا ہی آکاش میں رہتا ہوا بھی اسے پُرش نہیں کرتا۔ اسی طرح سے اُس پر ماتا کے سنگھاپ دوارا اُتیتی والے ہونے سے سمیڈون بھوت اس پر ماتا میں سخت نہیں ہیں۔ اس میں یہ چار نیچے ہوتا ہے کہ یہ وشو صرف نام۔ روپ ماتر ہی ہے۔ ورنہ اس کے اوپر۔ نیچے۔ اندر باہر وہی برہم ہے۔ بڑا کار بہرہم میں جو آکار نے وشو بھان ہوتا ہے وہ صرف پر تیتی ماتر ہے۔ تو ہی اس پر کار پر تیت ہوتا ہے۔ اور یہی یوگ پایا ہے! لے بھائیو! نہ نکاری گورو کہتے ہیں۔

در جو دیے سو گل تو ہے لیسر یا پاسار

”اپنی پایا آپ لیساری۔ آپ لے دیکھیں ہارا۔“ نانا روپ دسر ہے بہ رنگی سمجھتے ہے نیا را۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ سرب وہی ہے۔ یہ سب لیسار اسی کاروپ ہے۔ کیونکہ سرب روپ کے نیچے اُسی کا آتما موجود ہے اس لئے وہی ایک آتما دیو سرب روپوں میں ظاہر ہوا۔ سرب ناموں کو دھارن کرتا ہے۔ سرب شبدوں کا ارتھ وہی پر ماتا ہے۔ اور سرب روپ اسی ایک کے ہیں۔ آپ ہی اس نے اپنی یوگ پایا کا کھیل لیسار ہے۔ اور وہ خود ہی اس کا ساکشی سرب ہے۔ پرے سے کہہ سکتا ہے۔ نانا روپ اسی نے دھارن کئے ہیں۔ سرب رنگوں میں وہی ایک رنگی ہے۔ سرب کے اندر باہر اور سب سے علیحدہ۔ اسچرچ روپ ہے۔ اسچرچ اس کا کہنا۔ سننا۔ دیکھنا ہے۔ اس پر گور بانی میں آتا ہے۔

”وسماو نیرے وسماو دور۔ وسماو دیکھے حاضر حضور“

یعنی اس پر نام دیو کا نزدیک اور دور ہونا اور ساکشی ہونا۔ یہ سب کچھ اسچرچ روپ ہے۔

”سرب رنگ اک رنگ ماتہ۔“ ایک روپ ایک دشن کین روپ انیک

کھیل کھیل۔ کھیل کھیل۔ انت کو پھر ایک۔ سرب پالک۔ سرب گالک۔ سرب کوپن کال۔ جہتر متھر۔ برا جہی۔ اوو بھوت روپ۔ رسال۔“

وہ دیو سرب کو پیدا کرنیوالا۔ سرب کی پرورش کرنیوالا۔ سرب کے ناش کرنے والا پریشور جہاں کہاں پر کا شمان ہے۔ وہ نزدیک (پاک) مردپ اندھے سرب کا آتما ہو کر راجان ہے۔

(۱۳۲)

پایا یا پر کرتی کا پر کا شک۔ پر پرک۔ یہ برہم دراصل خواہ سرب یہ دھاری بھی کیوں نہ نظر آئے۔ سرب سے پرے ہی ہے جب یہ ساکشی ہوتا ہے تو اسے ”اپ ورشٹا“ کہتے ہیں اور جب پختہ سمتی دینے والا ہوتا ہے تو یہی ”انورشتا“ ہوتا ہے یہی دیو بھوت براتوں کا دھارن پوشن کرنیوالا ہونے سے ”بھرتا“ اور جیو آتما روپ سے ”بھوکتا“ اور برہما کوں کا بھی سوامی

ہونے سے جہاں ایشیور یا "ہیشور" کہہ کر بولا جاتا ہے۔ لیکن یہ نام تو اس کے پرکرتی سے مل کر ہوتے ہیں۔ واسٹوٹروپ اس کا شدھ "سچا نند گھن" (مستی مطلق۔ سرور مطلق۔ علم مطلق) ہے۔ یہ جیو کا جیو۔ آتما کا جیو۔ آتما۔ پرامتم۔ نام سے گائیں کیا جاتا ہے۔ یہی جیوٹن کا جیو ہے اور نام بیچوں کا بیچ ہے۔ اسی لئے ہم گور بانی میں سنتے ہیں۔ "موجو جیوٹن۔ مونیو بیچ۔ ابجے۔ سمستنگ پر۔ ہے۔ پرامتم دیو! تجھے منسکار کرتے ہیں ہم کہ گور جیو کا جیو ہے اور منسا میں تمام بیچوں کا واحد بیچ ہے۔ ٹوٹناش سے بہت۔ مرب سے پرے ہے۔ تیرے سنگلیک کے ادھار ہی سمیڈون ریشو اتین ہو کر لے ہوتا ہے! تو ہی پوجنے یوگ اور تو ہی دھیان یوگ ہے۔

(۱۵)

یہ پہلے کہا گیا ہے کہ وہی برہم ہوت پرانیوں کو اُپت کر کے لے کر بنو لائے اسلئے وہی گئیہ "جاننے یوگیہ اور وہی کپانے یوگ ہے۔ جن پُرشوں نے پُتر۔ اسنری۔ دھن گروہ آدک پارہتوں میں آسکتی اور مننا کو نیاگ کر دیراگ دھارن کیا ہے اور سنسارک گئی کو دیکھ کر روگ۔ جرا۔ (بڑھاپا) جنم۔ مرن کے دکھوں پر بارم بار وچار کر کے شدھ ایکانت دیش میں بیٹھ کر اس مرتیز ویاپک۔ مرتبتی وان پریشور کا دھیان کیا ہے اور سوارتھ اور اجمان کا تیاگ کر کے ترو دھا جھاڑ کے سہت اور پریم سچکت ہو کر اس جنگوان کا چنتن کیا ہے۔ وہ اندریوں کے بھوگ خواہ وہ اس لوک کے ہوں خواہ پرلوک کے ہوں۔ بے رس جانکر برہم شروتری۔ برہم نیشٹھی گورو کی سیوانہ کپڑ ہو کر برہم گین پرستی کی خاطر کرتے ہیں۔ اور من بانی شری میں شدھی اختیار کر کے منوربتی کو نرو دھ اور ستھ میں لانے ہیں۔ اپنے جیون کو پوتر اور سچیل کرنے کو اپنی پوجا پر تقفا۔ مان بڑائی کا خیال ترک کر کے اہنسا (من۔ بانی۔ بشریر سے کسی کو دکھ نہ دینا) کا بہت دھارن کرتے اور دکھ دینے والے کو کھما کا دان دیتے اور دکھ سکھ میں سمان رہ کر رکھ شوک کو سم اہ کر سہارتے ہیں۔ وہی ایشیور کے چنے چاری ہیں۔ وہی امن جگت اور گیانی جہاتما پرست ہیں۔ اور جو لوگ ان گنوں سے خالی ہیں وہ بھٹو لے ہوئے دنجی اور اگیانی ہیں۔

(۱۶)

ایشیوری گیان کے سادھن کو کہہ کر اب دھیان کہتے ہیں۔ "برہمیشور" اور "جگتیشور" ہوتا ہوا بھی وہ برہم سربا تم ہے۔ یعنی سب کا اپنا آپ ہے۔ اپنے آپ سے مراد واسٹوٹروپ ہے۔ اس کی پچان کے لئے سربگیہ ٹینیوں نے آتم دھیان کھنن کیا ہے۔ اگرچہ وہ پرامتا اندریوں سے گم ہن نہیں کیا جاتا اور نہ ہی من سے چنتن کیا جاسکتا ہے تو جی عکس اس کا برہما کا رورتی میں دیکھا جاتا ہے۔

بہت طرح انسان اپنا چہرہ صاف شیشہ میں دیکھ سکتا ہے۔ شیشہ سے مراد یہاں بدھی ہے اور صافی سے مراد گنا سے بریت ہے۔ سب بڑا پاپ پر بند ہے۔ اس سے اتر کر پردھن اور پرتن کا گم ہن ہے اور ایرشا۔ چیل۔ کپڑ جھوٹ۔ دنجہ۔ ان سے نیچے آتے ہیں۔ جب انسان ست سنگ کے طفیل کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ مودہ۔ اہنکار کو نشٹ کر کے اپنے سر میں ست۔ شیل۔ سنو دکھ۔ دیا۔ دہرم۔ شوچ کو جگہ دینا ہے تب ہی وہ مل دوش سے بہت ہو کر "پاون ہرے" کہا جاتا ہے۔ شدھتانی گویا ہرے روپی جھوٹی کو مانی کارک جھاڑیوں سے صاف کر کے ہل جوت کر مانی جذب کرنے کے قابل بنانا ہے۔ صاف ہرے میں برہم و دیا کا مل سخن کر کے پھر اس کے اندر ایشیور کا نام۔

(۱۶) (نہاداک) روپ سنگھ رو کے پر ساد سے بویا جاتا ہے۔ اس ہرے میں (جسکی چار شکلیں چلتی تھیں) انتہ کر (ہیں) گروپی کیفیت کے چاروں طرف۔ ایشور استی۔ پرا تھنا۔ نام جپ اور متو بودھ کی باڑ اس بیج کو محفوظ رکھنے کے لئے دی جاتی ہے۔ تت پر سو کو جو صلہ سے دھیرج کو تلم رکھ کر اپنے لکش کا سیو دھیان رکھنا۔ نرمی۔ گرمی میں بان اپیان است نندا کو سم جان کر سید یو اس پر ماتم دیو کے چرنوں میں انراگ سہت پرائن رہنا ہی اس کی رکھوالی سے سپا کر مناسب حالات کے اندر مقررہ نیم کے انوکھا وہ بیج اکر نکالتا ہو اور سخت کی شکل میں پسیر جاتا ہے۔ اور آخر میں پھل کو اپنے اوپر ظاہر کرتا ہے۔

(۱۷)

پسیرنا اس برہم پرکش کا کیا ہے؟ بھومکا کا اُدے ہونا۔ بھومکا کس کو کہتے ہیں۔ استیہ سے اُپر ام ہو کر ستیہ ستو میں ورتی کا ندا کار ہو جانا۔ اے پر ماتم دیو کے بھگت جنو! بھومکا سے مراد حالت یا آو سٹھا کا ہے۔ یہ حالت رفتہ رفتہ بدلتی جاتی ہے جس طرح زہر کھا جانے والے آدمی کے خون میں زہر مل جانے سے اس کی حالت دیگر گوں ہوتی جاتی ہے۔ اور آخر کار اس کی شریک (جسمانی) موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے نام اُمرت کو صحیح طریقہ سے پی جانے والے کی حالت دن بدن تبدیل ہو کر آخر کار اس کی مانسک (نفسانی) موت واقع ہوتی ہے۔

ہوتی ہے۔ یعنی من اس کا نشط ہو جانا ہے۔ اور جیو سے برہم یعنی فانی سے باقی۔ ناشوان سے انباشتی ہوتا ہوا اُمرت سے اُمرت پد کو پراپت ہوتا ہے۔

(۱۸)

اب جیو سے برہم ہونے کے کرم کو کہتے ہیں۔ مانا کے گرجھ سے نکل کر ذرا بڑا ہو کر مانا۔ پتا۔ گورو کی سکشا سے پاپ پن کا وچار کرتا ہوا انت انت کے دو یک کو پاتا ہے۔ دکھ روپ سنسار کستی کو دیکھ کر ایشور پرائن ہوتا ہے۔ پھر پریم سے ایشور کے گنوں کا وچار کرتا ہے۔ درجنوں کی سنگت سے دور رہ کر دُر وانا (بُری کامنا) کو چھوڑتا ہے۔ دیشیش کام اور کرو دھ یعنی راگ اور دولیش سے پنج کر رہتا ہے۔ ہما تاول کی سنگت کھو جتا۔ تیر خٹے یا نرا کے ذریعہ سے بھجن کرین سمین سیوا میں تن من دھن کو لگاتا ہے۔ اکانت میں پرسن ہو کر اپنے آپ کو ایشور کے سمرپ کرتا ہے۔ اس طرح سے شبدا دی و شے پاکر وہ وکاری نہیں ہوتا۔ نرا منکا۔ استی اور دھیر دھما ماقما ہو جاتا ہے۔ ابھیاس کے بل سے آتم درس پاکر سنسار کے تمام پدارتھ بے رس معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہاں اسے سنسار سوپن کا کھیل بھاستا ہے۔ اور جیو جیو ورتی کو ٹھہرتی ہے یہ سنسار اسے سکھوت ہو جاتا ہے۔ آگے چڑھ کر اسنگ بھاؤ اس کا جاتا رہتا ہے اور آخر میں وہ برہم روپ ہوا تریا تیت پد کو پاتا ہے۔

(۱۹)

انکا ہی سرب دکھوں کا مول کہا گیا ہے۔ اننگ بھاؤ سے خلاصی پانا ہی گنت یا نربان ہونا ہے۔ نربان پرش کا نتیجہ کہتے ہیں۔ بستر روپ جگت یہ جو کچھ بھی بھاستا ہے۔ برہم ہی ہے۔ وہی نرل تو اپنی جہاں میں سچت ہو کر انکا بنگا کھلا کر۔ جسے سمندر میں ترنگ طرچ طرچ کے مدام کر اسخت ہوتے اور لے موتے میں برتنو وہ سارے

جل روپ ہی نہیں۔ جل سے الگ نہیں۔ اسی طرح بھوگتا اور بھوگ دونو برہم روپ ہیں۔ مگر بشرط سب برہم نہیں۔ ہون کر نیا والا۔ اسی ارین۔ ہون سا گوی۔ بشرط ہون کا پھل یہ سب برہم ہی ہے۔ راگ دولیش کلنا سے ریت وہ کیا دیکھتا ہے۔ اوہ شیطاں بھی برہم ہے۔ گوٹ بھی برہم پٹ بھی برہم۔ کال بھی برہم اکال بھی برہم ہے۔ مگر تا بھی برہم ہے۔ ہونے جس طرح ایک ترنگ سمندر کی سطح سے اٹھ کر خطوطی ویر پھیر کرے ہو جاتا اور دوسری جگہ پر نئی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جیو نانا آکاروں کو دھارن کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر اس طرح سے کچھ اور کا اور نہیں ہو جاتا ہے۔ سمندر جیوں کا تیوں لہروں کی نمائش کرتا ہوا اپنی جہاں میں اس بخت رہتا ہے۔

(۲۰)

لیکن جس ترنگ کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ وہ جیم (سپید الش) جیون (زندگی یا سحقتی) اور مرن (فنا) کال میں کبھی جل سے جدا نہیں ہوا کرتا۔ وہ ہر حال موت یا آزور رہتا ہے۔ کیونکہ جل کا سبھاؤ کبھی جل سے جدا نہیں ہو سکتا۔ جل خواہ سزا ہر ترنگ بن کر کھیل کرتا ہے۔ لیکن کچھ اور کا اور نہیں ہو جاتا۔ اس پر ہی گور بانی میں آیا ہے۔
”نہر سر جن دونی ایک ہیں سب بچار کچھ ناہنہ۔ جس نے اچھ ترنگ جیوں جل ہی بھیسے سمانہ“
جس بچار سے تندر سچ یہ جیو آتا اپنے میں پر م آتا کے لکشن دیکھتا ہے اور اجید پیسے کو پا کر کرتارکھ ہو کر اس دنیا میں اڈول اور مستتر پچرتا ہے اسی نقشہ کو زکار ہی کلام میں ایک منور گیت کے ذریعہ دکھایا گیا ہے۔
راگ اسما محلہ ۵

۱۔ نا اوہ مرتا نا ہم ڈریا ۔ نا اوہ بنسے نا ہم کمریا ۔
نا اوہ نر دھن نا ہم بھوکے ۔ نا اُس دوکھ نا ہم کو دُور لکھے
۲۔ نا اُس بندھن نا ہم باندھے ۔ نا اُس دھندھا نا ہم دھاندھے
نا اُس مکیل نا ہم کو میللا ۔ اُس آندہ نا ہم سد کیلا
۳۔ نا اُس سوچ نا ہم کو سوچا ۔ نا اُس لپ نا ہم کو پوچا
نا اُس بھوکھ نا ہم کو ترنا ۔ جا اوہ نرل ۔ تا ہم چننا
نانک گور کھوئے بھرم بھنگا ۔ ہم اوہ مل ہوئے اک رنگا

ترجمہ:- ۱۔ پرمانا انباشی ہے۔ اسلئے اس آتما کو موت کا ڈر نہیں۔ وہ اکال ہے۔ اسلئے آتما بھی مرتو سے رہت ہے۔ وہ نر دھ ہے۔ اسلئے آتما بھی دُکھ سے رہت ہے۔ وہ ست کام ہے۔ اسلئے آتما بھی ستیہ کام ہے۔

۲۔ وہ سد یوکت ہے اور جنجال سے آزاد ہے۔ اسلئے آتما بھی نر بندھ اور مایا جال سے آزاد ہے۔ وہ نرل اور آندہ ہے اسلئے آتما بھی پوتر اور سکھ مر دپ ہے۔

۳۔ وہ نام پھرنوں سے رہت اور تریب ہے۔ اسلئے یہ بھی سد یو مون روپ اور لے لوٹ ہے۔

نہ اُسے ترشنا ہے۔ نہ اتنا کوئی کسی شے کی خواہش ہے۔ اُسے ایسا پاک اور پورے تر جان کر ہی ہم نے اس کی طلب کی ہے
گورونامک دیو کہتے ہیں ہمارے تمام شکوک رفع ہو گئے ہیں۔ اب آتما اور پرما اتنا ایک ہی روپ لگتا آتے ہیں یعنی
بھید درشتی کا ناش ہو گیا ہے۔

(۲۱)

اے بھائیو! اس امولیدہ مانس جہم کا یہی لا بھ ہے کہ اُس پرما تکی یقیالیوگ پہچان کی جاوے۔ انسان کی تین استھلیں
(پال، جیون اور بروہ) برحقا ہی ہیں۔ اگر یہ اُس ہری کے سمرن سے خالی گذر جائیں جنہوں نے ہری سے وکھ ہو کر اپنا
جیون اکارتھ کھو دیا ہے۔ اُن کا اس بھوسا گریں آنا سچھل ہے۔ راون اور ہرن کشپ جیسے ہما جلی راجہ بھی اپنا
اپنیش پیچھے چھوڑ کر اسی عدم ہو گئے۔ اور تشری رام اور بیدھشتراؤک اپنا نام مریدا پر شوقم اور دہرم پال چھوڑ گئے
بل بڑھی۔ دھن وہی سکارتھ نہیں۔ جو ہمیں ہری سمرن میں سہا یک ہوں ورنہ یہ بھی بندھن روپ پاپ کا کارن ہی
ہیں۔ بعد وقت ہری سمرن کا موقع ہوتا ہے اُس سمے کو تو ہم وٹے بھوک میں صرف کر دیتے ہیں۔ پھر من کال میں پھنستے
اور لختہ ملتے ہیں۔ مگر گذرا ہوا وقت دوبارہ ہاتھ نہیں آتا۔ ایسا کوئی آدمی نہیں جس کی سب آرزو میں برآئیں۔
اسلئے چوٹی خواہشات کو چھوڑ کر من کو ہری کے چروں میں لگانا چاہیئے۔ یہ مانس جہم تو اسلئے ملا تھا کہ ہری جگت
سے پریم پد کی بھوجنا کی جائے۔ جس پد کا اپنیش بھگوان کرشن دیو نے ارجن کو دیا۔ اور جس کا رہیتہ تشری گورونامک
زیمکاری نے ہری گورونامک دیو کو بتایا جس پد کی پراپتی کے لئے ہمارے بزرگ رشتی اس وشال سہا پر بت کی پورے نکندوں
میں پدم آسن لگا کر یوگ دھارنا کے بل سے دسم دوا میں ورتی کا بندودھ کر کے برہم جوتی میں نروکھپ سما دھئی کے
(جو کہ دہرم کا بادل ہے) اس کو پاں کر کے افرت مے ایشیور کے چروں کا سپریش کر کے برہم لکشمی کی شو بھا کو پا کر جیون
مکت ہو کر نچرتے تھے آج اسی پد کا یہ وچار مانس ماتر کو مبارک ہو!



کون کسی کا جگت میں جگت کسی کا نہیں! - کاہے جیون کھوت ہے جھول بھرم کے ماہیں
جیون بلیا جا پ کو تو بھی کر لے جا پ - یاد کریں ایک رام نوں بھل کے اپنا آپ
اپنا آپ بھلائے کرین دوس کہ جا پ - نزل بندھا جائیں گا پاپ کٹیں گے آپ
میری میری کیوں کریں میری چیز نہ کوئے! - دینے والا رام ہے نام اور کا ہوئے!
کرتی کرتی سب کہیں کرتی کرتی نہ کوئے - کرتی کرے جو ایک پل جو چاہے سو ہوئے
رام نام سب ایک ہیں کہن من کا پھیر - ان میں کوئی بھید ہو ایسا نہیں اندھیر
کون سوامی رام کا کون رام کا واس! - سیوک سوامی ایک رس لیتے ایک سو اس
رام تناسنار کے سارے اُن کے یوت - اک بتا کے اُمہے کھیلے یوت کیوت

منی

حمد و ثنا!

از جناب حضرت حالی پانی پتی

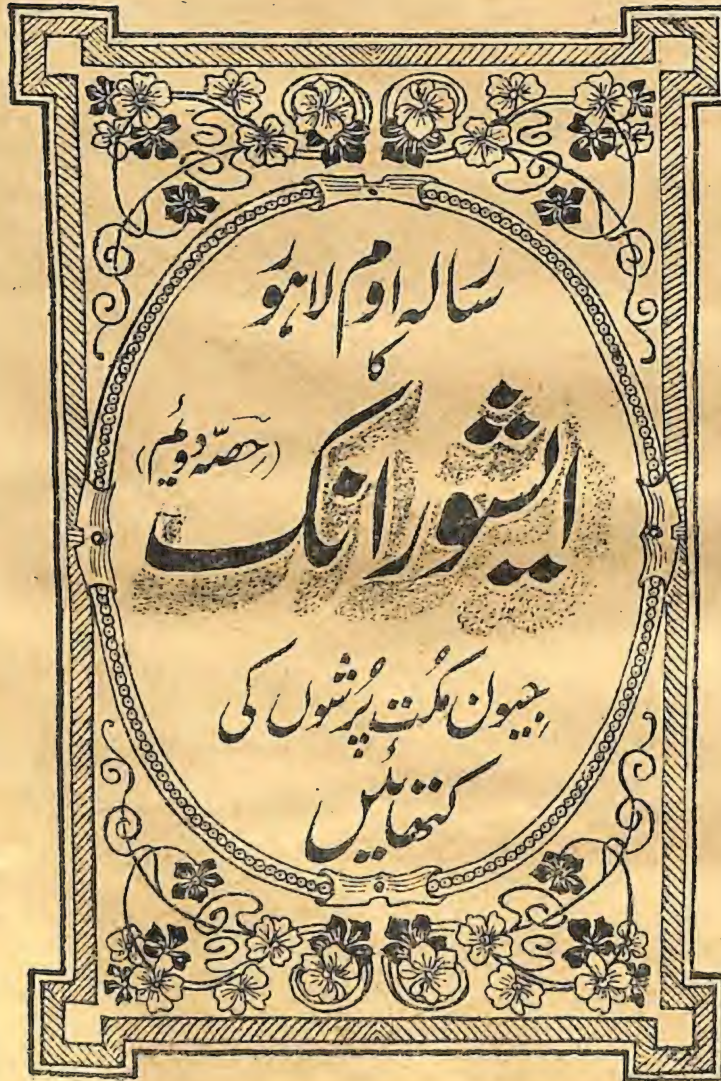
کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
 ہے عارفوں کو حیرت اور مُنکروں کو سکتہ
 کاوش میں ہے الہی دُکد میں ہے طبعی
 چھوٹے ہوئے ہیں گوجی پر دل بندھے ہوئے ہیں
 گو حکم تیرے لاکھوں پان تاتے رہے ہیں
 پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکلے کوئی
 اُن کی نظر میں شوکتِ حجتی نہیں کسی کی
 دل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھے
 ہے پورِ زل سے دل اُس کا قوی زیادہ
 ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی

باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
 ہر دل پہ چھا رہا ہے رعبِ جمال تیرا
 جو حل ہوا نہ ہو گا وہ ہے سوال تیرا
 ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
 لیکن ٹلانا ہرگز دل سے خیال تیرا
 پھیلنا ہوا ہے ہر سو عالم میں جمال تیرا
 آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا
 دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سوال تیرا
 رکھتی ہے آسرا یاں جو پیرِ زل تیرا
 یارب کبھی نہ پائے رخسارِ اندام تیرا

بیگانگی میں حالی یہ رنگِ آشنائی !

سُن سُن کے مہر دھنیں گے قال اہلِ حال تیرا چرخِ لعل گپتا بی اے موگا

مرسلہ



ایڈیٹر۔ گو رکھ ناتھ مندرہ

سرب ادھار



بہشتیہ



(از قلم شہری یوگیہراج مہاتما منگت رام جی مہاراج !)

توں کرتا کرتا رہے سب جگ مہجنہا
بار بار کروں بندھنا توں دینا ناتھ دیال
اپنی کلا کو دھار کے ریچو جگت پسار
سرب جگت کار کھیک نت ہی کرے پرتیال
چار دی جس گاونڈے گئی مٹی جن اینک
انمت موڑھا آیا پرچھ توڑے دھبیکھار
آٹھ پھر تم پریم میں منواں ہے لو لین
شیش سہنس کھ گاونڈا پل پل نام آپار
پاپ کوپ بھست کرو دیچو ست دھار
کل یک گھور آور تیا ست ہرم بھیو ناش

پل پل کیجوں بندھنا توں ساکھی پیرکھ آپار
نہ نہ مانیاں کا مان تو سرب کال رچھپال
اتک بھانت استت کوں توں دین بندھو داتا
نکھ نکھ سمن کروں گو بندھ سرب کپال
سب جگ تھرا کھیل ہے نت راکھوں می ٹیک
دیچو بھکتی وان پرچھ نت من کروں پیکار
دین دیال دیا کرو ہر پھو بدھ ملیں
مہا تیری کیا کتھوں تو آپے سرب ادھار
نت سمنوں تیرے نام کو نت چرنی سکھ دھار
گوڑ کپٹ کی سپتا سب گھٹ کیٹو پرکاش

راکھن ہر آپار توں نت ہی تیری آس !

منگت نت سرنالتی ہر دیچو بھرم کی پیاس !

کرشن کی روپدی

زر آئینہ شعرا دیوان پندید اس حب قمر مصنف کتب ہے کرشن گنگا دور قمر گورناک و رشن

شوق قمار بازی میں ہے وہ تخت و تاج پانڈوں کا یوں فنا ہوا پل میں تمام راج
ہوش و خروکیسا تھ ہی برہم ہوئے مزاج شاہوں کو دم زدن میں گدائی ملی ہے آج
پھر یہ غضب کہ داؤ پہ ہاری درویدی
جستِ ست سروپ کرشن کی پیاری روپدی

پیش نظر تھا چاروں طرف منظر الم ناکامیوں کا ٹوٹ پڑا سر پہ کوہِ غم
افتاد وہ پڑی تھی کہ اٹھتے نہ تھے قدم بہتر تھی زندگی سے انہیں منزلِ عدم
ساعت وہ آگئی جو بڑی نامراد تھی
اس وقت دل میں کرشن کنہیا کی یاد تھی

کوروں کا حکم لرزہ تھا نظم و نظام میں لاؤ پیکر کے درویدی دربارِ عام میں
کپڑے اتار دیجئے اُس کے تمام میں اب فرق کیا ہے اس میں اور ادنیٰ غلام میں
اپنے پر لے خوف سے خاموش ہو گئے
اس غم الم سے سینکڑوں بیہوش ہو گئے

اُس وقت کرشن کرشن کی آواز لب پہ تھی گویا دھرو پدی کے یہی ساز لب پہ تھی
 موبن کی یاد صورت ہم راز لب پہ تھی اُمید اُس کے نام کی دم ساز لب پہ تھی
 آجاؤ کرشن کرشن یہ کہتی ہے دھرو پتی
 کوروں کے ظلم بزم میں بہتی ہے دھرو پتی

جب دوار کایں شیا م کے در پر دغا گئی! آہ و فغاں کے ساتھ وہاں التجا گئی
 طوفان اضطراب کی صورت جفا گئی سمجھے یہ بھوکہ اہلا کی شرم و حیا گئی
 پھر ہر پردہ پوشی بڑھاتے ہیں پیر کو
 دیتے ہیں ضعف قلب نشان سے بیر کو

ساڑھی کے بعد ساڑھی کا دریا رواں ہوا کپڑوں کا ڈھیر بزم میں گنج گراں ہوا
 چہرہ عدو کا زرد گل زعفران ہوا بھگوان کرشن چارہ بے چار گراں ہوا
 اپنی بھی لاج ہے اُسی دلبر کے ہاتھ میں
 جلوہ ہے جس کے نور کا گل کائنات میں

ہرے کرشن گنگا جلد قیمت ۱۲، ۲۰ گورو نانک درشن قیمت ایک روپیہ چار آنہ (۳) دور قمر ایک روپیہ ۲ وغیرہ وغیرہ کتب
 (دفتر سالہ اوم لاہور سے مل سکتی ہیں) *



پڑو کار عالم محفوظ ہے وہی اک
 جو پای حفاظت میں ہے اچھا ہے
 پیر سے گناہ ہے وہی اک
 خطوں کا در نہیں ہے یہی اک
 لاریب قرب یہ اخلاط کی فنا ہے
 پیر کا عالم محفوظ ہے وہی اک
 محبت ہے یہی عالم کی آئے عجیب ہے
 چاہیے نور عفاں سے کیا ہے عجیب ہے
 جلوہ شہی بہ مک چید صاحب ہے

ایک طرک کے طور پر

ۛۛۛ (از قلم شرمیان رام بخش صناتونی کیل پھلور) ۛۛۛ

بالو کشو چند دسرم کوٹ کے چوٹی کے کیل گئے جاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ کی وکالت میں ہی کافی شہرت کے مالک بن گئے تھے۔ بربل سٹک ایک عالی شان کوٹھی بھی تعمیر کی۔ آدمی بار سونو خ تھے۔ ہر انتخاب میں بلا مقابلہ کیٹی کے ممبر بنتے۔ ساتوں کی ہر ایک بات غور سے سنتے۔ اور ان سے چندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ان کی بیوی دھارماک خیالات رکھنے والی دیوی تھی۔ ہر روز علی الصبح اٹھ کر انشان کرتی۔ پھر کچھ عرصہ پوجا میں مشغول رہتی۔ پتی سیوا اس کے لئے سب سے اتم فرض تھا۔ گھر میں کام کرنے کے لئے کافی نوکر تھے۔ مگر کشو چند کو کھانا وہ اپنے ہاتھ سے کھلاتی۔ اور ان کے نہانے کے لئے پانی خود بھرتی۔ ان دو کاموں میں اسے حد درجہ مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اس کا نام کشمی تھا۔ بالو کشو چند کا حلقہ احباب بہت کافی وسیع تھا۔ کشمی کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے وہ اپنے مکان پر کبھی شراب کا استعمال نہ کرتے۔ اور نہ رسوئی میں گوشت پکینے کی اجازت دیتے۔ گھر کے باہر جب کبھی کسی پارٹی میں شامل ہوتے۔ تو بار دوستوں کے اصرار پر ایک دو گھونٹ لال پری کے پی لینے میں خیال نقصان خیال نہ کرتے تھے۔ ان کے اکلوتے لڑکے مدن کی عمر تین سال کی تھی۔ مدن سنسکار کے لئے رام نومی کا دن مقرر تھا یا دوستوں نے اس تقریب کے موقع پر ایک پرتکلف دعوت کا سہارا لیا تھا۔

(۲)

بالو کشو چند یوں تو ہندو سنسکاروں کی اہمیت اور فیصلت کے قائل نہ تھے۔ مگر کشمی کا انہماک دیکھ کر وہ بھی خوشی خوشی حصہ لے رہے تھے۔ چند دن۔ دھوپ۔ چاند۔ ساگر کی۔ پھول۔ ناریل غرضیکہ سب چیزیں خود جا کر خریدیں۔ دوستوں کی ضیافت کے لئے سامان اس مقدار میں آیا کہ کشمی ہنس کر بولی۔ کہ ایسی پرتکلف دعوت کا انتظام تو آپ کے بیاہ پر بھی نہ ہوا ہوگا۔

کشو چند اس پر مسرت مذاق کا مزہ لیتے ہوئے بولے۔ "اس کمی کو آج پورا کر رہا ہوں۔ اچھا اب دیکھ لو۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اب کہہ دو کل کو۔۔۔ دوستوں کے مجمع میں مجھے بلا بلا کر تنگ نہ کرنا۔" میرے خیال میں پوچھا کہ سب سامان پروہت جی کے ارشاد کے مطابق آگیا ہے۔ آپ برہم بھوج کے لئے گیارہ برہمنوں کو مندرن دینے کا پر بندہ کریں۔

بالو کشو چند اگر نہ ہی تعلیم یافتہ تھے۔ مغربی خیالات کا نہ حقدار۔ مگر حکم مقرر شدہ زمانہ اور

دیوار مغربی تمدن کی طغیانی میں آہستہ آہستہ گر رہی تھی۔ ان کے دل میں براہمنوں کی نسبت شردھا کا جذبہ نہ تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ سنسکار کے پروگرام میں سے برہمن بھوج کی مدد معدوم ہو جائے۔ مگر لکشمی کی برہمن بھوج کے لئے عاجزانہ استدعا کو رد کرنے کا ان میں حوصلہ نہ ہوا۔ بولے
برہمن بھوج! یہ بھی ہو جائے گا۔

(۳)

رام نومی کے دن صبح ہی ان کی کوٹھی پر بیٹ بچنے لگا۔ ۹ بجے دوست مقرر آنے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر وینا ناتھ، ماسٹر بچنا تھ، بابو تارا چند، اور لالہ آنند مرہوپ ان کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ پروہت نے سنسکار کی کاروائی شروع کی۔ لکشمی اپنے بیتی کے ساتھ آسن پر بیٹھی۔ بابو کشور چند نے بیٹھے ہی پروہت جی کو جلدی کرنے کے لئے کہا۔ ان کے چاروں دوست خاص ٹھیک میں تاش کھیل رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ شیشہ و ساغر کا شغل بھی چلتا تھا۔ انہیں اُمید تھی کہ ایسے خوشی کے موقع پر لکشمی ان کے اس شغل کو برانہ منائے گی۔

سنسکار کی کاروائی میں دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ مدن کے سر کے بال اتارے گئے۔ ریشمی صاف اور ریشمی کوٹ پہنائے گئے۔ بابو کشور چند فارغ ہوتے ہی مدن کو اٹھائے ہوئے بیٹھک میں داخل ہوئے۔ دوستوں نے مبارک مبارک کہہ کر استقبال کیا۔ ڈاکٹر وینا ناتھ نے ساتھ ہی گلاس بھی پیش کر دیا۔ بابو کشور چند نے فوراً پی منہ سے لگا لیا۔ دوستوں نے تالی بجائی تو کمر آکر مدن کو لکشمی کے پاس لے گیا۔ اس کی خوشی کا ٹھکانہ تھا۔ سہیلیوں میں لڑتو قسیم کئے گئے۔ غلام میں پیسے بانٹے گئے۔ ادھر لکشمی اپنے کام میں مشغول تھی۔ ادھر بابو کشور چند اپنے دوستوں کے پاس بیٹھے شغل کر رہے تھے۔
ایک سادھو لگی میں گاتا ہوا جا رہا تھا۔

سنگ سکھا سب رچ گنو کوٹو نہ رنہمیو سا تھ
کہہ نامک اس برہت میں ایک ٹیک رگھو ناتھ

سادھو بیٹھک کے سامنے آکر رک گیا۔ اور وہی پد زور سے گانے لگا۔ لالہ آنند مرہوپ بولے: "اوفیر کیا تو بیوقوف ہے
ایسے خوشی کے موقع پر ایسا رگ گاتا ہے"
سادھو کے لئے ہر وقت ہی خوشی ہے۔

بابو تارا چند سادھو کو دھمکاتے ہوئے بولے کیوں بے معنی کو اس لگاتی ہے۔ دودھ جاؤ۔

"سادھو کی بات بے معنی نہیں ہوتی۔"
ڈاکٹر وینا ناتھ سادھو کو بحث کرتے دیکھ کر تلملا گئے۔ اور سادھو کو کھینا کر نے کے لئے اس کے برتن میں ایک گلاس کی باقی ماندہ شراب اُٹا دی اور ساتھ ہی سادھو کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔
سادھو کے جانے پر سب نے تالیاں بجا لیں۔

(۴)

لکشمی برہمن بھوج کی تیاریوں میں مشغول تھی۔ اس نے بڑی شردھا سے ٹوڈ برتن صاف کئے۔ مدن کو اس نے بیٹھک میں بٹھایا۔ ماسٹر وینا ناتھ اپنے وہ تالیاں لے کر آئے۔ اور گلاس کے مٹا لوتے اور مالک سہ کو روانہ ہو گئے۔ ایک نوکر مدن کو گودھی میں

لے کر ساتھ گیا۔ دریا پر پہنچ کر شراب کا شغل پھر جاری ہو گیا۔ تماش کی بازیاں کھیلی جانے لگیں۔ دن چھل کو کو کھیل رہا تھا۔ کشور چند اس کی متوالی چال کو دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا۔

بارش ہونے کی وجہ سے دریا پڑھاؤ پر تھا۔ بالوتا اپنچند سادھو کی نقل اتارتے ہوئے کارہے تھے۔

سنگ سکھاسب ساتھ میں بوتل اور گلاس

کہہ تا اپنچند سادھو کو کرتا تھا بکواس

اس پر سارے دوست کھل کھلا کر منہیں پڑے۔ اور تا اپنچند کو دوبارہ یہی پدگانے کی فرمائش کی۔ تا اپنچند سادھو کی طرح آواز بنا کر کہنے لگا۔

سنگ سکھاسب

ابھی پختہ بھی نہ ہوا تھا کہ نوکر دوڑتا ہوا آیا اور روتے ہوئے بولا۔ "بابو جی! مدن

وہ آگے نہ بول سکا۔ آنکھوں سے دریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور ہاتھوں کو مل کر بے بسی کا اظہار کر رہا تھا۔ معاشی کی محفل غم میں تبدیل ہو گئی۔ کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا۔ بابو کشور چند غش کھا کر دھڑم سے گر پڑے۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ نوکر اپنی جان پر کھینٹے ہوئے مدن کی تلاش میں دریا میں کود پڑا۔ مگر نصف گھنٹہ کی تلاش بھی بے سود ثابت ہوئی۔ سب کے سب پچھم پریم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

(۵)

لکشمی کو ایک نوکر کی زبانی پتہ لگ گیا تھا کہ بابو کشور چند مدن کو ساتھ لے کر معدہ اپنے دوستوں کے دریا کی سیر کو گئے ہیں اسی نوکر نے سادھو کے نرادر والی بات بھی گوش گزار کر دی تھی۔ لکشمی کی خواہش تھی کہ وہ گھر میں آئے ہوئے براہمنوں کے پاؤں اپنے پتی سے دھووائے گی۔ خواہ اس کو اس مطلب کے لئے ان سے لڑنا جھگڑنا بھی پڑے۔ مگر ان کو غیر حاضہ پاکر وہ بہت یاکوس ہوئی۔ جس طرح کوئی پیاسا مسافر کوئیں کے پاس جا کر کوئی خشک پائے۔

براہمنوں کے پاؤں اس نے خود دھوئے۔ بڑے پریم اور شردھا سے ان کو کھانا کھلایا۔ جب براہمن کھانا کھا چکے۔ تو ان کو دکشا کے طور پر ایک ایک روپیہ اور ایک ایک دھوتی دی۔ براہمن لکشمی کے دھارماک بھاؤ اور شردھا سے نہایت پرست ہوئے اور ہر ایک نے ہاتھ جوڑ کر پرانہ ناک کی کہ "مے پر بھو مدن کی آکو بڑھے اور وہ دنیا میں نام پیدا کرے" جس وقت براہمن یہ پرانہ ناک کر رہے تھے۔ اسی وقت بابو کشور چند روتے چلاتے کوٹھی میں داخل ہوئے۔ اور ہلے مدن ہلے مدن کہہ کر صحن میں گر پڑے۔ شہر کے لوگ ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ جو سنتا رو پڑتا۔ کوئی کہتا۔ "بابو جی! اس صدمہ کے اہل نہ تھے۔ نہ معلوم بھگوان نے انہیں ایسا دکھ کیوں دکھایا؟" دوسرا بولا "ہری اچھیک کے آگے چارہ نہیں خوشی اور غمی ایک ہی وقت"

لکشمی کے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ وہ کچھ عرصہ بہت بہ دیوار بنی رہی۔ پھر غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ جہاں خوشی کے بابجے بچ رہے تھے۔ وہاں رنج و افسوس کی چیخیں سنائی دینے لگیں کون کسی کو سمجھاتے۔

لکشمی کی سہیلیاں اس کی غشی کو اتارنے میں مصروف تھیں۔ بابو کشور چند کے دوست جو اس بختہ دوڑے پھرتے تھے۔ ڈاکٹر دینا ناتھ نے اپنے آپ کو قابو میں کیا۔ اور پتی پتی کی تیمارداری میں لگ گئے۔ لکشمی کو تین گھنٹہ کے بعد ہوش آئی۔ ہوش آتے ہی اس کی زبان سے یہ شبد نکلے۔ "پر بھو یہ کیوں؟"

(۶)

دنیا میں ہر جگہ خیال کی حکومت ہے۔ ہر ایک شخص اپنے خیال کے مطابق واقعات سے نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ خوشی اور غمی کا وجود بھی خیال پر ہی انحصار رکھتا ہے۔ رات کو بابو کشور چند ایک کمرہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں نیند طغی نہ تھی خیالات کے سمندر میں متفرق وہ صبح سے لے کر شام تک کے واقعات پر غور کر رہے تھے۔ دن کی یاد اُن کے دل کو تڑپا رہی تھی اسی طرح سوچتے سوچتے آدھی رات ہو گئی۔ خیال آیا کہ لکشمی کی نسبت کوئی پتہ نہیں لیا۔ ماں کی مانتا کوئی پچھی ہوئی بات نہیں۔ اُسے جا کر حوصلہ دینا چاہیے۔ اور نہیں تو اس کے پاس بیٹھ کر دل کی بھڑاس نکالے گی۔ دونوں کمرہ دن کی یاد میں روئیں گے۔ تو دل کا بوجھ ہی ہلکا ہوگا۔ لکشمی کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس کی آنکھوں سے ایک بھی قطرہ آنسوؤں کا نہ نکلنا تھا۔ مانتا کا دریا اُپر سے پُرسکون نظر آتا تھا۔ مگر اس کی بجلی سطح پر لہریں پورے جوش سے اٹھ رہی تھیں۔ وہ اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کرتی۔ مگر دن کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھچ جاتی اور اُسے بیچین کر دیتی۔ اسی سے وقت میں اس کے دھار سک خیالات کام آتے۔ آتما کہتی۔ ”ہونی پر وشو اس کرو۔ ہری اچھیا یہی تھی“ انہیں خیالات میں گمن۔ آدھی رات کے وقت وہ پوچھا کہ کمرہ میں گئی۔ بھگوان کی مورتی کے سامنے جا کر اس سے نہ رہ گیا۔ جوش کا دریا اُبل آیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔

روتے روتے بولی ”پر بھو! یہ کیوں؟“ آواز آئی ”ہری اچھیا!“

پر بھو! ”میرے ساتھ؟“

”نہیں لکشمی! میرے ساتھ!“ یہ کہتے ہوئے بابو کشور چند پوچھا والے کمرے میں داخل ہوئے آج پہلی مرتبہ بھگوان کے چہروں میں جھک کر انہیں شانتی کی جھلک کا احساس ہوا۔ لکشمی کا استقلال دیکھ کر اُن کے دل میں ڈھارس بندھ گئی۔ دونو اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ لکشمی بولی ”پر ان ناتھ! وہ سادھو کیا گارہ تھا“ اس سوال نے کشور چند کے دل کو بہت کھلی کیا۔ وہ دن کی جلدی کو سادھو کے نزار سے منسوب کرنے لگا۔ بولا ”لکشمی بھول ہو گئی“ ”نہیں پر ان ناتھ! یہی اچھیا یہی تھی“

”سادھو کا نزار“

”جانے دو سو امی! وہ سادھو کیا گاتا تھا؟“

”مجھے مکمل طور پر یاد نہیں کچھ ایسا پڑتا تھا“ سنگ سکھاسب“

بھگوان کی مورتی کے آگے دو زانو ہو لکشمی گانے لگی۔

سنگ سکھاسب تھج گیو کو نہ نبھیو ساتھ

کہہ ناٹک اس بہت میں ایک ٹیک رکھو ناتھ

(۷)

ایشور کی چٹائیاں تو یہ ایک معمولی واقعہ تھا۔ مگر کشور چند کے دل پر اس نے غیر معمولی اثر کیا۔ اب اس کی کوٹھی پر سادھو لوگ جمع رہنے لگے۔ وہ اُن کی سیوا میں لگا رہتا۔ صبح شام لکشمی کے ساتھ پوچھا والے کمرے میں کافی وقت گزارتا۔ اور اپنے دل میں اُن کے تسکین محسوس کرتا۔

وقت جا دو گئے۔ مدن کو دریا میں ڈوبے دس سال ہو گئے۔ سادھوؤں کے ست سنگ و بھگوت ارادھنا میں مصروف رہنے کی وجہ سے کشور چند کے خیالات بہت اونچے ہو گئے تھے۔ وکالت کا کام انہوں نے ترک نہیں کیا تھا۔ وقت کٹی کے لئے کچھ ہی جاتے۔ پوجا کے وقت کئی دفعہ وہ اور لکشمی مل کر سنگ سکھا دلا پد گایا کرتے تھے۔ اور گاتے گاتے دوڑ کا سر بھگوان کے چرنوں میں جھک جاتا۔ مدن کی یاد اب ان کے دل میں پیچینی پیدا نہ کرتی تھی۔ بلکہ بھگوان کے لئے شردھا بڑھاتی آنکھوں سے پریم کے آنسو نکلتے۔ اور فضا میں پریم کی بارش برساتے۔

رام نومی کا دن تھا۔ کشور چند کے مکان پر جو سادھو جمع تھے۔ وہ میدان میں یہ دن منانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ سنگھ لکھڑیال۔ ڈھولک اور کھڑتالیں جمع کی گئیں۔ سادھوؤں کی یہ تیاری دیکھ کر کشور چند اور لکشمی کو دس سال پہلے کی رام نومی یاد آ گئی۔ یہی دن تھا۔ جب مدن ان سے جدا ہوا تھا کس شان سے انہوں نے مدن کو اپنے سے جدا کیا تھا۔

سادھوؤں نے کیرتن شروع کیا۔ ہرے رام ہرے رام وہاں منتر کا جاپ شروع ہوا۔ شہر کے مرد اور عورتیں دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہوئے تھے۔ بھکتی کی لہریں وایو منڈل میں اٹھ رہی تھیں۔ پریم اور شردھا کا دریا زوروں پر تھا۔ وہاں منتر کا جاپ ختم ہوا کشور چند اور لکشمی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بھگوان کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ سب لوگ حیران تھے۔ وہ کشور چند میں یہ غیر متوقع تبدیلی دیکھ کر بھگوان رام کی جے بلانے لگے۔ کشور چند اور لکشمی نے بڑے پریم سے گنا شروع کیا۔

سنگ سکھا سب تاج گئو کٹو نہ نبھیو ساتھ

کہہ ناک اس پیت میں ایک ٹپک رگھوناتھ

لوگوں پر سحر کا علم طاری تھا۔ ہر ایک کی آنکھوں میں پریم کے آنسو اڑتے ہوئے تھے۔ خاموشی اور شانتی اس قدر تھی کہ سانس کی آواز بھی سانی نہ دیتی تھی۔ ابھی یہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ ایک سادھو ایک تیرہ سالہ بچے سادھو کے ساتھ یہی پد گاتا پہنچ گئے۔ لکشمی اور کشور چند بخود بھگوان کی مورتی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

نوار و سادھو گانے لگے۔ بچے کے ہاتھ میں کھڑتالیں تھیں۔ وہ اچھل اچھل کر گارہا تھا۔ ان کی آواز نے لکشمی اور کشور چند کا سلسلہ خیالات منقطع کر دیا۔ لکشمی بچے کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑی۔ مجمع حیران دیکھ رہا تھا۔ بڑھے سادھو نے اپنے تھیلے میں سے ایک پٹیا اس کے ناک سے ٹپکانی ہوش آتے ہی اس نے اپنے بازو بچے سادھو کی طرف پھیل دیئے۔ اور پکارا۔ "مدن!"

(۸)

بابو کشور چند نے غور سے دیکھا۔ بوڑھا سادھو وہی تھا۔ جو آج سے دس سال پہلے مدن کے منڈن سنگار والے روز نراور سے دھنکارا گیا تھا۔ اس نے سادھو کے پاؤں پر لڑتے۔ اور آنسوؤں کے پانی سے انہیں دھونے لگا۔

"پریمو! یہ کیسی لیل ہے" کشور چند نے پوچھا۔

"ہری اچھیا" سادھو بولا۔

"یہ کچھ....."

"مدن ہے"

بچہ لکشمی کی چھاتی سے چٹا موار رہا تھا۔ سادھو لگ بھگ یہ تھے۔

سنگ سکھا سب سچ کیونکو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نامک اس پریت میں ایک ٹیک رکھو ناتھ

بوڑھے سادھو نے آج سے دس سال پہلے کی رام لومی دالے واقعہ کو مختصراً بیان کرتے ہوئے بتایا کہ بچہ کی لاش
اُسے آٹھ میل کے فاصلہ پر جا کر دریا کے کنارے پڑی ہوئی ملی۔ اس نے محسوس کیا کہ بچہ میں زندگی کے آثار موجود ہیں
جڑی بوٹیوں کے گرم پانی سے لاش کو اُشان کر لیا۔ اور نامک میں متواتر دوائی پیکنے سے بچہ کو چھینک آگئی۔ پھر اُس کے
پریٹ سے پانی خارج کیا گیا۔ بچہ تندرست ہو گیا۔ دس سال تک اس کو گائے دو دیا سکھائی گئی ہے۔ تیر تھوں پر بھرمن کیا۔
کل دس سال کے بعد واپس آئے تھے۔ بھگوت اچھیا سے رام لومی کے اُتسو میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔
سادھو کی اس مختصر دیکھانے صورت حالات سب پر روشن کر دی۔ مرید اپریشوتم بھگوان رام کی جے کے نعرے بلند
ہوئے۔

سنگ سکھا سب سچ کیونکو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نامک اس پریت میں ایک ٹیک رکھو ناتھ

اس پر کے آخری نغملوں نے بابو کشو رچند پرو جد کا عالم طاری کر دیا۔ "ایک ٹیک رکھو ناتھ" وہ یہ کہتے ہوئے مورتی
کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بے خود جا رہے تھے۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ مورتی ہنس رہی ہے۔ اور اپنی نورانی کرنوں سے
سارے سنار کو روشن کر رہی ہے۔ بھگوان کے چہروں میں جا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بوڑھے سادھو نے بچہ کو اشارہ سے
کہا۔ "اپنے پتا کو اٹھاؤ۔"
بچہ آگے بڑھا۔ بھگوان کو نمسکار کرنے کے بعد بولا۔

"پتا جی! آؤ سب مل کر گائیں"

ایک ٹیک رکھو ناتھ بھٹی سترو۔ ایک ٹیک رکھو ناتھ (ختم شد)

بھول جاتے ہیں

زیچہ شریان

کرشن چندر جی اشوری

پر بھو! ہم راحت ساعت میں تجھ کو بھول جاتے ہیں
ان خیال عاقبت سے گھٹا دیتے ہیں عشرت میں
عبادت سے طبیعت سکھ میں کوسوں دور رہتی ہے
لیکن مہر پر جب کوئی گھڑی دشت وار آتی ہے
خجل ہو کر لیا کرتے ہیں پھر تیری شرم اکثر
تو ہے کہ اُس گھڑی ہم کو خطائیں سنش دیتا ہے
دیالو ایشور! میری تجھے سادہ نمستے ہو
نہ اردوں اور لا کھوں بار جگد شورو نمستے ہو

حیات چند روزہ میں خوشی سے بھول جاتے ہیں
مگر جاتے ہیں اکثر تیری ہستی سے بھی نوت میں
خفاقی کو سمجھنے سے بہرہ و معذور رہتی ہے
یاجب لخطہ دو لخطہ قسمت اپنی اونکھ جاتی ہے
بلک کر کہتے ہیں "رکھ لے ہماری لاج پر ہمیشہ
طرح دیتا ہے فوراً اور اُتسو کو سمجھ لیتا ہے

شانِ خدا

(از شرمین رام بخش تلونی بخش بی۔ ایل۔ بی۔)

اُٹھا کر جدھر آنکھ ہوں دیکھتا نظر مجھ کو آتی ہے شانِ خدا
 پہاڑوں کی سرسبز چوٹیاں اُسی کی بندری کا ہیں یہ نشان
 سمندر کی تہ میں نہفتہ ہیں راز انہیں جانتا ہے فقط کار ساز
 ہے مخلوق پر اس قدر مہرباں ہمارے لئے ہے یہ مشکل بیاں
 زمیں آسمان آگ پانی ہوا خزانہ ہمیں نعمتوں کا دیا
 درِ عفو اُس کا ہمیشہ ہے وا مگر شرط ہے سچے دل سے دُعا

وہ اس واسطے ہے رحیم و کریم
 کہ ہے بخش دیتا گناہِ عظیم

گوتھم بدھ

گوتھم بدھ کے باپ کا نام راجہ شہودھان اور ماں کا نام مایا دیوی تھا۔ ان کی کپیل دستنوا می راجدھانی تھی جس کا یہ ولیعهد تھا۔ اس کا اصلی نام سندھارتھ تھا بدھ اس کا روحانی خطاب ہے۔ گوتھم اس کے گوتر کا نام تھا۔

لوہکین کے زمانہ میں ہی اس کے اندر سنار کے پارتھوں سے ویراگ پیدا ہو گیا۔ اس نے بڑھاپا بیماری اور موت کے دکھوں کا خیال کرتے ہوئے عیش و عشرت سے نفرت کی۔ راجہ نے بہت تدبیریں سوچیں کہ اس کا خیال اس طرف سے ہٹ جاوے۔ مگر کوئی بھی کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس کی شادی کر دی گئی۔ رانی شہودھرا اس کی بیوی کا نام تھا۔ وہ حسین اور فرمانبردار تھی۔ گوتھم نے کچھ دن خوشی سے بسر کئے۔ مگر اس کے اندر جو ویراگ کی آگ پیدا ہو چکی تھی۔ وہ ختم نہیں ہوئی۔ آخر جس روز اس کا اکلوتا لڑکا راجل پیدا ہوا۔ اسی رات کو وہ بیوی بچہ اور تمام رشتہ داران کو سوتا ہوا چھوڑ کر گدہ دیش کی طرف حقیقت کی تلاش میں بھاگ نکلا۔ اس کے اندر زبردست ویراگ تھا۔ یہ سوچتا تھا کہ زندگی عارضی شے ہے۔ پیدا ہونے والے کے لئے مرنا ضروری ہے۔ جوانی کے بعد بڑھاپا آئے گا۔ اور بڑھاپے کے بعد موت لازمی ہے۔ یہ تو دنیاوی زندگی کا مال ہے سچی خوشی صرف روحانیت میں ہے۔ اور روحانی تکمیل ہی دکھوں سے نجات کا یقینی ذریعہ ہے۔ اس طرح سوچ کر وہ سادھو ہوتا ہوا دس کی تلاش میں پھرا۔ جنگل بیا بانوں میں گھوما جگہ برس ریاضت کی سختیاں برداشت کیں۔ مگر شانتی اور اطمینان قلبی جو کہ اس کا مقصد تھا۔ حاصل نہ ہوا۔ چم سوکھ کر کاٹا ہو گیا۔ یہ سمجھیں دھنس گئیں۔ غشی کی حالت طاری ہوئی۔ سب کچھ ہوا مگر حقیقت کا نور نہیں چمکا۔ اب اس نے ناقہ کشی کی زندگی کو خیر باد کہا اور اپنے دل کے تہ خانوں میں داخل ہو کر مقصد کی تلاش کرنے لگا۔ مادہ میں حد درجہ کی مضبوطی تھی۔ تپ سے انتہہ کرنا شددھ ہو چکا تھا۔ شیشہ صاف ہو تو چہرہ نظر آ ہی جاتا ہے۔ یکسوئی قلب سے آخر ایک دن برگد کے درخت کے نیچے اسے روحانی نور نردان پر حاصل ہوا جس شے کی تمنا تھی۔ ہاتھ اٹھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دنیا کے پیکار کے رے جگہ جگہ گھوم پھر کر دنیا کو شانتی اور مکتی کا پیغام سناتا رہا۔ سنار کے دکھی لوگوں نے اس کی امرت بانی کو سن کر روحانی تشفی حاصل کی۔

بدھ ظاہر شخص جس کی ہمتی کا منت کر تھا۔ صرف سچائی کا معتقد تھا جو پرمت تو ہے۔ ایک ہے۔ اور محیط گل ہے۔ بدھ میں ظاہر واری نہیں تھی۔ اس نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ پرمت تو انسانی عقل سے پرے ہے۔ یہ انسانی عقل دہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ فضول بحث مباحثوں سے حقیقت نہ ملے گی۔ بلکہ تعطب ہٹ دہری اور تنگ خیالی پھیلے گی۔ مختصر اور سادہ لفظوں میں کہنا ضروری ہے کہ انسان کو اس کا لہ سا مودا ہے۔ مہ سے تہے مینا کا فرضی

وہم ہی سنار ہے۔ اس کے سوا سنار کچھ نہیں۔ جب یہ گیان پیدا ہو جائے کہ ہستی ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں۔ کوئی کسی سے علیحدہ نہیں ہے۔ سب ایک ہی روپ ہیں۔ اس وقت یہ سنار کا وہم خود بخود دور ہو جاتا ہے۔
بدھ کا فلسفہ صرف چار باتوں میں شامل ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) زندگی میں دکھ ہے۔

(۲) دکھوں کا خاص سبب خود غرضی کے خبیلات ہیں۔

(۳) دکھ سے نجات ہو جاتی ہے۔

(۴) دکھوں سے نجات پانے کا طریقہ صرف گیان ہے۔

جہاں زندگی کا خیال ہوگا۔ وہاں دکھ کا رہنا امر لازمی ہے۔ زندگی کا خیال موت کے خیال کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسی کے تسلسل میں پیدائش ضعیفی نا اُمیدی فکر رنج وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتے ہیں۔ جو دکھ کی مختلف صورتیں ہیں۔ انسان اگر خود غرض نہ ہو تو اس کو کبھی دکھ نہ ہو۔ کیونکہ خود غرضی علیحدگی ہے۔ اتحاد میں کہیں بھی دکھ نہیں۔ خود غرضی ہی دکھ کی جڑ ہے۔ اور یہی نروان پد کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ نروان کوش کا ہی دوسرا نام ہے۔ جس وقت من میں کام کرودھ ہو بھد موہ ایرشا نہیں رہتی۔ نہ کسی کا خوف نہ کسی کی دشمنی کا خیال آتا ہے۔ شانتی اور آئند کے ہوا اور کچھ بریت نہیں ہوتا۔ اور خودیت خود غرضی کی زندگی کا عدم ہو جاتی ہے۔ اسی کو نروان کہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بالکل نفسانی و حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو اس کا سمجھ میں آنا بہت مشکل ہے۔

لیکن جس نے ذرہ بھی روحانیت کے درج میں داخل پایا ہے۔ وہ اپنے دل میں اس کا اُبھو کر سکتا ہے۔ نروان یعنی موکش۔ جیتے جی یعنی اسی زندگی میں اس شریہ کے رہتے ہوئے پراپت ہوتا ہے۔ جس وقت بُرے کرموں کے سنگار گیان روپی لگتی سے جل جاتے ہیں۔ تو طبیعت کا رجوع خود بخود نروان کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور اس درجہ کو پہنچا ہوا۔ اہمیت مرنے کے بعد پر نروان بد کو پہنچتا ہے۔ اور پھر اس کے لئے آواگون کا خوف نہیں رہتا۔ یہ کیونکہ ہے پریم پد ہے۔ دھرا دستھا ہے۔ منت تو رہتی ہے۔ پریم شانتی ہے۔ نروان زندگی میں پراپت ہوتا ہے۔ اور نروان کے بعد مرنے پر پر نروان حاصل ہوتا ہے۔ یہاں شخصیت کی علیحدگی کا طلق وہم نہیں رہتا۔

بدھ دیو کی تعلیم میں مندو مذہب۔ ہندو فلسفہ اور ہندو اخلاق کی روح ہر جگہ موجود ہے۔ اختلاف صرف جزوی اور ظاہری باتوں میں اور طرزِ اظہار میں ہے۔ اس نے "یتی" مارگ کو لیا ہے جس میں ہر اہمیت و ستوتے توجہ کو مٹانا ہے حقیقت میں یہ گیان کا سچا مارگ ہے۔ اور ویدانت میں اور اس میں ذرہ بھی فرق نہیں بلفظی جھگڑوں کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف آنا چاہیے۔





(از قلم جناب رام بخش صاحب تونی بخش بی سیل ریونی)

ہر ایک کیلئے ہے دربار ایشور کا
قدرت اُس کی شاہد ہاتھی بھی بیٹھی ہے
پتوں میں رنگ اُس کا پھول نہیں کانٹو شبو
نیکوں کا وہ محافظ بدعیتوں کا دشمن
جلوہ فروز اُس کی تنویر ہر جگہ ہے
لازم ہے ہر بشر پر ہر روز اُس کی پوجا
ہے بخش کی تمنا حاصل ہوں اُسکو دونو

دیدار ایشور کا دربار ایشور کا



از قلم شرمیان رام بخش جی تلونی بخش ویل پھلور

رام نومی کا دن ہریا ہمارے لئے مصروف ترین دن ہوا کرتا تھا۔ علی الصبح اٹھ کر ہری کیرتن کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتا۔ بھگتوں کے بیٹھنے کے لئے دریاں اٹھی کرتا کسی سے ہر مونیم مانگتا کسی سے ڈھونڈتا کسی سے ڈھونڈتا کسی سے ڈھونڈتا۔ بھگوان کے بھوک کے لئے خود بکٹے کے دودھ کا کھویا تیار کرتا۔

ہریا کے اولاد نہیں تھی۔ بیوی بڑی نیک تھی۔ اور اپنے بچہ کی طرح اُسے بھی بچہ جی بھگت کا شوق تھا۔ رام نومی کے دن ہریا اپنی بہن کرمی کو اس کی سسرال سے بلا بھیجتا تھا۔ وہ آکر اس نیک کام میں اپنے بھائی اور بھاء جی کا ہاتھ بٹایا کرتی تھی۔ اس دفعہ ہریا کو بہت خوشی تھی کیونکہ کرمی کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ ہریا کو اپنے بھانجے سے بہت محبت تھی۔ اس کا نام بھی ہریا نے خود رکھا تھا "رام جی"۔

ہریا نے اپنی بہن کو لکھا تھا۔ اس سال ہری کیرتن کا بہت آئند ہوگا۔ میرا رام جی کیرتن میں کیسلے گا میں نے اسے پہنانے کے لئے نئے کپڑے سوائے ہیں۔

کرمی حسب دستور رام نومی سے تین دن پہلے ہی آگئی

(۲)

بھگتوں نے رات کو ہری کیرتن میں شامل ہونا منظور کر لیا تھا۔ گوبی درزی شام کو ہی آگیا۔ ہریا کی تیاری دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بھگوان کا سنگھاسن نہایت سندر تھا۔ بھگوان کی نہایت ہی خوبصورت تصویر سنگھاسن پر رکھی ہوئی تھی کمرہ میں چاروں طرف پھلکیاں آویزاں تھیں۔ اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر دیوتاؤں کی تصویریں لٹکائی ہوئی تھیں۔ گوبی کا دل ملیوں اچھلنے لگا۔ ہریا سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بھگت جی اکمال کر دیا۔ اس دفعہ کیرتن خوب ہوگا۔ تصویر بڑی سندر ہے"

"ہریا نے کہا۔ بھائی یہ سب بھگوان کی کرپا ہے۔ سب بھگت آجائیں تو خوب آئند ہو"

"اس کے تو منہ سے کچھ نہیں آتا۔"

کون؟ مرامی لال!

”ہاں“

”ہریا کے چہرے پر خوشی ناپختہ لگی۔ دل ہی دل میں خیال کیا۔ دھنیہ بھاگ جو پنڈت جی درشن دیں۔“ بولا گوبی بھگت!

پس کہو پنڈت جی آپس گے؟

مرد آیتس گے۔ مجھے لالہ کر مچند جی نے بتلایا تھا۔ کہ پنڈت مرامی لال جی کیر تن میں شامل ہوں گے۔

پنڈت مرامی لال جی ایک کرم کا نڈی پنڈت تھے۔ تل کا پانی انہوں نے عمر بھر نہ پیا تھا۔ برف کبھی استعمال نہ کی تھی انگریزی دوائی اور ولایتی کپڑے سے ہر وقت بچتے تھے۔ ریل میں بیٹھ کر کھانا نہ کھاتے۔ دو کام وہ اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ مندر کی صفائی اور گائے کی سیوا۔ ان کے مندر میں روزانہ کتھا ہوتی تھی۔

قصہ دے بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کبھی بازار میں سے پنڈت جی گزرتے۔ لوگ ہاتھ باز نہ کر کھڑے ہو جاتے کئی آدمی پاؤں کو ہاتھ لگاتے۔

ہریا کو یقین نہ آتا تھا کہ ایک کرم کا نڈی برہمن ایک کھار کے گھر آئے۔

(۱۳)

گوبی نے ہریا کے ساتھ لیمپ صاف کروائے۔ دریاں پچھوائیں۔ رات کے ۹ بجے تک بھگت آتے رہے پنڈت مرامی لال بھی آئے۔ ہریا نے ان کے پاؤں چھوئے۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولا ”آج میری گٹیا پوتر ہو گئی“

پنڈت مرامی لال ہریا کا پریم اور شردھا دیکھ کر بہت غلط ہوئے۔ محبت سے ہریا کو اپنی چھاتی سے لگالیا۔ یہ روحانی دیکھ کر بھگت بہت مسرور ہوئے۔ ایک کرم کا نڈی برہمن کی بغل میں ایک کھار سب نے پریم سے بے کارہ بلایا۔

”سیتا پتی رام جی کی ہے!“

بھگوان کے دربار میں اویسج نیچ نہیں۔ برہمن کھشتی۔ ویش اور شودر دنیاوی معاملات میں اپنی اپنی ذات پر نازاں ہوتا ہے۔ مگر وہاں سب برابر ہیں بھگتی کا رنگ سب پر یکساں چڑھتا ہے۔

ہر کو بچھے سوہر کا ہو۔

کیر تن شروع ہوا۔ گوبی درزی نے ”میراں بائی“ کا بھگتی بھاؤ سے بھجن گانا شروع کیا۔

میراں نے سب چھوڑ کے اک رام نام دھن لینا

بھگتوں پر محبت کا عالم طاری تھا۔ پنڈت مرامی لال مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ نہایت ہی خوش کن سماں تھا۔ حاضرین میں سے ہر ایک کے دل میں بھگتی کا دریا موجزن تھا۔ سب نے پریم کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ سب کے دلوں سے اویسج نیچ کا بھاؤ مٹ چکا تھا۔

یوں تو میراں بائی کا ہر ایک بھجن بھگتی کا ساگر ہے۔ مگر اس بھجن میں بھگوان رام کے چرنوں میں اظہار عقیدت کی حد ہو گئی ہے۔ گوبی درزی بھجن کا وہ حصہ گارہا تھا جس میں میراں بائی کے زہر کا بیالہ پینے کا ذکر تھا۔ جو اسے رانا نے بھیجا تھا۔

دیا میراں کے ہاتھ

بھرا بیالہ زہر کا

تھو مالہ

تھو مالہ

تھو مالہ

تھو مالہ

آخری انصاف میں جادو کا اثر تھا۔ سب کچھ بھگوان رام کے ارپن۔ ہریا بنجودی میں ڈوبا ہوا تھا جسوقت گوی نے کھڑتاوں کے ساتھ ”تم جانو رکھو نا تھ“ کہا۔ ہریا سے رمل نہ گیا۔ جوش عقیدت سے اٹھا اور گانے لگا۔
”تم جانو رکھو نا تھ“

(۴)

ہریا بار بار یہی مصرعہ گارہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھگوان کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں بھکتی کی لہریں تصویر سے ٹکرا کر جلال پیدا کر رہی تھیں۔ ولو منڈل سے پریم برس رہا تھا۔

بھگتوں کی محفل میں تو کمال تھا۔ مگر ہریا کی بیوی اور کرمی مصیبت میں مبتلا تھیں۔ رام جی کو سلا کر دونو کھانا بنانے میں مصروف ہو گئیں۔ جب کھانا بن چکا تو کرمی نے دودھ گرم کیا۔ اور برتن میں ڈال کر رام جی کو پلانے چلی۔ جب معمول اُس نے رام جی کا سر اوپر اٹھا کر برتن منہ سے لگا دیا۔ مگر رام جی نے ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ کرمی کو بڑا تعجب ہوا۔ ساتھ ہی اس کے دل میں شبہ بھی پیدا ہو گیا۔ پہلے جب کبھی رام جی کے منہ سے دودھ کا برتن نکایا جاتا تھا۔ تو وہ اپنی حسب خواہش دودھ پی لیا کرتا تھا۔ کرمی نے زور سے اپنی بھادجہ کو آواز دی۔ وہ گہرائی ہوئی آئی۔ اور بولی۔ ”کیا ہوا کرمی“
”رام جی دودھ نہیں پیتا۔“ کرمی نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے اپنی بھادجہ کی طرف دیکھ کر کہا۔
”پی لے گا۔ ابھی خواہش نہ ہوگی۔“

”نہیں بھابی اسے دیکھو تو سہی۔ اس کا سانس.....“

ہریا کی بیوی نے جھٹ پٹ رام جی کو اٹھا لیا۔ اسے بچوں کی بیماری سے کافی واقفیت تھی۔ محلے کی عورتیں اپنے بیمار بچوں کے علاج کی خاطر ہریا کی بیوی کے پاس آیا کرتی تھیں۔ اُس نے رام جی کو غور سے دیکھا پھر اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دل کی رفتار محسوس کرنے لگی۔ اپنی بھادجہ کے اس عمل کے دوران میں کرمی نہایت بیتابانہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جس طرح کوئی طالب علم نتیجہ سننے کے وقت استاد کی طرف دیکھا کرتا ہے۔
”اسے اس کے ماما کے پاس لے جا۔ اور کہہ کہ جو حکیم کو جلد بلائے۔“

کرمی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اُس کی بھادجہ نے یہ بات کہہ کر حالات کی نزاکت اس پر روشن کر دی۔ وہ سب کچھ سمجھ گئی۔

”کیا میرا رام جی.....“

جس وقت وہ رام جی کو لے کر کیرتن والے کمرہ میں گئی۔ اس وقت ہریا بھگوان کے آگے جھوم جھوم کر گارہا تھا۔
”تم جانو رکھو نا تھ“

”ہریا رام جی.....“ اس سے زیادہ کرمی نہ بول سکی۔ وہ رو رہی تھی۔ ہریا کا راگ۔ ڈھولک کی آواز۔ کھڑتاوں کی جھنکار اس کے لئے بے مہر آوازیں تھیں۔

ہریا نے خیال کیا۔ کہ کرمی رام جی کو اس غرض سے دینے آئی ہے کہ وہ کیرتن میں کیلے۔ اس نے کرمی کی گودی سے بچہ کو لے لیا۔ اور پھر گانے میں محو ہو گیا۔
”تم جانو رکھو نا تھ“

ہریا! کرمی روتی ہوئی بولی: "اے بچاؤ میرا ام جی جارہے کوئی حکیم....."

پنڈت مراری لال کے کان میں کرمی کے یہ الفاظ پڑے چوکنے ہو کر بولے:

کرمی! کیا بات ہے؟

میرا ام جی! پنڈت جی کوئی حکیم ہلا ہے۔

ہریا بے خودی کے عالم میں اوپر ہی اوپر جارہا تھا۔ اس کے کان "تم جانو رکھونا تھ" سن رہے تھے۔ کرمی کے رونے کی آواز ان سے کوسوں دور تھی۔ اس کی آنکھیں بھگون کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ کرمی کے آنسو وہ دیکھ ہی نہ سکتا تھا۔ اس نے ام جی کو تصویر کے آگے لٹا دیا۔ اور پہلے سے دو چاند جوش کے ساتھ گانے لگا۔ اس کے جوش میں مسرت پنہاں تھی۔ اور عقیدت عیاں۔ معمولی سا مصرعہ تھا۔ مگر ہریا کے لئے یہ مصرعہ معانی سے پر تھا۔

(۵)

پنڈت مراری لال چپکے سے اٹھے۔ اور گردھاری لال حکیم کو بلانے دوڑے بازار کے دوسرے سرے پر انہیں گردھاری لال مل گیا۔

حکیم جی! ہریا کے گھر تک چلیں درجہ دی: پنڈت مراری لال نے بتیا بانہ کہا۔

"میں خود وہ کیرتن میں شامل ہونے جارہا ہوں"

"کیرتن کیسا! رنگ میں بھنگ مل گئی؟"

کیوں؟ کیا ہوا؟

ہریا کا بھانجا چانک پیار ہو گیا۔ اس کا سانس ٹھیک نہیں چلتا۔ بھگون کریں کہ آپ کے پہنچنے تک وہ.....

"تب گھر ہوتے چلیں۔ دوایں ساتھ لے جائیں۔"

حکیم جی نے گھر آکر دوایں نکالی۔ اور پنڈت جی کے ساتھ ہریا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دونو ہریا کے مکان کے نزدیک پہنچے تو انہیں کیرتن کی آواز سالی دی جس کی انہیں توقع نہیں تھی۔ مگر گانے والا ہریا نہیں گوی درزی تھا۔ اندر جا کر پنڈت جی نے عجیب و غریب نظارہ دیکھا۔

ہریا ام جی کو اپنی گودی میں لئے دووہ پلارہا تھا۔ گوی مست ہو کر کاہتا تھا۔

"لے دے میرا بھٹے چپن رکھلونا"

اور ام جی اپنے ننھے ننھے ہاتھ لیمپ کی طرف بڑھا رہا تھا۔ کرمی اسے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اس کی بھالہ کی مسرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ پنڈت جی حیران کھڑے تھے۔ انہوں نے بھگون کے سنگھاس کی طرف نگاہ کی۔ گوی نہیں مسکراتی ہوئی معلوم دی۔ وہ "تم جانو رکھونا تھ" کے اصلی معنی سمجھ گئے تھے۔ گوی درزی سے بولے۔

بھگت جی! مجھے بھی کالینے دیجیے۔

گوی بیٹھ گیا۔

"تم جانو رکھونا تھ"

پنڈت جی گانے لگے۔

ذات حق

— (از فخر اشعر اجاب منشی تلوک چند صاحب محرم) —

جس کی عظمت کے شاہدوں میں
اور توصیف میں جس کی تہذیبوں میں
پھیلے ہوئے ہیں یہ جس کے بازو
اتحاد ہیں برف پوش کھار
دریائے روان و بحر ذخار
اطراف و جوانب از پے کار
ذات اس کی سرور ہے ہمراہ
دائم ہوں اسی کے ہم پرستار

(وید منتر)

اشعار

اشعار

نہ کوئی اس کا پالنے والا - اور نہ کوئی ہے مکران اس کا
شکل و صورت بے نیاز ہے وہ - علتوں کی ہے علت اولیٰ
خالق اس کا کوئی نہیں ہرگز - اور نہ کوئی قدرت میں اس سے بڑا
صورت معجز و ان عمر و ان مقرر - علم حسن و شب عالم ناپائدار
دولت دنیا بھی صورت و خیال - چٹکتی تیاں لخت شام سال
بحر بلا نیز ہے ہستی ناپائدار - حق سے نکالو کہ موقلہ ہستی کو پا
(بھرتی ہری)

(وید منتر)

قطرہ

وہ خالق عالم ہے وہی اپنے کرم سے
وہ اپنے قوانین ازل کا ہے محافظ
بازوئے حفاظت کو وہ پھیلا ہوئے ہے
زیبا ہے اسی ضابطہ گیر کو حکومت
کرتا ہے ہر اک عالم تاریک کو روشن
ممکن ہے شکست ان میں تلخیر نہ لکھن
سائے میں اسی کے ہے دنیا کا شمعین
شایاں ہے اسی کو یہ جہان لاری حسن

(منشی تلوک چند محرم)

(وید منتر)

راجہ لون کی کہانی

از لوگ داشت شش مترجمہ منشی سورج نرائن صاحب قہر

وِشٹ جی بولے اپنے سنگپ سے اگیا فی کو موہ ہوتا ہے۔ پنڈت کو نہیں ہوتا پس ایسی عقل سے جس میں گہرا ہٹ نہ ہو۔ بلکہ بچانے والی ہو۔ ست اور است کو خوب سمجھ کر است کو چھوڑو۔ اور ست کو اختیار کرو۔ اتنا غیر محدود ہے۔ اس کو بندھ کیا ہو سکتا ہے۔ بس ابدھ کو بدھ بچھ کر تم بے فائدہ فکر نہ کرو۔ اتنا سچا اند غیر محدود اور نرو کلیپ ہے۔ اور چونکہ دوہا اچھا ہے پس کون بندھن میں ہے۔ اور کون مکت ہے۔ یہ جگت جال سارا من کا کھیل ہے۔ جب گیان سے یہ خواب معلوم ہونے لگے۔ تو من کا شانت کرنا ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اور یہ ہی کوشش ہے۔ من اپنے کھیل کھیل میں سمندر کو اتنی جگہ بنا دیتا ہے جس میں فقط گائے کا کھڑا ہے۔ اسی طرح کلیپ کے عرصہ دراز کو ایک لمحہ کے برابر کر دیتا ہے۔ اسی کی توفیق میں میں تمہیں ایک نہایت ہی عجیب کہانی سنا تا ہوں جس سے تمہیں یہ معلوم ہوگا۔ کہ جگت کا یہ ماری کا تاشہ صرف من کے ہی اندر ہے۔

اس کڑے زمین پر اتر پانڈو نام ایک بڑا بھاری ملک ہے۔ یہاں ہر شچندر کے خاندان کا ایک بڑا راجہ راج کرتا تھا۔ اور کڑے زمین پر اس کی نیک نامی یوں پھیلی ہوئی تھی جس طرح سورج کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ یہ نہ بخل جانتا تھا نہ لالچ کی صورت کبھی دکھی تھی۔ فیاضی اس طرح کی اس کی طبیعت میں داخل تھی جس طرح الفاظ میں معنی مضمر ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اپنے دربار میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور درباریوں سے راج نیتی کی باتیں کر رہا تھا۔ کہ ایک بازیگر اپنا سامان لے کر آیا۔ اور جھک کر سلام کیا۔ اور کہا مہاراج میں آپ کو سنگھاسن پر بیٹھے ہوئے ہی ایک عجیب و غریب تماشہ دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنا بھرم دینے والا موچیل ہلایا جو اسی طرح طرح کی چٹاؤں کا بیج تھا۔ جیسے پر ماتم کی لیلہ ہوتی ہے۔ راجہ کو وہ چمکتا ہوا موچیل ایسا نظر آیا کہ روشن درے چمک رہے ہیں۔ اسی اتنا میں اس کے پاس سندھویش کا ایک ہلکا دیا۔ اور اپنے ساتھ ایک بڑا تیز رفتار گھوڑا لایا۔ اسے پیش کر کے بولا۔ مہاراج! اس گھوڑے کا نام اُپیشی شرواسہ ہے۔ اور میرے راجہ نے آپ کی سواری کے واسطے تحفے کے طور پر بھیجا ہے۔ اُسے آپ قبول فرمائیں۔ تو اس کی اور ہمارے راجہ کی عزت بڑھے گی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ بازیگر بولا۔ مہاراج اس نفیس گھوڑے پر چڑھ کر آپ جگہ جگہ کی سیر کیجئے۔

راجہ نے گھوڑے کو بغور لمحہ بھر ہی دیکھا ہوگا۔ کہ دیکھ دیکھ کر تصویر کی طرح سے حیران رہ گیا۔ اور دو گھڑی اس طرح بیٹھا رہا۔ جیسے کوئی دھیان میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر اہل دربار سخت حیران ہوئے۔ امیر فیر دیا شے حیرت میں مستغرق تھے۔ اور اہل دربار سب اس طرح خاموش کھڑے تھے۔ کہ منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ غرض ساری سبھا حیرانی کے عالم میں تھی۔ کیونکہ راجہ اس طرح آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا جس طرح غنچہ

وہن پر مہر لگائے ہوئے ہوئے۔
 وکٹ جی بولے۔ دو گھنٹی کے بعد راجہ کی آنکھ کھلی اور کہتے ہی وہ ڈر کر کانپنے لگا۔ پاس ابو امیر وزیر کھڑے تھے۔ انہوں نے بہت سانس لیں اور دلاسا دیا۔ آخر وزیر اعظم نے کہا کہ حضور اب ہوش میں ہیں۔ اور من نزل ہے۔
 بھرم یاد دھوکے میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ بڑے آدمیوں کا من بھی موہ کے بس میں نہیں ہونا چاہیے۔
 آخر راجہ نے آنکھیں کھول کر نہایت حیرت سے کہا۔ کہ اے اہل دربار میرا حیرت انگیز حال سنو۔ بازمی گرنے جو موہ چلایا تھا۔ اس کو دیکھ کر میں شانت چرت کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھ شکار کو چلا۔ وہ گھوڑا مجھے اسی طرح بہت دُور لے گیا۔ جس طرح بھوک کی خواہش سے اگلیانی لوگوں کو ان کا من کہیں کا کہیں کھینچ لے جاتا ہے۔ آخر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ قیامت کے جنگل کی طرح خوفناک نہایت وسیع بے حد و کنار بے طاثر و زنجیر ایک بڑا بھاری صحرا ہے میں اس میں چل رہا ہوں۔ اور گھوڑا تھکا گیا ہے۔ اس صحرائیں پہنچ کر میں نے بہت ہی دکھ اٹھایا۔ دن بھر تکلیف پر تکلیف اٹھاتا۔ پریشان پھر تاربا غرض نہایت مصیبت اور تکلیف سے صحرائی زمین اس طرح ختم ہوتی جس طرح گیان سے جگت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

بعد میں میں ایک جنگل میں پہنچا۔ اس میں جامن آرم وغیرہ کے درخت تھے۔ اور پرندے شاخوں میں اُڑتے پھرتے ایسے پیارے معلوم ہوتے تھے۔ جیسے مسافروں کے بھائی بند ہوں۔ ایک جامن کے درخت کے نیچے سے گذرتے ہوئے میں اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ اور گھوڑا میری زانوں کے نیچے سے نکل کر یوں گیا۔
 جیسے گنگا کی لہر میں پاپ بہ جاتے ہیں۔ چونکہ بہت دیر کا تھکا ہوا اور بھوکا پیاسا تھا۔ رات اس طرح موہ میں لڑی جیسے ایک کلپ کا عرصہ دراز ہوتا ہے۔ میں نہ نہایا تھا نہ پوچھا کی تھی۔ نہ کچھ کھایا تھا۔ صرف یہ خیال تھا کہ آفتوں اور مصیبتوں کے گھر میں رات کسی طرح گزرے۔

آخر اندھیرے اور چاند کی ٹھنڈی کرنیں لگنے اور سردی سے میرے دانت بچنے کے ساتھ وہ رات بسر ہونے میں آئی۔ اور میں درخت کی شاخ کو چھوڑ کر نیچے صاف زمین پر کودا۔ لیکن اس وحشت خیز جگہ آدمی اور آدم زاد دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بس جس طرح ہمارے گھر کے من میں بھی کوئی نہ کوئی اچھا گن ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اس بھیا تک جنگل میں پرندوں کی جوج اور کوکو سے کچھ کیوں طبیعت میں آتی تھی۔
 تقریباً دو پہر تک میں آوارہ و غراب خستہ پھر تاربا۔ آخر ایک نوعمر عورت نظر آئی۔ جو پکے ہوئے چاول تھن میں لئے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چھل تھیں۔ بدن تو لے کی طرح کالا تھا۔ اور پکے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔
 میں اس کے پاس اس طرح پہنچا جس طرح اندھیری رات کے پاس ماہ روشن پہنچتا ہے۔ اور بولا کہ "اے لڑکی میں ابھی آگت ہوں۔ سخت مصیبت میں گرفتار ہوں دن بھر اور رات بھر میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ بھوک سے جان عذاب میں ہے مجھے یہ چاول دے اور عذاب سے چھڑا۔ ایشور اس کے عوض میں تجھے جڑائے خیر دے۔ لیکن اس مانگنے پر بھی اس نے مجھے کچھ اسی طرح نہیں دیا۔ جس طرح پانی بہت گریہ زاری سے بھی مال و دولت مانگے تو بھی کشمی دیوی اسے نہ دے۔

دوسرے کی طرف چلتی رہی۔ آخر بولی کہ راجہ میں چند لانی ہوں۔ اور صرف بھیک مانگنے سے مجھے یہ چاول نہیں
 دوں گی۔ یہ کہہ کر چلی اور انکھیلیاں کرتی کبھی ادھر کبھی اُدھر بن کے گھنے گنجوں میں گئی۔ میں چاول مانگتا اور اصرار کرتا
 رہا۔ آخر بولی کہ یہ چاول میرے چند لال باپ کا دوپہر کا کھانا ہے۔ اور وہ پاس کے ایک کھیت میں بل چلا رہا
 میں تجھے صرف اس شرط پر دے سکتی ہوں کہ تو میرے ساتھ شادی کرے۔ چو کہ خاندان کی جان بچانی استری کا پرہم
 دہرم ہے۔ میں باپ کا کھانا تجھے دے دوں گی۔

مصیبت کے وقت کون ذات پات کا لحاظ کیا کرتا ہے۔ میں نے اُس چند لانی سے کہا کہ میں تیرے ساتھ
 شادی کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سن کر اُس نے آدھے چاول مجھے دے دیئے۔ میں نے کھا کر پانی پیا۔ جس میں جامن کا رس
 بھی ملا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اُس چند لانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور باپ کے پاس لے گئی۔ جو اسی طرح کا کالا بھنگا۔ تناور اور
 بد اعمال تھا جس طرح جم کے دوتے ہوتے ہیں۔ اس چند لانی نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ میرا خاندن بنا چاہتا ہے۔ تم
 اجازت دو۔ تو میں اس سے شادی کر لوں۔ اُس نے کہا۔ بہت اچھا۔ دن بھر وہ چند لانی میرا ہاتھ پکڑے بیٹھی رہی
 اور اُس کے باپ نے مجھے نگاہ میں رکھا۔ غرض شام ہوئے پر وہ دونوں مجھے ساتھ لے کر اپنے مویشیوں کو لے جاتے ہوئے
 اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ چندالوں کا گاؤں تھا جس میں سور۔ کتے۔ مرغ اور بہت سے جانور تھے۔ اور
 گیلی کھانوں کی بو جو خشک کرنے کے لئے باہر رکھی ہوئی تھیں۔ دماغ پریشان کئے دیتی تھیں۔ لڑکے ہاتھوں میں گوشت
 کی بوٹیاں لئے کھارہے تھے۔ اور ان پر مکھیاں بھنک رہی تھیں۔

گاؤں میں سے گزرتا ہوا میں اُس چندال کے گھر میں پہنچا۔ اور وہاں نگاہ بھر کر مجھے میری ساس نے دیکھا۔ یہ
 عورت بےینہ راکشی نظر آتی تھی۔ جب خسر صاحب نے اس سے کہا کہ یہ ہمارا داماد ہے۔ تو مسکرائی غرض اُس مہیب
 صورت کا لی بھنگا چند لانی کے ساتھ میری شادی ہو گئی جو مجھے اس طرح دی گئی جس طرح میراج نرک میں کسی پانی کو
 سزا دیتا ہے کبجوں نے اُس روز خوب شراب پی اور ڈھول بجا بجا خوب ناچے

شادی ہونے کے بعد میں وہاں رہنے سے لگا۔ اور چندالوں میں رہنے سے چندال ہو گیا۔ غرض اس چند لانی
 سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جیسے باپ سے دُلہہ پیدا ہوتا ہے کچھ عرصے بعد ایک کالا بھنگا بھوت سالٹ کا پیدا ہوا۔
 اور جس طرح اگلیانی کا اگلیان وائٹس کے دُلہہ ہی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح بعد میں ایک اور بچہ پیدا ہوا۔

اس طرح اُس عورت کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے برسوں ہی گزر گئے۔ گرمی۔ سردی آفت و مصیبت سہتا
 تھا۔ اور ایام گزارا کرتا تھا۔ زن و فرزند کے فکروں میں اس سختی سے غرق نہ رہتا تھا۔ گویا اُس پاس آگ لگ رہی ہے
 جب بہت برس گزر گئے۔ تو میں کمزور و بے طاقت ہو رہا ہو گیا۔ اور بال سفید ہو گئے۔ انہیں ایام میں اس نواح میں
 ایسا سخت کال پڑا کہ کھیتیاں سوکھ گئیں۔ نہ پانی رہا نہ چارہ رہا نہ اناج رہا قیامت آگئی۔ لوگ یاکسانہ نگاہوں سے آسمان
 کی طرف دیکھتے تھے۔ مگر مینہ کی ایک بوند نہیں پڑی تھی۔ فطرت کے عل وہ گاؤں میں آگ لگ گئی۔ اور ہوا کے باعث
 آگ دور دور تک پھیل گئی۔ گاؤں والوں کے مکان اور اسباب جل کر خاک ہو گئے۔ اور بن کے تمام درخت جل گئے۔
 اس حال زار میں جو آدمی ہے وہ کہیں کے کہیں نکل گئے۔ باقی کئی تو آگ میں جل کر مر گئے۔ کوئی بھوک اور پیاس کے

سے باہر آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھا اور بچوں کو کندھے سے اتارا۔
 کچھ آرام ملا تو ایسا معلوم ہوا جیسے دوزخ سے بھٹک کر باہر آیا ہوں۔ بیوی تنہا کر چور ہو گئی تھی۔ درخت کے نیچے
 بیٹھے ہی سو گئی۔ میری دو لڑکیاں اس کی چھاتی سے لپٹی ہوئی تھیں۔ بیٹا میرے سامنے کھڑا تھا۔ اور بھوک کی وجہ سے
 بے تاب تھا۔ چنانچہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر ہولا کہ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ بار بار یہ کہتا تھا۔ اور اس طرح زار و قطار روتا
 تھا۔ گویا اُس کے پران چھوٹ جائیں گے۔ اس کا یہ رنج و الم مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور دل میں سوچا کہ اس ننھی
 پیر لعلت ہے جو فقط دو کھوں کا ہی گھر ہے۔ اس سے تو خود کشتی کر کے مرجانا ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر میں نے لڑکیاں اکٹھی کر
 کے چپتا بنائی۔ اور جب آگ خوب بھر کر اٹھی تو یہ ارادہ کیا کہ چھلانگ مار کر اُس میں گر دوں۔ چنانچہ چھلانگ لگا ہی تھی
 کہ جس سنگھاسن پر میں بیٹھا ہوں یہ ہلا اور جے کاروں اور باجوں کی آوازوں سے میری آنکھ کھلی۔ یہ سہوہ جس میں گیان کے
 باعث اسے جیوؤں کو سزا طرح کی تکلیفیں ہوا کرتی ہیں۔ اسی بازی کرنے پیا کیا تھا۔ راجہ لون نے اتنی بات کہی ہی تھی
 کہ وہ بازیگر دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا۔ یہ ماجرہ سن کر تمام اہل دربار حیرت زدہ ہو گئے اور سب ایک زبان ہو کر بولے کہ یہ کوئی
 بازیگر نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے روپیہ کا لالچ مطلق نہیں کیا۔ بلکہ یہ دیوی مایا تھی جس کی رہنمائی سے یہ سنسار قائم ہے۔
 اسی مایا کا طور ہے۔ کہ من طرح طرح کے روپوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ غرض من سر و شکیمان پھیر ہے۔ اور اس من کا ہی
 کھیل یہ تمام دُنیا ہے۔

خلاصہ مطلب

اس کہانی میں یہ دکھایا گیا ہے کہ دُنیا تمام من کا کھیل ہے۔ واقع میں نہ دیش کوئی چیز ہے نہ کال کوئی چیز ہے۔
 بازی کرنے اپنے من کے سنگھاسن سے راجہ کے من کو حرکت دی۔ اور سنگھاسن پر بیٹھے بیٹھے دم کے دم میں راجہ نے
 ایک عمر کی عمر بسر کی جس میں اُس کی شادی ہوئی۔ لڑکے با لے ہوئے اور آخر وہ سفید بال والا بوڑھا آدمی ہو گیا۔ مطلب
 یہ ہے کہ جس طرح راجہ لون کے من نے اُسے ایک زندگی بھر کا تماشہ دم بھر میں دکھایا ہے۔ اسی طرح ہم جو اپنے
 آپ کو سمجھ رہے ہیں۔ اور دُنیا میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ یہ سب من ہی کے تماشے ہیں۔ اور خواب کی
 مانند ہیں۔ خواب میں دم کے دم میں ایک زندگی کا نظارہ نظر کے سامنے سے گذر جاتا ہے۔ نہ دیش کچھ چیز ہے نہ کال
 کچھ چیز ہے۔ بعینہ یہی حال عالم بیداری کا ہے۔ من کی دانائیں تمام تماشے دکھا رہی ہیں۔ من کے شانت ہونے سے سنار
 کا بھی اجماد ہو جاتا ہے۔ اور ایک آتم شاہی جیوں کی تیوں پر تیت ہوتی ہے۔

رُباعی
 آنکھوں پر نفس نے جو ڈالا پروا یکسر نظر آئی شاہد ستاں دُنیا
 جب سُر مہ معرفت لگایا ہم نے۔ تھی چار طرف ذات احد جلوہ نما

ہرناکشپ کا راجہ

از شریمان لالہ شام لال جی کھنہ بہار پوری ممبر لوگ سادھن انتریم چھپرہ
نٹس ایشور انک کیلئے

مجھ کو زمانہ سلف کی اک یاد آگئی
رقعہ ہزاروں سال کا ہے بھارتیش کا
طاقتِ زعم میں بھلا پریشور دیا
پر جا کو اپنی حکم یہ اُس نے سنا دیا
ہرناکشپ ہرناکشپ ہر دم رٹا کرو
میں پیدا کرنے والا ہوں اور مارنے والا
قانون میرا ایشوری قانون ماننا
میرے سوانہ ایشور تم اور جا سنا
بھٹنے تھے بھگت رام کے لاچار ہو گئے
کچھ قتل ہوئے اور گرفتار ہو گئے

لب پہ نہ رام نام کو لاتا تھا کوئی بشر
ظلم و ستم نے گوزبان ہر اک کی بند کی
ہر دم پکارتے تھے دکھی دل سے رام کو
جو روحِ جفا کی انتہا جب ہو گئی جناب
ہرناکشپ کے ظلم کا تھا ہر وقت خطر
دل میں ضرور کرتے تھے ایشور کی بندگی
املا ملننتے تھے سدا رام سے ہی وہ
متر سے گذر گئے جو ہرناکشپ کے پاپ

بھگتوں کی لاج تھی بچانی رام کو ضرور

اک منٹ نہ اٹھ سکے کہ ضرور

ہر ناکشپ کے گھر میں ہی پیدا کیا بھگت
 پر ہلا د اُس کا نام تھا ہے جانتا جگت
 جب کچھ بڑا پر ہلا د ہوا باپ نے سوچا
 پڑھنے کے واسطے اسے اسکول دوں بٹھا
 ہر ناکشپ کی پو جا تو بچوں کو دے سکھا
 ہرگز نہ رام نام کا ان کو پتہ لگے
 بچوں کو ایسی قسم کی تعلیم سدا دے

اک دن کا فکر اس طرح واقع ہوا ظہور
 گھر جا رہا پر ہلا د تھا ذی عقل باشعور
 مہار ایک رام کی پو جا تھا کر رہا
 غلطی ہوئی تھی ایک جس تھا وہ ڈر رہا
 کچے گھڑوں کے گھان کو بھٹی میں ڈالا تھا
 جب آگ جل چکی تو لگا اُس کو یہ پتہ
 راک بٹی کے نوزائیدہ بچے تھے گھڑے میں
 اب بھٹی میں وہ پک رہے تھے کچے گھڑے میں

دو ہاتھ جو رام سے تھا کہہ رہا مہار
 اس پاپ سے بچا لو مجھے جگت کے تاجدار
 پیدا کن جہان ہو تم سب کے باپ ہو
 جلوہ فکین ہو ہر جگہ یہ میرے ہاتھ ہو
 وہ کونسا ہے کام تو جو کر نہیں سکے
 گا گا کے گنا واد رشی منی تنک گئے
 اندھا بھی دیکھنے لگے گنگا بھی گا سکے
 لنگڑا پہاڑ لا لنگھ لے بہرہ بھی سن سکے
 ایسے اسمبھو کام کرنا تیرا کام ہے
 بٹی کے بچوں کو بچا تے تیرا کام ہے

پر ہلا د نے یہ ماجرا جو راسن لیا
 بولا تمہارا رام دیکھیں اب کریگا کیا
 بٹی کے بچے جو بچا تے رام نے یاں پر
 میں اُس کو مانوں ایشور اور سب بالا تر
 مہار سے پر ہلا د بولا اے بھگت سنو
 بھٹی سے گھڑے جب نکالو مجھ کو پتہ دو

جب چند روز بعد بھٹی ٹھنڈی ہو گئی
 پر ہلا د اُسے موقع پر تسلی ہو گئی
 بھگوان کی کہ پاپ سے گھڑا وہ بچا رہا
 نہ آج نہ آئی بٹی کے بچوں کو اُس جگہ
 زندہ ہی پچے نکل آئے آگ میں یوں
 بیٹھے تھے اپنے گھر میں ہی ٹھنڈی جگہ پہنچو

یہ دیکھ کر پر ہلا د نے نشہ وہیں کس

ہے رام سب کا ایشورائیک سب کا ہے پتا
وہ رام رام رام جینے لگ گیا جیتا ہوا یہ نام پاٹھ سالہ میں گیا
جتنے بھی پاٹھ سالہ میں لڑکے تھے پڑھ رہے ان سب کو کہا رام نام جینا چاہیے
استاد حال دیکھ کر حیران ہو گیا
پر ہلا دو کو یوں دیکھ پریشان ہو گیا

سمجھانے لگا دیکھو بچو ایسا مت کرو ہر ناکشپ کا نام ہی ہر دم رٹا کرو
اس کا جواب اس طرح پر ہلا دے دیا ہے میرے باپ کو بھی پیدا رام نے کیا
ہرگز نہ چھوڑوں رام نام سچا نام ہے
دنیا میں اس کے سوا سارا کچا کام ہے

جب ہر طرح استاد نے سمجھا بجھا لیا لیکن نہ دل پہ بھگت کے بالکل اثر ہوا
ہر ناکشپ کو حال سب جا کر سنا دیا سن کے یہ ساری بات راجہ تمللا اٹھا
بانک کو اپنے روبرو اس نے بولا لیا اور خوب لاڈ پیار سے سمجھا بجھا لیا
لیکن نہ کارگر ہوئی یہ حکمت عملی غصہ کا پارہ پھٹ گیا دس میں اور ڈگری

جلا دو کو ظالم پتانے یہ حکم دیا
اک مست ہاتھی چھوڑ دو اسکے جسم پہ جا جتنے تھے بعد اتریں ان کا دل ہی پھٹ گیا
پر ہلا دو کی ماما بھی روتی بیٹتی آئی اور بیٹے کو سمجھانے میں نہ کوئی کسر کی
لیکن چٹان کی طرح پر ہلا دو تھا کھڑا اس کے نہ دل پہ اس کا بھی بالکل اثر پڑا
جب کوئی چارہ کار ہی نہ باقی رہ گیا جلا دو پر ہلا دو کو دینے سزا چلا

لب پہ تھا رام نام دل میں دھیان رام کا
یوں چل دیا پر ہلا دو سچا بھگت رام کا
چھوڑا گیا جو مست ہاتھی بھگت کے اوپر ہاتھی نے اسے جھٹ اٹھا یا سونڈ کے اوپر
اپنا ہی بچہ جان ہاتھی نے بھی بار بار چوما بھگت کو اور لگا خوب کرنے پیار
یہ دیکھ کر یہ جا بھی ساری شیا دیاں ہوئی

اور بھگت کی عزت لوں میں بیگیاں ہوئی
ہر ناکشپ کو بات یہ اچھی نہیں لگی
اُس نے عجوبہ اس طرح دیکھا نہ تھا کبھی
وقار کا اپنے ہی اُس کو فکر پڑ گیا
ہل کا پردہ پھٹنے لگا اس سے ڈر گیا
گر جاوہ بھوکھے شیر کی مانند حُکم دیا

دربا میں جا کے پھینک دو بچے کو دو بہا
بچہ وہ سچا راجہ کا تھا دو بتا کہاں
گودی میں رہا رام کی ہی تیرتا وہاں
لہروں نے اُسے پھول کی مانند اٹھالیا
لاکر کنارے پر اُسے باہر بٹھا دیا
خالی گئی یہ وار بھی نہ کار گر ہو
مٹائے حکم بھگت کو پریت سے دو گرا

جلاد نے پریت سے جا پر ہلا دیا کوٹھکا
د ہلا نہ دل ولیر تھا دشواس کا پکا
پھولوں کی سیج بچھ رہی تھی نیچے میں
آئی نہ چوٹ بھگت کو اُس گہرے غام میں
اٹھ کر کے رام نام گاتا ہوا چل پڑا
ہلچل مچاتا کائنات میں نکل پڑا
آیا شہر میں اور چھاتی ٹھوک کر بولا

جب رام میرا کون مجھے مارنے والا

ہر ناکشپ کی بہن تھی اک ہو لگا نامی
تختی بھگت کے خزانے تختی کی مانی
اگنی نہ اُس کے جسم پر کرتی تھی کچھ اثر
تھا دیوتا کا اُس کو ہلا ایسا کوئی ور
ہر ناکشپ کے حکم سے وہ بھگت کو لیکر
جا بٹھی جاتی آگ میں بیخوف و بے خطر
پر ہلا دیا جلادوں کی تھا اس کا یہ خیال
ایشور کی کرونا درشتی سے لٹی پڑی چال

آئی نہ آج بھگت کو پر ہو لگا جلی

پر ہلا دیا گرا رہا تھا جوں نکلی کلی

جب کوئی بھی تدبیر یوں نہ ضرور ہوئی
ہر ناکشپ کے غصے کی نہ انتہا رہی
تتوار لیکر اٹھ میں ظالم نے یہ کہا
اس تخت نامہ نجا کو خود ہی میں لے لیا
اک بوسے کا تھمبہ تپایا آگ سے اُس نے
اور لال انگارہ بنایا آگ سے اُس نے

لح
طرف

یایوں کہو انجام تھا یہ اُس کی شان کا
تھمے کی اور جب گئی پر ملاو کی نظر
بے خوف اُس کو چیونٹی نے ایسا بنا دیا
جھٹ بڑھ کے بغیر مٹا وہ ستون سے
نرسنگھ کا اوتار ہوا جھٹ ستون سے

تھا شیر کا منہ اُنکا اور تھا آدمی کا دھڑ
سب دیوتا بھی آسمان پہ کانپنے لگے
ہرناکشپ تھا خوف کے مارے ہی مر رہا
لمبی زباں نکال کر نگوں چاٹنے لگے
نرسنگھ جی کے تیج سے پتنے لگا جہاں
ہنکار سے غصے کی لگا پھٹنے آسمان

دو تھوڑے جھگ پر ملاو تھا کھڑا
بھگوان بولے بھگت میں تیرا رنی ہوا
گودمی میں اپنے سچے کو بھگوان نے لیا
ہرناکشپ کے ظلم کا یوں خاتمہ ہوا
سب دیوتا برسانے لگے پھول جھوم جھوم
شمر ہا کے پھول شام بھی ہمارے آج
نرسنگھ دیر ملاو کے گن گارے آج

ایشور
کے

از قلم جناب لالہ دولت رام صاحب پوری منسٹر لی اے بی۔ لی۔ گوجرانوالہ

آگ میں گر کر بھی جاتی نہیں
ہوں خزانے بھی تھی لیکن نہ توڑیں قول کو
میں بہادر جو نہیں ڈرتے وہ تیغ و تبر سے
شیر کو بندھوں قفس میں پھر بھی آنند شیر ہیں
کھٹکے کو بندھیں کھٹکے نہ کھلا مضطر بنا
کاٹ دو گردن حقیقت واقعی جاتی نہیں
دھرم پر سب کچھ لٹا کر بھی کمی آتی نہیں
دھرم کی ہانی مکران سے سہی جاتی نہیں
مر کے بھی دہشت ملے ان کی سہی جاتی نہیں
دھول ڈالے سے بدر کی چاندنی جاتی نہیں

شہید

ساچا پریم تس انتر جائے — ست ساد ہو کی سیوا لاگے
 ست است کا تر نہ پائے — پریم مہر وپ تب انتر آئے
 سہج بھائے اک نام پیار — پرگٹ ہوئے پریم انبار
 سو اس سو اس ہزار نام کھائے — ایک مہر قی انتر ٹھہرائے
 سنگور جگتی من پون کو چھپے — اُرودھ کنول پریم رس بیگے
 پریم پینچ اسخند دھنکار — گرجے انتر دوسو بیں دوار
 کایا تیاگ من شہید رمینا — ساچا پریم تس گورکھ جینھا
 اسخند ناسنگ ورنی ایک — ساچے پریم کاسن ٹوں لبیکھ
 ادھک بیراگ جیون گئی سہس — پرکھ نرالم پر سا ابنا س
 نت ہی نت مہر قی پر مین — اتم رس انتر مائیں چین
 سہج بھائے من آوے ٹھور — اتم رس پیوے گھنگھور
 گرجے ناومیگہ سمان — مہر ت سمانے کرے پریم پہچان
 اندری وشیوں سے بھیا اتیت — پریم مہر وپ پائے شہید پونیت
 نو دوار میں مہر قی ٹھاکے — دسواں کھولے تب پریم کو چاکے
 لگن مہر وپ پریم کا تھاؤں — گورکھ پرچے لے پر بھکا ناؤں
 انخر بیلا انتر پر گاسے — پیوے پریم بھو نرواسے
 روم روم میں ہوئے دھنکار — آپ تیاگ لکھے پریم کی سار
 پن مدرائے ہوئے متوال — ساچے پریم کی انتر روال
 اپنے آپ سے بھیا اتیت — ابگت پریم کا گاوے گیت
 جس گھٹ انتر ناد پر گاسے — سار پریم سو پرکھ بتلا سے
 انتر ناد نہر نتر بانی — آکھ پریم کوئی ویر لا پہچانی
 پریمی جگت مکت کا دانا — مٹھیا جگ میں کر می سا پہچانا
 اپنے آپ میں با ہو بسرام — پریم پر ساد پر سا ست دھام

دل اگر سچا ہے پھر بدنام کیا نام کیا

از شری سوامی شہنشاہ جی مہاراج نیشک برہم چاری مصنف کتب کشف القلب آتم رس بھناولی وغیرہ

دل اگر خدا سے کام ہے کچھ پھر جہاں سے کام کیا
پھانسنے کو تیرے مورکھ اور ہو گا دام کیا
روح کا رشتہ ہے تو پھر خاص کیا اور عام کیا
پھر مروت سے کاٹو کرے گا بام کیا
پھر شکایت کرتا ہے تو کُفت و آلام کیا
بے سے ہم کو غرض ہے پختہ کیا اور خام کیا
لازمی جانا ہے اگر تو صبح کیا اور شام کیا
ذات مطلق کے لئے آغاز کیا انجام کیا

دل اگر سچا ہے پھر بدنام کیا اور نام کیا
گر تو ہے جذبات نفسانی کے پھٹک میں پھنسا
جسم کے رشتے کو تو ہرگز نہیں مہت قیام
گر خدا کے عشق میں مجبور اور سشار ہے
عیش و عشرت نیموی ہے گرتے دل میں بسی
اہل دل کے دل میں ہی اپنا ہے یار و گھر بنا
ہر گھڑی تیار رہنا کر مہمت کس کے تم
اپنا ہے رشتہ اسی سے جو کہ بے رشتہ ہے

اے شہنشاہ جو پھنسا ہے خواہشوں کے میاں

اور پھر اس کا کرے گی گردش ایام کیا

من کی جی (ہندی) سرباس کاشف القلب (اردو)

(متمم جیون پتر مصنف اقدس شری پرہم سنت شہنشاہ جی مہاراج)

اس پرکھ کے اگر ایٹور پرتی یا پرہم آئند کے محل کا آسان و نزدیک ترین زمینہ کہا جاوے تو بجا ہو گا نہ اروں جی کے
فائدہ اٹھا چکے ہیں زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں آٹھواں ایڈیشن ضخامت پانصد صفحات سابقہ ایڈیشن کی نسبت یکصد
صفحات زائد کاغذ لکھائی چھپائی وغیرہ دیدہ زیب قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے - سپر بچول ڈونرڈ - انگریزی اردو قیمت لکھ آنے

श्रीनृसिंहदेव



कोपादालोलजिह्वं विवृतनिजमुखं सौमसूर्याग्निनेत्रं पादादानामि रक्तप्रभमुपरि सित भिज्जद्वैत्येन्द्रगात्रम् ।
विज्जद्वैत्येन्द्रगात्रम् । नृसिंहम् ॥

پیشانی کی دشن کی آس

از قلم جناب مہدی راج جمعیت اے بہل سچا انداز کوہزوالہ حال اردو لائسنس دکن کراچی

کہاں ہیں وہ مری منوہر گنہ گاری
صداجن کی منہی کی کانوں میں آئی
زمانہ فدا ہے تصدق خدائی
انہوں نے یہ مشطی رچی ہے رچائی
میں اُن کا طلبکار دیدار رہتا

کریں اپنی کربا میں مدت سے پیاسا
مجھے پیاس دشن کی تیرے لگی ہے
پناں درس رہتی سدا بے کلی ہے
چہل تیرے دیکھوں تمنا یہی ہے
پر بھومری ہنستی سنو عاجزی ہے
ہوئیں مدتیں میں تڑپتا ہوں رہتا
درس دینا جلدی سدا یہ لگاتا

پناں درس نہیں چین کل مجھ کو آتا نہ
کھانا ہی بھاتا نہ پہر نہ چاہتا
تیرا نام جپتا میں اوروں جپاتا
تیرے کیرتن کا میں چرچا سنا تا
تیری بانی امت کی یہ رس بھی ہے

جو ہر دم دم دم زباں پر میری ہے
تیرے پریم کا مجھ کو چٹکا لگا ہے
رہوں تجھ پہ بائیل یہی التجا ہے
نہ لگتی کی اچھا میری بر ملا ہے
بھکتی میں رس کتنا دیکھو بڑا ہے

ملے مجھ کو یہ ہی یہ نعمت بڑی ہے
 نہ اس سے زیادہ کوئی بہتری ہے
 میں شیدائی تیرا ہوں تیرا دیوانہ مجھے من کے مندر میں درشن دکھانا
 یہی تیرا مسکن یہی ہے ٹھکانہ یہی گیان گیتا کہ خود میں سمنا
 مجھے پریم کی تھوڑی مستی ہی دے دو
 بھکاری کھڑا تیرے در پہ ہوں دیکھو
 مجھے پریم کی بھیک دینا پیارے میں تیرے توکل میں تیرے سہارے
 تیرے گیت گاؤں صبح شام پیارے لکھوں لیکھ جتنے میں سارے تمہارے
 یہی ہے تمنا یہی دل لگی ہے
 تیرا شوق ہووے یہ محفل بڑی ہے
 میں گرتا ہوں سوامی کھڑا ڈگمگاتا مجھے تھام لینا میں تیرا پیار
 تیرے نام کی میں ہوں مالا پھرتا ، کرو کرپا اپنی میرے دینا نا تھا
 یہ جیون کی نیا کنارے لگا دے
 مجھے اپنے چرنوں کی بھگتی و لاوے
 کرشن اے پیارے گھنٹا نام تارے بسو دیو مندن جسودھا کے پیارے
 تیرے درس کے ہیں پیارے نطارے خدام پہ جاؤں ہو میرے سہارے
 تیرا ورد ہر دم زباں پر میری ہے
 تو ہی سچا نند الفت تیری ہے

محب

پیری بھائیوں کے پریم پیروں کے جواب میں۔ (از جانب میری لال چوڑی گوجرانوالہ)

کئی ایک پیری بھائیوں نے میری دہرم پتی کا شعر پر شانت ہونے پر افسوس و ہمدردی وغیرہ کے مراسلات بھیجے ہیں جن کے لئے راقم ان کامنوں ہے۔ اور ساتھ ہی اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ دنیا مانند ایک مہارے یا مول کے ہے۔ اس میں چار آتے ہیں۔ اور چار چلے جاتے ہیں یہی اس کا ناوی دستور ہے۔ پھر خوشی کیسی۔ اور غمی کیسی؟ دیا سا گہر پر مہتا جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنے پیر کی بھلائی کے لئے ہی کرتے ہیں۔ اور شکہ و دھوکہ کا تعلق کیوں من سے ہے نہ کہ دنیاوی یا ظاہری اقبال مندی وغیرہ۔ پس ہر حالت میں صابر و شاکر رہنا ہی مول منتر ہے۔ کیونکہ دنیا میں سوائے قرار کے سب چیز بیکار و بیقرار ہی تو ہے

نہ شکہ کو بے قرار نہ دھوکہ کو قرار ہے
اس گھر میں چار آئے چار اٹھ کھڑے ہوئے
ہیں سب سوار کشتے عمر رواں یہاں
اس تختہ ہستی پہ ہے چو سہر نہ کچھی ہوئی
ہے چھان بین تیری عبث اے سکندر
اڑتے ہیں کہیں چھپے نامے کہیں مجھے
مختر کہیں پیا ہے کہیں شادی کی ٹھوم
پڑتے کہیں قصے کہیں مرتے پڑھیں
اس گشت ہستی میں کہیں گل ہیں کہیں خار
جب ہے ہی دستور تو پھر غم میں کیوں مریں
جی کر کوئی ہے خوش کوئی مرید کا غم کیسے

جو چیز ہے دنیا میں سو وہ بے قرار ہے
جانے یہ تار کب سے یہاں بے قرار ہے
آتا ہے کوئی وار کوئی جاتا پار ہے
ہوتی ہے کہیں جیت کہیں ہوتی ہار ہے
دار جہاں تو بھرنا پیدا کنار ہے
ویرانہ ہے کہیں و کہیں لالہ زار ہے
بستی کہیں خزاں ہے کہیں پر بہار ہے
صدر حمیتیں کہیں ہیں کہیں مار مار ہے
ہوتا ہے کوئی شاد کوئی سو گوار ہے
گذر خزاں ہے واں پہ جاں آتی بہار ہے
لیکن ہمیں تو یار ان دنوں سے علا ہے

رنج و الم بے سود ہے تیراے شہنشاہ

غم و آہ انہم چند خوش ہے

توئے کہاں؟

از شریان بی۔ آر۔ دھیر ملودوی۔

(۱)

سنا ہے ہر شے میں تیرا جلوہ ہے۔
من روں کے ناقوس تیری یاد میں بیقرار
صبح و شام ایک شور سا برپا کر دیتے ہیں۔
تیرے چجاری۔ بڑی بڑی مالاہیں۔ شجھیں لئے
لبے لبے تک لگائے تیری یاد میں۔ تیری تلاش میں
سرگرداں ہیں۔

مسجدوں میں کھڑے مولانا تجھے پانے کی اُمیدیں
زور زور سے اذانیں دیکر تیری یاد کو رہے ہیں۔
پہاڑوں کی گچھاؤں میں۔
دریاؤں۔ ندی۔ نالوں کی روانی میں۔
پھول کی پنکھڑیوں میں۔
ہر شے میں تیرا نور ہے۔ مگر۔
تلاش کے باوجود معلوم نہ ہو سکا کہ

توئے کہاں؟

جب چاروں طرف چاندنی انبیا نور بکھر رہی ہو
تمام کائنات عالم سیٹھی نیند کے جھوٹے جھوٹے
چاند اپنی پوری شان سے چمک رہا ہوتا ہے۔
پریمی پریم میں مست۔ دُنیا و ماہنیا سے بے نیاز ہو

(۲)

بھونرے۔ پھولوں پہ پاگل مستی میں بیخود
کوئل دن بھر کو کوئل کی صدا گانے کے بعد۔
پریم بھرے راگ گانے کے بعد خاموش ہو جاتی ہے
پریم کا متلاشی۔ پریم کی تلاش میں۔ پی پی کی صدا
لگتا ہوا

پہلیا پریم کی نیند سو جاتا ہے۔

مگر میں..... ہاں..... ہاں..... میں.....

اسوقت

اکیلا تیری یاد میں بیقرار کر دیتیں بدلا کرتا ہوں
چپ چاپ۔ خاموش سوچا کرتا ہوں۔
کہ کیا نہیں سمجھی تمہیں پا بھی سکوں گا۔
اپنے آپ کو تم میں جذب بھی کر سکوں گا۔
میں نے سن رکھا ہے۔ کہ تم بے نیاز ہو۔
سرزدے میں تیرا نور ہے۔

ہر شے میں تیرا جلوہ ہے۔

تم سب جگہ موجود ہو۔ ہر جگہ ہو۔

میرے پاس بھی۔ میرے دل کے اندر بھی۔

شاید میرے من میں بھی۔

میرے گھر پر قبضہ کر کے مجھے ہی بے گھر کر رہے ہو

شاید کہ میں تیرے پریم کے یوگیہ نہ ہوں۔
میں اپنا آپ تیرے ارپن کرنا چاہتا ہوں۔
تباؤ نہ کہ۔

تم ہو کہاں ؟

تم سب کچھ ہو۔

رحیم ہو۔ غفور ہو۔ ظالم بھی۔ مظلوم بھی۔
سو بھی اور نہیں بھی۔ کرتا بھی۔ کرتا بھی۔
اسے سرور کا ثنات۔ اسے مالک دو جہاں۔
لکھتا تباؤ۔ کہ کیا میں نہیں پاسکتا ہوں۔
میرے محبوب۔ کچھ تو جواب دو۔ ہو ہو۔
اپنے پریم کا۔ اپنے متلاشی کا دل تو رکھنا ہی ہوگا
میرے مالک۔ تم نے پریم بھرے من کی آرزو تو سن
ہی لی ہوگی۔

مگر تم خاموش کیوں ہو۔ کیا میری صدا۔
بہرے کانوں پر سنی جاتی ہے۔ سدا ہی دنیا کا پاک
باپ اپنے بچے کی آواز پر خاموش ہے۔
جب کبھی دیا کل ہو کر رات کی خاموش فضاؤں میں
اپنا آپ بھلا کر۔ یہ سوچتا ہوا۔ کہ
شاید تمہیں پاسکوں۔ ڈھونڈھ سکوں۔
میں اکیلا۔ دور۔ دنیا کی رنگینیوں سے دور۔
اس مطلبی۔ دھوکہ باز۔ فریبی دُنیا سے پرے۔

پہاڑوں کے درمیان۔ جہاں برف
پانی بن کر۔ تیری یاد میں بہہ رہی ہو۔
چشمہ کا سرور پانی اپنی مستانہ روش سے۔
اٹھکیں دیاں کرتا ہوا۔ تیری یاد میں مقرر۔
اس سے ہاں۔ ہاں اُس سہمانے سے میں۔
جہاں آبشار کی آواز کے سوا۔ ہو کا عالم ہو۔
فضا مالک اس کا ہو۔ تیرے ہی ہاں۔

وہاں لے جائے۔ اور پھر بھی تو نہ ملے۔
تو بے اختیار۔ من کی ہونک۔ آواز دیتی ہے۔ کہ
تم ہو کہاں ؟

تیری یاد رہ کر ستاتی ہے۔
آنکھیں تر ہو جاتی ہیں۔

آنسوؤں کا سیلاب سا اُمڈ آتا ہے۔
مگر یہ آنسو۔ نعم کے آنسو۔ فرقت زدہ آنسو۔
آنسو نہیں۔ تمہارے پریم کے انمول پھول ہیں۔
قیمتی جواہر پار سے ہیں۔ وہ پھول۔
جو صرف تمہارے ہی قدموں پر چڑھا جاتے ہیں
مگر کیا تم سو بیکار کرو گے۔

اس ناپیز پریمی کی انمول بھینٹ۔
میں رہ رہ کر اپنے من سے پوچھتا ہوں۔
خوبصورت پھول سے سوال کرتا ہوں۔
کہ کہیں میں کوئی دیوانہ تو نہیں ہو گیا ہوں۔
کیا میں سودا ہی ہوں۔ کسی کی محبت میں پاگل۔
پھول ہنس دیتا ہے۔ اپنی
پنگھڑیوں کو کھول کر میرا منہ کھکھکا اُڑاتا ہے۔

تیرے میرا مذاق اُڑانے کے لئے۔
آپس میں آنکھ چھلی کرنے لگتے ہیں۔
اور اوپر آسمان پر۔ اس نیلے سماں پر
چاند بھی ہنس دیتا ہے۔ میں دیوانہ ہوں نہ۔
گویا تمام کا ثنات میرے وحشی پن سے۔
بدلا کر جھاگ اٹھتی ہے۔

لکنا پر لطف اور پُر از مسرت ہوتا ہے وہ سمہ
تمہاری تلاش میں اپنے آپ کو کھود دینے کا جذبہ
اور میں۔ اس وقت سب کچھ بھول کر۔
تو میرا دل میرے منہ کے کھلا ہوا ہے۔

ملا گیا کہ بھی تو تم سے دور ہو

کیا میں سچ یا کج ہوں

تہیں اور حرف تہیں

ان خود خرم ہنسموں کو

دنیا دلوں کو۔ ساری دُنیا کو

کے لئے

تو

ہیں جان سکتا

ہیں نہیں پاسکتا

سی حرّی میاں محمد لوطا

الف

ایس پریم دے نگہ اندر ڈھٹے دسدے کٹھڑی جان والے !
 دوارے عشق دے بیچھ کے کرن پوجا ڈھٹے حافظ او خاص قردان والے
 سولی سارے سرے تے بھار شکن ڈھٹے یار دا بھید سنان والے
 خاک چار دے بولیا عشق تیجھے ڈھٹے ولی کمال سدان والے

ب

بہت دراز اوہ برج اچھا جتھے عشق دے جھنڈے جھلے دے نی
 ایہ عشق بازار بیار ڈانڈا جتھے سوڈے سراندے تلک دے نی
 چرن کالے ماتی ولس گرنے عاشق بھور مشتاق جو بھلے دے نی
 قیدی عشق دے بولیا لین ترے گلوں زلف دے طوق نہ کھلے دے نی

ت

تکلیا یار دی زلف اندر پیا چسکا نور کوہ طور والا
 بھلے موش تے عشق دا جوش ہو یا کیتا نوش پیلا منصور والا
 دے سکھ تے جھوڑا می دکھ پائے کیتا دج ایہ بہت قصور والا

ث

محمد بولیا روندیاں سرگزری کرے ترس نہ یار غم دور والا
 ثابت رہی نہ عقل میری پیتا جام جاں شوق شراب تھیں میں
 گیا بھل اسلام دا نام مینوں ستیا راگ جاں عشق رباب تھیں میں
 آیا بھلے عشق ایمان کو لوں مسئلہ ویکھیا عین کتاب تھیں میں
 رکا بولیا عشق تھیں شوق جدوں ڈھٹا یار محبوب نوں خواب تھیں میں

ج

جا ڈھٹا سو منا بہت خانے مہتے تلک تے بغل قردان دسد
 اک مہتے مالا اک مہتے تبیح نہ اوہ منہ دوتے نہ مسلمان دسد
 کیتا یار دا مذہب قبول میں بھی اسدے وچ اسلام ایمان دسد
 محمد بولیا چمکا ہر طرفں جلوہ یار دا وچہ بہان دسد

ی

درس پریت پریم والے پردے پٹیاں پیر معان ڈھٹے
 بھڈا سبق تے مہور دھیان بچوں اُلفت الف دیو چہ حیران ڈھٹے
 لماں علم ایہ پٹیاں عمل باجھوں نکلے نام دے تے قربان ڈھٹے

برائی کا بدلہ بھلائی !

از شرمیکان نپٹت و شہودت جی شرماء

آج ہم اپنے پیارے احباب کو اُس وقت کی ایک کہانی سنائیں گے جبکہ بھارت ورش ترقی کی چوٹی پر چڑھا ہوا
 بہشت بریں سوڑک کا دُطف لے رہا تھا۔ ہر طرف آزاد، بے فکر اور با امن تھا۔ اس کے کیرکیر کا معیار سب سے
 بلند تھا اُس کی دھوم چار دانگ میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ صدائیں ممتل تھا۔ اس کی مستقل مزاجی انسانی تھی۔ اس کے
 ارادے اور برداشت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں کے لوگ بڑے متمول۔ ایمان دار اور با اخلاق پر عظمت
 اور پر شوکت تھے۔ ہر طرح سے مستعد مویشیاں تھیں۔ ہر فن میں بیدار تھے۔ صنعت و حرفت میں بالکل۔ تجارت
 میں با جلال۔ دولت میں لازوال تھے۔ فساد اور جوان خوبصورت و رعنا تھے۔ بہادر تھے دلیر تھے۔ دل شیر تھے۔
 ہمت میں جرات میں شجاعت میں لامثال تھے۔ ملک بڑے بڑے عالموں اور فیصلوں کا مسکن تھا۔ ممالکِ نجیب کا
 نامع تھا۔ یہاں کے تجار دور کے ملکوں اور ٹاپوں میں جایا کرتے تھے۔ آج کل بمبئی اور کلکتہ جیسے عظیم الشان
 اور نامور شہر بھارت ورش میں انیک تھے۔ جن میں باہر کے بیوپاری گھومتے پائے جاتے تھے۔ بڑے بڑے
 شہر دس میں تجارت کے کارن خوب رونق اور چل پھل ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں کی حالت
 بہت اچھی تھی۔ راجہ اور پرجادوں ایک دوسرے کے دلاوہ تھے۔ سکھ اور شانتی کے جیون بسر ہوتے تھے۔
 بدھ دھرم کا یہ درمیانی زمانہ تھا۔ بدھ دیو کی سکھشا کا پوتر۔ شانت اور دیانہ گیت گھر گھر سنائی دیتا تھا۔ بڑے بڑے
 راجہ ہماراجہ اس کے پاکیزہ مشن کی تکمیل میں تن و اور دھن سے لگے ہوئے تھے۔ ہزاروں بدھ شرمین اپدیشک ہر
 طرف اپنے دھرم کا جھنڈا لے کر چار کرتے پھرتے تھے۔ جتنا پختہ بنارس کی طرف جانے والی سڑک پر ایک گاڑی جا رہی
 ہے جس کا گھوڑا بہت تیز ہے۔ گاڑی پر صرف دو آدمی بیٹھے ہیں۔ ایک تو مالک ہے دوسرا نوکر۔ مالک کے لباس سے
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دولت مند تجار ہے جو کہ کسی خاص کام پر بہت جلدی منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ بارش ہو
 کر تھی ہی تھی جس سے گھنڈی ہوا چلتی شہر ہو گئی لیکن بادلوں کے پھٹ جانے سے دھوپ نکل آئی ہے جس سے آفتاب
 کی سنہری دُور پہلی کرنیں روئے زمین پر نہایت خوبصورتی سے پھیلی ہوئی ہیں۔ درختوں اور پودوں کے پتے ڈھل کر ہیر
 سبز نکل آئے ہیں۔ جو کہ ہوا کے خوشگوار چھونکوں سے خوب ہلہل رہے ہیں۔ پرکرتی دیوی۔ قدرت کاملہ نے ایک جیشال
 اور پرتکھٹ زیورات سے آراستہ کر رکھا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز ہونے کی وجہ سے گھوڑے کے قدم ذرا اُست
 ہو گئے۔ مالک نے دیکھا۔ کہ سڑک کی پٹری پر ایک بدھ شرمین گردن نیچے کئے ہوئے پیدل جا رہا ہے۔ اُس کے پُرجلال
 چہرے سے شانتی۔ پاکیزگی اور مبہوتانہ چمک رہی ہے۔

اُس کے دیکھتے ہی مالک گاڑی کے دل میں اُس کی عزت و توقیر کا خیال پیدا ہوا۔ سوچنے لگا۔ چال ڈھال سے تو کوئی ہمتا معلوم ہوتے ہیں جو پاکیزگی و محبت اور دھرم کا اذکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے سچے ہمتاؤں کے دیدار شفقت کو عالموں نے پاہن اور لوہے کے ہلاب کی نسبت دی ہے جس طرح پارس کے چھوٹے سے موہا سونا ہو جاتا ہے اُسی طرح ان ہمتاؤں کے درشتوں سے ابھار کا بھی بھاگہ وان ہو جاتا ہے۔ بد قسمت بھی خوش نصیب ہو جاتا ہے۔ اگر اس شرمین نے بھی بنارس جانا ہو اور میرنگاری پڑھنا منظور فرمادیں تو مجھ سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو سکتا ہے۔ جس سے مجھے اُمید ہے کہ ان کی سنگت سے مجھے بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ سوچ کر سیٹھ نے شرمین جی کو برسی عجزی سے منسکد کر کیا اور گاڑی میں بیٹھنے کی التجا کی۔ جس پر وہ بیٹھ گئے ہوئے۔ آپ نے مجھ پر بڑا بھاری ایکار کیا ہے جس کے لئے میں آپ کا از حد ممنون احسان ہوں۔ میں بہت عرصہ سے پیدل چل رہا ہوں۔ جس سے میں تھک گیا تھا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ شرمین لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز تو رہتی نہیں جس کو دیکر آپ کے احسان سے سبکدوش ہو سکوں۔ ہاں اگر آپ چاہو گے تو پرہم گورو ہمتا بدھ دیو جی کے ایدیش روپی، بے انت، بے بہا خزانے سے جو کچھ اکٹھا کر سکا ہوں دیکر اپنی گردن سے بار احسان اتاروں گا۔ سیٹھ اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔ کہ اُس کا وقت خوشی میں گزرتا ہے گا۔ کچھ نہ کچھ روہانی غذا بھی ملے گی۔ چنانچہ بڑے شوق سے شرمین جی کے امدول رتنوں کو اپنے دل کے نہ خانے میں جمع کرنے لگا۔ گاڑی برابر چلی جا رہی تھی مگر ایک لٹیب میں مینج کر بکھری کر لی کیونکہ وہاں ایک اور بیل گاڑی کھڑی تھی جس سے راہ بند ہو گیا تھا۔ یہ گاڑی ایک کسان دیول لئی تھی جس میں چاول لاد کر وہ بنارس جا رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ دن نکلنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے مگر دھرنے کی میخ نکل جانے سے گاڑی کا ایک پہیہ نکل کر گر اُٹھا تھا۔ اور دیول اکیلا تھا اس لئے بہت کوشش کرنے پہ بھی وہ اپنی گاڑی کو درست نہیں کر سکتا تھا۔ جب سیٹھ نے دیکھا کہ جاٹ کی گاڑی راہ سے ہٹائے بغیر آگے بڑھنا مشکل ہے تو اُس نے بڑے غصے سے اپنے نوکر کو کہا کہ گاڑی سے چاول کے بوئے نیچے چھینک دے اور گاڑی کو ایک طرف کر کے اپنی گاڑی کو آگے بڑھا۔ کسان نے جب یہ سنا تو بڑی عاجزی سے بولا۔

کسان :- ”ہاتھ جوڑ کر“ میں غریب جاٹ ہوں۔ بارش کے سبب سے کیچڑ ہو گیا ہے۔ آپ درمہربانی کیجئے میں ابھی اپنی گاڑی درست کر کے راستہ چھوڑ دوں گا۔ ورنہ میرے چاول خراب اور برباد ہو جائیں گے۔ لیکن اس کی اس عاجز عرض پر مغرور سیٹھ نے کچھ دھیان نہ دیا اور کرک کر اپنے نوکر سے کہا۔

سیٹھ :- کیا دیکھتا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل میں تاخیر کیوں ہے۔ نوکر نے فوراً بوروں کو کیچڑ میں پھینک دیا۔ گاڑی کو ایک طرف دھکیل کر اپنی گاڑی آگے بڑھا کر ہانک دی۔

ہائے افسوس! اس مغرور دنیا میں غریب کا کوئی مددگار نہیں۔ نشہ دولت میں چور اپنے معمولی فائدے کے لئے دوسرے کا سب کچھ برباد کر دینے والے ہمارے دو متمندوں کی اُس بذت بھی کمی نہ تھی۔ مفلس تلاش کی رکشا کرنے کی بجائے ٹوٹنے والے امیروں سے یہ دنیا کبھی خالی نہیں رہی اور شاید آئینہ بھی نہیں رہے گی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ اُس وقت بدھ ہرم کے شرمینوں کا دست شفقت فریوہوں اور محتاجوں کی مدد کے لئے ہر وقت دراز رہتا تھا اور ہر ایک انسان کے ساتھ

کے کاموں میں لگاتے تھے۔ جب بیٹھ جی کی گاڑی آگے بڑھی تو ٹرمن ناروگاڑی سے اُترا اور بولا۔

ٹرمن :- سیٹھ جی کشمکاشنا کرنا۔ اب میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے بڑی ہر بانی اور عنایت سے ایک گھنٹہ تک مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا۔ جس سے اب میری تھکاوٹ دور ہو گئی ہے۔ اگرچہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں آپ کے ساتھ اور بھی سفر کرتا مگر میں آپ کے اس تشدد کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جو آپ نے اس غریب کسان کی گاڑی کو اُنسا کے خود آگے بڑھائی۔ اور اُس کے چلوں کے بوروں کو کچیر میں پھینک نقصان پہنچایا ہے حالانکہ وہ بھی آپ کی طرح انسان ہی ہے اور آپ کے بزرگوں کی ہی اولاد ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی ہوگا۔ اسلئے آپ نے جو مجھے پر اُپکار کیا ہے اُس کے قصہ میں اس جاٹ کی حفاظت کر کے پہنچاؤں گا۔ کیونکہ اُس کا جو فائدہ ہوگا وہ ایک طرح سے آپ کا ہی فائدہ ہے۔ یعنی اُس کی خوش قسمتی سے آپ کو بہت گہرا تعلق ہے۔ مگر آپ نے اُس کو جو دکھ پہنچایا ہے اُس سے آپ نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور میرا اب یہ فرض ہے کہ آپ کو اس ہونے والے نقصان سے بچاؤں۔ اور بھلا کروں۔ وہ اس طرح ہوگا کہ میں اپنی ساری طاقت خرچ کر کے جاٹ کی مدد کروں۔ لیکن سیٹھ نے فوراً بھی وہ بیان نہیں دیا۔ اور یہ سوچنا ہوا آگے بڑھا کہ ٹرمن لوگ حد سے زیادہ جملہ ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تشیب و غم سے زکوکیا سمجھیں۔

ٹرمن نارو واپس گیا اور جاٹ کو ننگا کر کے اُس کی گاڑی درست کرنے میں مدد کرنے لگا کچیر میں پڑے ہوئے چادر اٹھ کر کے الگ بوری میں ڈالے۔ بوروں کو لاد دیا گیا۔ ایک ایک دو گیارہ ہوتے ہی ہیں۔ دونوں کی محنت سے کام جلدی نہٹ گیا۔ جاٹ دل میں سوچنے لگا۔ واقعی یہ ٹرمن بڑا پر اُپکاری تھا۔ جس کی مدد سے کام نہایت آسانی سے سرانجام پا گیا ہے اور اتنی جلدی کہ مجھے خود تعجب ہو رہا ہے۔ نہ جانے میری مدد کو اس ٹرمن کے لباس میں کوئی غیبی دیوتا آیا ہو۔ سادہ لوح اور غریب مزاج کسان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

کسان :- ٹرمن دیو ہمارا ج! جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سیٹھ کا میں نے کوئی نقصان نہیں کیا اور نہ ہی آج تک میں نے اس کی کوئی بُرائی ہی کی ہے۔ لیکن آج اس نے میرے ساتھ سختی اور بے عزتی کا کیوں کر کیا کیا اُسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ کرپا کر کے مجھے بتائیے۔ اور میرے غصہ و درد کو شانت کیجئے

ٹرمن :- بھائی اسوقت تو جو کچھ بھوک رہا ہے۔ یہ تیرے پورے کاموں کا پھل ہے۔ گزشتہ اعمال کا نتیجہ ہے یعنی جو پہلے بویا عتاب کاٹ رہا ہے۔ اس میں کسی کا قصور نہیں۔

کسان :- ہمارا ج! کرم کیا کرپا کر کے ذرا اچھی طرح سے سمجھا دیجئے۔

ٹرمن :- بادی النظر میں تو دراصل انسان کے اپنے ہی کرم ہوتے ہیں۔ جن کو کرم کہا جاسکتا ہے اور وہ فعل اُس کے اس جنم کے پزیر پہلے جنم کے کئے ہوئے کاموں کی ایک مالا ہے جس کے منکے رُوپی کرم جو طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں موجودہ کئے ہوئے افعال کے ہمیر پھیر سے بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے جو ہم سمجھوں نے پہلے پہلے یا کئے کرم کئے ہیں ان کا پھل ہم اسوقت بھوک رہے ہیں۔ اور اب جو کرم رہے ہیں ان کا پھل ہمیں مستقبل میں بھوگاں پڑے گا چنانچہ اس اثنا میں کسان نے بیل جوئے اور گاڑی لٹک دی۔ حقوڑی ہی دور آگے بڑھی ہوگی کہ اچانک

چیز کو دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھائے پر بھٹو! یہ سانپ کی طرح کیا پڑا ہے۔ شرمین نے غور سے اُس کی طرف دیکھا اور جا کر اُس کو اُٹھا لیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ انٹرنیوں کی بھری ہوئی لمبی سی پتیلی ہے۔ یقیناً اُس کو خیال ہوا کہ مٹھتی سوائے اس سیٹھ کے اور کسی کی ہو نہیں سکتی اور اُس کی سان کے حوالے کر کے کہا۔ بجائی۔ جب آپ بنارس پہنچے تو یہ پتیلی اُس سیٹھ کو دے دیں۔ اُس کا نام پانڈو جوہری ہے۔ اور نوکر کا نام جہاپت ہے۔ آپ کے ایسے جس سلوک سے وہ اپنے اندر سخت نادم اور شرمندہ ہو گا۔ اور اپنے اُس بُرے سلوک پر سخت افسوس کرے گا جو اُس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا کہ آپ نے جو کچھ میرے ساتھ اچھا یا بُرا برتاؤ کیا تھا۔ اُس کو میں بخوشی دل سے بھلاتا ہوں۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ کو بیوپار میں خوب فائدہ ہو۔ بجائی! میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی قسمت کا فیصلہ اُس کے فائدے پر منحصر ہے۔ کیونکہ جب بیوپار کی ترقی ہوگی آپ کی قسمت کا تارہ بھی خوب چمکے گا۔ اس کے بعد پر اپکار کا جسم اوتار اور دور اندیش نارو شرمین یہ سوچتے ہوئے پیدل ہی آگے بڑھے چلے گئے۔ کہ اگر جوہری میرے پاس آیا تو ہر ممکن طریقہ سے اُس کا بھلا کرنے کی پوری پوری سعی کروں گا۔ یعنی اپڈیشن کر کے اُس کو اصل نشیہ تیار دوں گا۔

شہر بنارس میں ایک شخص مسی ملک رام رہتا تھا وہ پانڈو صرف کا آٹھ مہینے تھا۔ جس وقت پانڈو جوہری بنارس پہنچا تو وہ کچھ ہراساں اور مایوس تھا۔ اس پر پانڈو نے دریافت کیا۔ "کیا سبب ہے" ملک رام:- "پُرتم آنکھوں سے" میں تو بڑی بھاری آفت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ امید نہیں کہ اب میں کسی سے بھی تجارت کر سکوں۔ آہ! میں نے ہمارا جہ کو چاول کل تک نیسے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اُس میں آج کے ہی دن کی میعاد باقی ہے۔ یعنی کل صبح ہی مجھے چاول ہٹیا کر دینے ضروری ہیں لیکن چاولوں کا ایک دانہ بھی میرے پاس موجود نہیں۔ نہ ہی کسی اور جگہ سے میسر ہونے کی ہی امید ہے۔ کیونکہ یہاں ایک ہی میرے مقابلہ کا بڑا بیویاری ہے جس کو کسی طرح میرے متعلق یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ میں نے ہمارا جہ کے نو دی خانہ کے منیجر سے چاول نہایت عمدہ سپلائی کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اُس نے میرے یہاں پہنچنے سے پیشتر ہی تمام منڈی سے چاولوں کا ذخیرہ اچھے نرخوں پر خرید لیا ہے۔ اور نو دی خانہ کے منیجر کو کچھ رشوت بھی ضروری دی ہوگی۔ کیونکہ وہ اُس سے لینے کو رضامند و رغبت ظاہر کرتا ہے۔ اب میں کیا کروں۔ بد قسمتی یہ کہ منڈی میں چاولوں کا ایک دانہ بھی نظر نہیں آتا۔ اگر پر بھٹو ہی میری سہائیا کریں تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ میری تباہی و بربادی میں کچھ شک نہیں اور میں ضرور مر جاؤں گا۔ کیونکہ میری حالت سخت نازک اور خستہ ہو رہی ہے۔

اسی دوران گفتگو میں پانڈو جوہری کو اپنی پتیلی اشرفیوں کی یاد آگئی۔ وہ گھبرا کر اُٹھا۔ اور گاڑی میں تلاش کرنے لگا۔ لیکن پتیلی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اُس کو اپنے نوکر پر شک گذر کہ پتیلی اشرفیوں کی ضرورت اُسی نے ہی ہے نوکر کو بہت ڈرا یا دھمکایا۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو غریب جہادت کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ جس نے چوری کا اقبال کرانے کے لئے اُس کو ہر طرح کی از میث دیا۔ اور اتنا پیلا کہ وہ غریب نوکر تڑپ اُٹھا اور بولا۔

جہادت:- "روتے ہوئے"۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔ پتیلی میں نے نہیں لی۔ مجھے چھوڑ دو۔ یہ تکلیف مجھ سے سہی

مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ اوہ! میں نے خواہ مخواہ سیٹھ کے کہنے پر اُس پچار سے جاٹ کو راہ میں تکلیف دی تھی۔ یقیناً یہ اُسی کا پھیل ہے۔

(دل میں) اے جانی جاٹ! میں نے تجھے بے وجہ ستایا تھا۔ تجھے معاف کرنا۔ لیکن پولیس نے ہمدت کے ہاں بچتا دے پر زور دھیان نہیں دیا اور برابر پچار سے کو پیٹتے ہی رہے۔ چنانچہ حقوڑی دیر بعد دیول کسان بھی دہاں پہنچ گیا جس کو دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ کیونکہ پانڈو جو ہری کی گمشدہ عقلی اُس نے اُس کے سپرد کی اور ساری واردات سنا دی۔ اور جو کچھ شرمین نارو نے سند لیسہ دیا تھا وہ بھی سنا دیا۔ پولیس نے ہمدت کو چھوڑ دیا اور دیول نے پانڈو کی اُس سختی کو دل سے بھجا دیا۔ ہمدت کو اپنے سیٹھ پر بہت غصہ تھا۔ اس لئے وہ اُس کے پاس ایک منزلت بھی نہیں بٹھا۔ مگر معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ ادھر ملک رام کو معلوم ہوا کہ دیول کے پاس ایک گاڑی عمدہ چاروئوں کی ہے فوراً اُس کے پاس گیا اور اُس کے منہ مانگے نرخ پر تمام چارول خرید لئے اور دوسرے دن حرب اقرار ہمارے کے موٹی خانہ میں ہم پہنچا دیئے۔ ادھر جو قیمت دیول کو ملی۔ وہ اُس کی خواہش سے بہت بڑھ چڑھ کر ملتی۔ جس کی اُس کو سرگرمی تھی۔ دیول چارول فروخت کر کے خوشی خوشی گھر کو لوٹ گیا۔ پانڈو بھی اپنے اڑھتی کی مصیبت ملتی دیکھ کر اور اپنی گمشدہ عقلی مل جانے پر از حد خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ اگر دیول جاٹ یہاں نہ آتا تو نہ ملک رام بچ سکتا تھا اور نہ ہی میری کھوئی ہوئی اثرتیاں ملنی تھیں۔ فی الحقیقت جاٹ بڑا ہی شریف اور ایک انداز نکلا ہے جس کو میں نے دکھ دیا۔ اُس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ لیکن ایک معمولی بے علم گنوار جاٹ کے اندر اتنی ہمدردی اور پریم کہاں سے آیا یہ سب کچھ اُسی شرمین ہمدت کی کریا سمجھنی چاہیئے۔ وہ ہے کو سونا بنانے کی طاقت سوائے پاس کے اور کس میں ہے۔ اس خیال نے پانڈو سیٹھ کے دل میں شرمین نارو کے درشن کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی۔ اُسی وقت اُٹھا اور بدھ دہار۔ سیٹھ کا پتہ لگا کر ان کو جا ملا بمسکار کیا۔ شرمین نارو نے بھی اُس کو بڑے آدرشکار سے اپنے پاس بٹھایا اور بولے۔

شرمین :- سیٹھ جی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابھی تک کرم کے مسئلے کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ واقعی یہ بڑا اہم گہیجہ روشن ہے۔ یعنی عمیق و دقیق مضمون ہے۔ عام فہم اس کے فلسفے کو نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں! اگر آپ کا من اس کی تحقیق کی طرف جھکا اور اس کی کھوج کی خواہش نے آپ کے دل میں بے چینی پیدا کر دی۔ تو آپ بخیر اس کو آسانی سے سمجھ جاؤ گے۔ تاہم اس وقت آپ میری چھوٹی سی بات ذہن نشین کر لو کہ جس وقت آپ دو مردوں کو ایذا پہنچانے یا دکھ دینے کا خیال کرو۔ تو اُس وقت آپ اپنے سرورے "مانی الضمیر" سے ضرور پوچھ لیں کہ ایسا ہی دکھ اگر کوئی دوسرا مجھے دیوے تو وہ اچھا لگے گا کہ نہیں۔ اگر اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں میں ایسا دکھ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا گا۔ تو دکھ دینے والے خیال کو پیدا ہوتے ہی دبا دینا چاہیئے جس طرح کہ دوسرے کی مذمت سے آپ کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ اُسی طرح آپ کی مذمت بھی دوسروں کے لئے زحمت افزا ثابت ہوگی۔ پس آپ کو یہ بات حق الیقین جان کر دوسروں کی سیوا کرنے کا موقع کبھی لحاظ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو کہ ہم لوگ جو آج نیکی کا بیج بوئیں گے۔ اُس کا کچھ دیر بعد پھل نہایت

خراب پانی سے سینچے ہوئے کرٹوں سے ہی ہوں گے۔

پانڈو :- ہمارا راج ! اس کو کچھ اور بھی واضح طور سے سمجھانے کی کربا کریں۔ تاکہ میں آپ کے آپدیش انوسار ترمادُ غل کرنے کے لائق ہو سکوں۔

شرمن :- اچھا سنو۔ میں آپ کو کرم بھید "فلاسفی" کی کنگنی دیتا ہوں۔ یعنی میرے اور آپ کے درمیان ایک پردہ جائل ہے جس کو مایا کہتے ہیں۔ اور اسی کے سبب سے ہم ایک دوسرے کو الگ خیال کرتے ہیں۔ اور اسی پردہ کے سبب انسان اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ اور آپ کے گڑھے میں ایک دم گرتا ہے۔ اور ہمیں سمجھتے کہ ان ذات برادران "انسانی جماعت" کے ساتھ کتنا نزدیکی تعلقی ہے۔ حالانکہ آپ کے شریک کے انگوں "اعضائوں" سے جی یاد نزدیک کے تعلق دار ہیں۔ جس طرح آپ کا جیون کا رشتہ دوسرے جیوؤں کے ساتھ ہے۔ ویسے ہی دوسروں کا آپ کے ساتھ بھی ہے۔ یہ سبندھ بہت گہرا ہے۔ سنسار میں بہت تھوٹے ایسے انسان ہیں جو سچائی کی ماہیت کو پہچانتے ہوں۔ اور فی الحقیقت اس سینہ کو حاصل کرنا ہی انسان کا فرض اولین ہے۔ اس کے لئے میں آپ کو نین اصول بنانا ہوں ان کو اپنے سر سے میں لکھ لیں۔ (۱) جو دوسروں کو دکھ دیتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دکھ دینے کے لئے بیج بوتا ہے۔ (۲) جو دوسروں کو سکھ پہنچاتا ہے۔ اس کو خیال کرنا چاہیے کہ وہ اپنے آرام کی بارہ دوری تیار کرتا ہے۔ (۳) یہ ایک بڑا بھاری وہمی خیال ہے کہ میں اس سے جدا ہوں۔ اُمید ہے کہ ان تینوں اصولوں سے آپ کو قلبی خوشی نصیب ہوگی اور راہ راست پر آ جاؤ گے۔

پانڈو :- ہمارا راج ! آپ کی پُر تاثیر تقریر نے میرے دل میں بہت گہرا اثر کیا ہے۔ میں ان اصولوں کو اپنے لوح دل پر نقش کر چکا ہوں۔ میں نے بنارس آئے وقت آپ پر جو حضور ہی بہت دیا کی اور وہ بھی ایسی کہ جس میں ایک پسے کا خرچ نہیں تھا۔ اس کا پھل مجھے اتنا بڑا ملا ہے۔ کہ مگر تحیر میں ڈب رہا ہوں۔ اگر مجھے وہ اثر نبیوں کی تھیں نہ ملتی تو میں یہاں ایک کوڑی کا بیوپار نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی مجھے کوڑہ فائدہ ہی ہوتا جو کہ اب مجھے آپ کی طفیل پہنچا ہے آپ کی دور اندیشی کی تعریف کہاں تک کروں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں پڑتی۔ اگر آپ جاٹ کی مدد کرتے تو وہ ہرگز اتنی جلدی بنارس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور اگر وہ وقت پر نہ آتا تو میرے متر ملک رام کی عزت خاک میں مل چکی ہوتی گویا آپ کے ہی اُپکار سے وہ بھی بال بال بچ گیا۔ اور میرے نوکر کی بھی رکھشاکہ۔ ہمارا ج حبیب آپ کا پوتہ اور تینا کی جیون ہے۔ اور جس پریم سے آپ ہر ایک کو دیکھتے ہیں اگر ایسے ہی تمام دُنیا کے لوگ ہو جائیں تو اس دُنیا کو کتنی راحت نصیب ہو۔ بے شمار پاپوں کے راستے بند ہو جائیں اور "لُٹ" کے راستے کھل جائیں۔ مجھے وثاق یقین ہے۔ جگوان بدھ دیو کے اس دیا مئے دھرم کا پرچار کرنے کے لئے اپنی کو شامہی لگ رہی میں ایک سطر بتاؤں گا۔ تاکہ اس میں آپ اور دیگر شرمن جہاں تھا بھی اگر لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیں۔ "اوم شم"

ضروری نوٹ :- رسالہ "اوم" میں تجارتی اشتہارات شائع کیے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق کسی قسم کی خط و کتابت دفتر ہذا کے ساتھ کرنی فضول ہے۔ کیونکہ اشتہارات اجرت لیکر شائع کیے جاتے ہیں۔ ہمیں ان کے متعلق کوئی ذاتی واقفیت نہیں ہوتی۔ اس لئے خود کو خود تسلیم کرنا مناسب ہے۔

نگاہِ لطفِ حبیبی اپنے کی ہفتی سدا ماں پر

جبرسم لین شمری سوامی نجانند جی سابق لالہ لکھپت سے صاحبانہ عامل

— — — — —

یقین سے اتنا نہیں ہرگز کسی محمدِ طفلاں پر
میں ویسی ہی نگاہ ہر کاموں منتظر ہوں
ذرا کچھ حوصلہ کر کے کسی کی بات بھی سن لو
لگا کر دام تیری تاک میں صیاد بیٹھا ہے
پس مرون میرا لاشہ نہیں پھولے سمائے گا
کہاں جذباتِ سفلگی کی انہیں کچھ یاد رہتی ہے
جنت سے کرتے ہیں لگے سب الگ رہ کر
مصائب کے شکنجے سے مشکل جان چھوٹی طہمتی
برے افعال کر لیتا ہے انسان اپنی مرضی سے
کئے ہیں زندگی میں کام کتنے نیک بد تم نے
امیر می مقلسی ہے لازم و ملزوم دنیا میں
کوئی مشکل نہیں بلکہ سر اسر عین ممکن ہے

بھروسہ لوگ کرتے ہیں ہمیشہ قول مرواں پر
نگاہِ لطفِ حبیبی اپنے کی ہفتی سدا ماں پر
نہیں واجب اتنا اس طرح دست گریباں پر
خوشی اور ناخوشی ہے تجھے بس گلستاں پر
چڑھا دو گے اگر دو چھوٹے قلم گوئیاریاں پر
کہ زمین سے عبادت کے پڑھیں جو عرش عرفاں پر
نہیں شادی غمی ان کو کسی کے نفع نقصاں پر
نئی یہ آگئی آنت کہاں پھر مری جاں پر
لیکن مفت کا الزام دھرو تیا ہے شیطان پر
پتہ لگ جائیگا اس وقت جب آگے میزوں پر
نہیں واجب انسان کو کہ چھوٹے عزتِ شاں پر
قلم وہ پھرے سائے گنہ گاروں کے عصیاں پر

مصائب کے اٹھانے کا ہمیں ہے تجربہ عام

سہارن پور گزشتہ شمارہ

دیبا بانی !

دیبا بانی راجپوتانہ کے میوات علاقہ کے ڈھیرہ گاؤں کے۔ منے دانی بھتی۔ قوم کی بنیاد بھتی۔ ڈھوسر بھاتی سے بھتی۔ جس کا نام آج کل بھارگو مشہور ہے۔ اور نہایت خوش اخلاق۔ دھرماتما اور جھگت بھتی۔ بکرمی سمت ۱۷۵۰ سے بیکر ۱۷۷۵ تک اس نے ملک میں اپنے خیال کا پرچار کیا تھا۔ اور بشمار عورتیں اور کچھ مردوں کی تعداد اس کی تعلیم سے فیضیاب ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی مگر وہ زندگی بھی کاپلی یا سستی کی زندگی نہ تھی۔ سرگرمی اور مصروفیت نے صرف نئی وضع اختیار کر لی تھی۔ کیونکہ اس کے ساتھ اس وقت میں بھی بہت بڑا مجمع استری پشوں کا ست سنگ میں شامل ہو کر برابر لالچ اٹھاتا رہا۔ اور اس نے بہت آدمیوں کو انیشور کی بھگتی کی طرف متوجہ کیا۔ اسی زمانہ میں اس نے ایک نایاب کتاب تصنیف کی جس کا نام دیا بوبو دھ رکھا گیا۔ اور وہ سمت ۱۷۷۵ بکرمی میں ختم ہوئی تھی۔

دیبا بانی پہلے میوات دیش میں رہتی تھی بعد ازاں گورو چرنداس جی کے ساتھ وہ دہلی چلی آئی اور ستر کا باقی حصہ دہلی ہی میں صرف کیا اور یہاں ہی آکر اس نے اپنی زندگی کو ختم کیا۔ اس کی نظم بہت سلیس ہے۔ زبان میں مہٹاس ہے۔ کلام پُر تاثیر ہے اور جو لوگ پڑھتے ہیں ان کا دل اثر سے خالی نہیں رہتا ذیل میں ہم اس دیوی کے کچھ کلام نمونہ کے طور پر نذر ناظرین کرتے ہیں :-

گورو کی مہما (از دیبا بانی)

چوپائی

گورو بن گیسان دھیان نہیں ہووے - گورو بن چوراسی کھج جووے
گورو بن رام بھگتی نہیں جاوے - گورو بن اٹھ کریم نہیں تیاوے
گورو ہی دین دیاں گوبنیں - گورو مرنے جو کوئی بھائی !
پٹنیں کریں کاگ سے ہنسنا - من کے پیٹیں سب ہی سنسنا

دوہا

سنگور برہمہ سروپ میں - منش بھاؤ مت جان
وہیم بھاؤ مانے دیا ! - سو تر پشو سمان

جے جن ہری سمن بے مکھ - تاسوں مکھ نہیں بول
 رام روپ میں جو چکے - تاسوں انتر کھول
 رام نام کے پیت ہی - پاتک تریں انیک
 رے تر ہری کے نام کی - راکھ ہرے میں ٹیک
 رام کہو پھر رام کہو ! - رام نام مکھ گاؤ !
 یہ تن بنسید جات ہے - ناہیں اور اپاؤ
 سحر کی جہا

سحر دھری سراہیے - بن سحر رت کوئد
 لوک لاج کل مان کر - توڑ موت نر بندہ
 سورا سنمکھ سمر میں - گھائل موت ننگ !
 یوں سادھو سنساریں - جگ کے سبیں کلنگ
 کائیڈ کانپے دیکھ کر - سادھو کو سنگرام
 پس اتارے بھوئیں دھر - جب پارے بچ حمام
 پریم کی جہا

پریم پریت ات ہی پکل - کل نہ پرت دن زین
 سندھ سیام سروپ بن - دیا نہت نہیں چین
 ہری رس مانتے جے رہیں - تن کی متی اکادھ
 تر جھوں کی سمیت دیا - ترن سم جانت سادھ
 پریم لگن جو سادھ جن - تن گتی کہی نہ جات
 روے روے گادت نہت - دیا اسٹ چٹی بات
 پنچھ پریم کو اتی کھن - کوئی نہ جانت پیر
 کے من جانت سم پنو - کے لاگی جیہیں پیر
 سورت جاگت ایک پل - کہوں نہ بسوں توہ
 کرنا ساگر دیا مذھی - ہری یجے سدھ موہ
 رے من تو نکلت نہیں - ہے تو بڑا کھٹو
 سندھ سیام سروپ بن - کیوں جیوت نس جھور

جنسی بات سرائے کی تیری یہ جگ ہوئے
 دیا کون یا جگت میں نہیں رہو ہنر کوئے
 ات مات مہرے گئے تمہارے تار
 دیا ہوؤ ہوشیار آج کل میں تم چلے
 درپو دھن راون کنہہ کرن گئے
 بلونت نہ

شوری بھیلنی کے ہیرا و شوری رام

(از شریمان لالہ دولت رام پوری بی بی لے بی بی ٹی گو جہا نوالہ)

روم روم ہیں مجھ کو خوشیاں ایشور کے دیدار ہوئے
 نہیچ بھیلنی شوری کے ہیں آج تو نجات بیدار ہوئے
 کھٹن تپتیا کریں لوگ نہ درشن انہیں نصیب ہوئے
 فتمت جانی جنم سچل ہے رام ہیں آپ حبیب ہوئے
 خوشی ہوئی جو آج ہے مجھ کو کیسے میں افسار کروں
 خوشی کے مارے قدم زمیں پر پڑے نہ ہرگز لاکھ دہروں
 لاکھ چور اسی جون کا چکر خوفناک وہ منظر ہے
 بار بار لیں جنم رانی پھل بھی نہیں میسر ہے۔
 پریم کے وش پریشور آئیں فوراً پار آتارے
 بندھن سے خود جنم مرن کے ایشور سے چھٹکارا ہے
 اودھ کے والی سورج بنسی مالک سارے عالم کے
 نارائن خود چل کر آئے آپ میں گھر میں کیڑی کے
 پاس ہو میرے چیز جو کوئی کر کے پیش دکھاؤں میں
 رگ سبز درویش کا تحفہ اُن کا بھوگ لگاؤں میں !
 بھینٹ چڑھانے بھوگ لگانے چل جنگل سے لائی ہوئی
 چکھ چکھ میٹھے بیر یہ اچھے چُن چُن کر میں لائی ہوئی
 نثر دھاپریم سے جگتی وش ہو جو نذرانہ لائی ہوئی !
 تحفہ یہ منظور کریں گے جو پھل پھول میں لائی ہوئی
 جیون نکت کے ہونے میں جو کسر ہتی باقی دُور ہوئی
 آج ہوئے بھگوان سہائی بندی ہے شکور ہوئی !
 رام ناپ کا جاپ کریں جو انت وہی سکھ پاتے ہیں
 منٹل جیلنی انت سے وہ رام کے درشن پاتے ہیں
 جنم کو سچل بنانے خاطر رام کی دل میں یاد کرو !

چتر شری وشنو بھگوان کے دشمن

(از مترجمان لالہ پرمانند جی ایم۔ لے سپنڈنٹ ڈفٹر ضلع مظفر گڑھ)

برہمنشی برہمن شری شری ۱۰۸ سوامی سمراج جی ہمارا جچا کا شنی کا نام منگرمی۔ ملتان، مظفر گڑھ اور سندھ برہمن میں پرستہ ہی ہے۔ آپ درخان کال کے ایک ادھیہ کوٹی کے جہاں پریشوں میں سے ہو گئے ہیں۔ آپ کا جیمہ استھان شری پرہلا دنگری یا ملتان ہے۔ آپ انگریزی، فارسی، عربی، ہندی اور سنسکرت تمام علوم سے مالا مال تھے چنانچہ آپ کے رحمت بہت سے اور جنت گرنہ تھیں۔ ان تمام گرنہتوں میں ادویت سدھانت نامی گرنہت بہت ہی پرانک ہے۔ اس گرنہت میں شری سوامی جی ہمارا ج نے جو سو روپ چتر شری وشنو بھگوان کا ورن کیا ہے وہ ہر ایک پر بھو پریمی کے دھیان یوگیہ ہے۔ چنانچہ پر بھو پریمیوں کے لاجہ ایک اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ شری سوامی جی ہمارا ج فرماتے ہیں:-

وشنو بھگوان۔

(۱) دشن کا ارتھ دیپاک ہے۔ سو دیپاک روپ دشن سرب گھٹوں دکھے آتم روپ ہو کر برا جہاں ہے۔ چار انتہا کن ارتھات من چیت۔ بدھ اور امنکار اس کی چار بھجائیں۔ ایسا دشن روپ آتما سبھ کا اپنا آپ ہے۔
(۲) دشن کا ارتھ وراٹ ہے۔ سو وراٹ پورن ہو کر اپنے آپ دکھے استھت ہے۔ چار وراٹ ارتھات۔ اُتر پورب۔ دکھن اور چھم اس کی چار بھجائیں۔ ایسا چتر بھج روپ دشن اپنا سنا کرنے اور جاننے یوگیہ ہے۔
(۳) دشن کا ارتھ وسو ہے۔ سو وسو روپ دشن اپنی مریدا دکھے استھت ہے۔ چار رت ارتھات لبنت گرنہت پر سات اور شری رت اس کی چار بھجائیں ان ہی بھجائے کے اثر سے مروجیٹا کرتا ہے۔ سو ایسا وسو روپ دشن پورشن کرنے یوگیہ ہے۔

(۴) دشن کا ارتھ ستوگن اجمانی ہے۔ سات پرچ بیجو ست دھرم سروپ اخوا ستوگن روپ دشن ہے۔ کرم اپنا گیان اور وگیان اس کی چتر بھجائیں۔ ایسا ست سروپ دشن سیون کرنے یوگیہ ہے۔

(۵) دشن کا ارتھ پاؤن ہے۔ سرو کو پاؤن (پوتر) کرنے ہمارا جو دشن ہے سوہری کے نام سے پرستہ ہے۔ جل۔ دم۔ سم۔ گیان۔ یہ چار اس کی بھجائیں۔ جل کے اسم سے تن پوتر ہوتا ہے۔ دم کے اسم سے اندیہ پوتر ہوتے ہیں۔ سم کے اسم سے من پوتر ہوتا ہے۔ اور گیان کے اسم سے جیو پوتر ہوتا ہے۔ ایسا پاؤن روپ سدا سادھن کرنے یوگیہ ہے۔

پالن کرتا ہے۔ اس لئے یہ چار اُس کی بھجائیں ہیں۔ ایسا پرتی پالک وشن اسخت کر کے یوگیہ ہے۔

(۷) وشن کا ارتھ پریرک ہے۔ سو پریرک روپ وشن سرب مرشی کو اپنی شکتی کہ پریرنا کرتا ہے۔ پران۔ اندر یہ انتر کرن اور جیو یہ چار شکتی اس کی چار بھجائیں ہیں۔ انہی کے امرے سرو کر مول اور دھرمول کو سیدھ گرا دیا ہے۔ ایسا پریرک روپ وشن سدا اہما کرنے یوگیہ ہے۔

(۸) وشن کا ارتھ اسختی کرتا ہے۔ جو سرب مرشی کو اپنی مریدا وکھے اسخت رکھ رہا ہے۔ سو وشن ہے۔ چار پریرکار کی کھانی کر مرشی پرواہ روپ سے اسخت چلی آتی ہے۔ سو چار کھانی چار بھجائیں۔ اندرچ۔ جیرج۔ سبتج۔ آتج۔ یہ چار کھانی ہیں۔ انہی کے امرے مرشی اسخت ہے ایسا اسخت کرتا روپ وشن سدا وندن کرنے یوگیہ ہے۔

(۹) وشن کا ارتھ گیان ہے۔ سو گیان بانی کے امرے انیت ہوتا ہے۔ مانو گیان کی سہایک بانی ہے۔ اور سوبانی چار پریرکار کی ہے۔ پریر۔ لشتنی۔ مدھما اور ویکھری۔ یہ چار پریرکار کی بانی گیان روپ وشن کی چار بھجائیں ہیں۔ ایسا گیان روپ وشن سدا ہی اپنا آتما جانے یوگیہ ہے۔

(۱۰) وشن کا ارتھ دانا ہے۔ سو دانا روپ وشن اپنی دات کر کے سرو مرشی کو پھل دیتا ہے۔ سو دات روپ پدارتھ چار ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ کام اور موکھش۔ یہ چار پدارتھ دانا روپ وشن کی چار بھجائیں ہیں۔ انہی سے سرو کی کامناؤں کو پورن کرتا ہے۔ ایسا دانا روپ وشن سدا ہی وشن کرنے یوگیہ ہے۔

شری سوامی بیمرج جی ہمارا ج نے چتر رچ مرشی وشنو بھگوان کے سوروپ کا ایسا ہی ورن کیا ہے۔ ایسے ویاپک وراٹ۔ وسو۔ ست سوروپ۔ پادون۔ پرتی پالک۔ پریرک۔ اسخت کرتا۔ گیان روپ اور گنتی دانا۔ چتر رچ سوروپ کا ہر دیہ اسختان میں نثار پرتی دھیان کرنا ہر جیو ماتر کے لئے اوشک ہی ہے۔ اسی میں جیو کا گیان ہے۔ اور اسی میں اس کا جنم ہوا ہے۔ ایسی مشکل مئے مورقی کے پر م پو تر دشمنوں سے پادون ہو کر پر م پد پرائی ہو اور ایسے ہی اپنی جیون یاترا کا نرباہ کرے۔ پر م کہ پادو پر بھو آپ ہی سہایک بن ہی رہے ہیں۔ بن ہی رہے ہیں۔ دھنیہ۔ دھنیہ۔

عمر نشاٹ

دل چہ در بندہ دریں سراچہ فانی - حق است اس میں کہ بسے آمد و رفت ازین جانی
خوش بگذر زین تعبیه عمر کہ بہت اس - جملہ رموز حقانی و ربانی
من نہ رندیم و نہ پارسایم زمینہار - منم بندہ آستان رحمت آں یزدانی
عاصیم و لیک نہ ترسم کہ عصیان من - کم کہند خواہد زمین کرم آں بحر سیکرانی
تو مے پنداری کہ عمر است گراں و لایعنی - نہ چنان است۔ عمر ست عمر عزیزی و لافانی
از تر کار... بیا با شاد بگذاریم! اسے تسلیم اس عمر نشاٹ

ایک ادھاسوامی پنہنی سے گوشت

ادھاسوامی :-

اور سنت وہ یہ نہیں گواہ
ادھاسوامی آگے جانی
جن پر سا پد نام انامی

ادھاسوامی پد جو پاوا
رام کرشن سب آسے رانی
ادھاسوامی آپرچ مقامی
اتراگم صاحب :-

ست وچار ملے سکھ چنیا
سارنت کا جھید لکھایا
نامک تر کے بل بل جہے
اک اونکار بناں سب پایا
سچداند مروب بتاویں
سکھ درشیہ کا پایا مول
سچداند مروبے سوئے
برہماویشن نہ پاویں پارا
تن پایا کا دکھایا دھوکھا
رنگ رنگ کے روپ بھالے
انجور روپ ہے ست مروب
ہمرا شدہ روپ ہے گیانا
آتم نت نراٹم سوئے
سوکھم کا سو بھرم بھیکھا
انتر درشیہ جو دیئے دکھائی
تس کا کینا پایا جھٹکا
تن پایا کا دھوکھا کھایا
تن لینی ست دھام اٹاری
سوکھم کارن پھوڑا اندا
کال کرم نہیں سو بھرمائے

سن بگیا سو ہمرے بینا
ست چرت آند بیدن گایا
تس کی مہماں گیت گائے
سب گوروں نے ایکو گایا
ست چرت شکر بیسا گاوین
سوکھم کارن اور آتھول
چکر چکر بن نہیں کوئے
سب کا ساکھی سب نیارا
رام کرشن جن انتر پیکھا
جھینی پایا کے یہ چائے
جب لگ درشتی تب لگ پایا
اجن سے یہ کرشن بھانا
درشا درشتی بھید نہ کوئے
نرت جوت میں جو پکھ پکھا
کارن پایا کی چترائی
بھان شستی میں جو کوئی الکا
رام کرشن کو کال ہت پایا
وہ ہتے یوگی یوگ اچاری
تن پر سا اک شبد اکھنڈا
نت برزیج میں لین سمائے

اوم برہم یتم۔ مہربا آدھار

دھرم کی اصل نامیت

از قلم یوگیشوہرہا تپا منگت ام جی مہاراج

ست دھرم کا سنو مذہبان - مانش جیون کو دیوے کلیان
 دھرم مہربا کا تشیچہ جوئی - سکی پیتا جیو کی کھوئی !
 دھرم مول دھرم آدھار - دھرم ہی بندھ چھڑا دن بار
 دھرم کا روپا چین آکار کوئی نہ ہی - سمو ست کرم سو دھرم لکھائی
 سچے دھرم کا نرنا چار کریں جس سے مانش زندگی کلیان کو پراپت ہوتی ہے۔ دھرم مہربا کا تشیچہ ہی جیو کے سب
 ویکوں کو دور کرتا ہے۔ دھرم ہی بنیاد ہے۔ دھرم ہی آسرا ہے۔ دھرم ہی بندھن سے چھڑانے والا ہے۔ دھرم کی شکل
 نشان و وجود کوئی نہیں ہے۔ نیک کرموں کا اجتماع ہی دھرم ہے۔

ات ست کرم ہیں دھرم پریشتی - سلچ دھرم کی پائی نیستی !
 مذہب پریشتی کے نہیں دھرم آدھار - دھرم بہت چلے چکر سفار
 پرچہ کی نزل بریتی جوئی ! - دھرم مہربا کھائے سوئی
 شانست مارگ جو جتن لکھائی - دھرم مہربا جانو گئی رانی
 جس وقت خالص نیک کرموں کو اختیار کیا - اس وقت اصلی دھرم کی پہچان پائی۔ دھرم مذہب اور پریشتی
 کے آمرہ پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ دھرم سے ہی سفار کا چکر چل رہا ہے۔ ایشوری قانون یعنی تم بھاؤ ہی دھرم کا
 مہربا ہے۔ شانتی کی خاطر جو کوشش کی جاتی ہے وہ ہی دھرم مہربا ہے۔

جس جتن سے من نزل ہوئی - سو سادھن نر دھرم کھوئی
 جس دستو سے من تر پتائے - زنا دھرم کا سو دست کھائے
 پاپ کرم جس بھانت سے ناسے - کلیان مہربا سو دھرم بلائے
 جیو کی بھر من اڈو یا جلائے - سادھن سار دھرم جب پائے
 نیک مہربا دھرم نہ دھاری - کلیان کا مارگ ایک لکھاری

سارہی دہرم کہلاتی ہے جس طرح رقیق کے اختیار کرنے سے بڑے گرم ماس ہوتے ہیں۔ وہی بہتری دینے والا طریقہ دہرم ہے جیو کی بھرنا اور اوڈیا تب دہرم ہوتی ہے۔ جب دہرم کے سادھن کا طریقہ حاصل کیا جاوے۔ دہرم کے انیک ٹروپ نہیں ہیں۔ بلکہ نجات کا راستہ ایک ہی ہے۔

یورپ پیچم کا جیو جو ہوئی - کلیان دہرم سب ایک لکھوئی
جس جگتی سے جیو کا مناجائے - مارگ دہرم سو ست کہلائے
جس کرنی سے جائے گنا - ست ٹروپ سو دہرم پچانا
جس سادھن سے کال پریرے - سو سادھن روپ دہرم اچیرے

جیو خواہ شرق کا ہو وے خواہ غرب کا۔ نجات کا راستہ ایک ہی ہے جس طرح رقیق سے جیو کی خواہش جاتی رہے وہی دہرم کا راستہ سچا دہرم کا راستہ کہلاتا ہے۔ جس عمل سے امنکار دور ہو۔ اسی کو دہرم کا سچا ٹروپ جانا کہتے ہیں۔ جس عمل سے کال جیتا جائے وہی سادھن دہرم کا روپ ہے۔

جو مشقت کرے بندھ خلائی - مارگ دہرم سو ست پرگاسی
منک بدھ و کار کو چھیدے - مارگ دہرم کا تب جن بیدھے
ایک پریشور پر آئیو وٹھواس - سو جن مارگ دہرم نواس
کلیان کا آدم جب جیو چننا ہاری - مارگ دہرم تب لیکھ چپاری

جس محنت کے کرنے سے بندھن سے خلاسی ہو وہی دہرم کا سچا راستہ ہے۔ جب اپنی بدھی کے امنکار کو یعنی انانیت کو تیاگ کرے تب انسان دہرم کے راستہ کو جان سکتا ہے۔ جس شخص کو ایک ایشور پر اعتقاد آ گیا ہے وہی شخص دہرم کا راستہ جان گیا ہے۔ جس جیو نے نجات کی کوشش کی۔ اُس نے اصلی راستہ کو جان لیا۔

اپنے بندھن کا جب کرے اپائے - مارگ دہرم شانت تب پائے
بھے بھرم جب من نواہی - ست دھرم تب کھتا دچاری

جب انسان اپنے بندھن توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ تب اُس کو دہرم سروپ شناسی کا پتہ لگ جاتا ہے۔ رنج و غم جب من کے دور ہوئے۔ اسی وقت دہرم کا رز نہ پایا۔

دہرم کا روپ نہ جیو کوئے نہ کوئی مذہب اور پنہ

منگت تین جو ملک کا سو دہرم کر و اچیں گرنتھ

دہرم کا روپ نہ جیو ہے۔ نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کوئی پنہ ہے۔ بلکہ جس کوشش سے نجات ملتی ہے۔ اسی کوشش کو دہرم سروپ جانا کہتے ہیں اور کتابیں بیان کرتی ہیں۔

Imitation of Christ

میتیشن اف کرامیٹ !

مذہب کے بابائے میں

اگر تو دنیا میں سکھ چاہتا ہے۔ تو اپنی خواہشات پر غلبہ پا۔ اگر تو دنیا میں سکھ چاہتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا میں
مسا فرماں یا جیسے کوئی یا تیری کسی مقدس تیرے جاترہ کرنے چاہتا ہے۔

اے بھائی! تو ایشور کی خاطر دنیا میں مبعولا بھالا بن رہا۔ دنیا کی چالاکی اور مکاری سیکھ کر کیا بنا رہے گا؟
ظاہری مذہبی شکل و صورت سے کیا فائدہ؟ اپنے جذبات و خواہشات پر قابو پا۔ جو شخص ایشور کو چھوڑ کر کسی اور بات
میں سبکدوش کرتا ہے۔ اُسے دکھ ہی نصیب ہوگا۔

تو دنیا میں دوسروں کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ نہ کہ حکومت کرنے کے لئے۔ یہاں تو دنیا میں محنت و مشقت،

یہاں تو نیز ایسا ہی کام ہے جیسا سونے کا کٹھالی میں پڑنا۔ خدا کی خاطر تجھے سب کچھ برداشت کرنا چاہیئے۔
تو کما دیان مذاہب کا خیال کر۔ اُن کے مقابلے میں ہماری زندگی کیسا ہے؟ ایشور کے پیاروں نے جھک۔ پیاس۔ گرمی
سردی مصیبت۔ رب ایشور کی خاطر برداشت کی۔ ستائے گئے۔ جلائے گئے۔ لیکن وہ گھبرائے نہیں۔ وہ مال و دولت
نہیں رکھتے تھے۔ لیکن صفات حسنہ اور خدائی نور سے پُر تھے۔ دُنیا نے اُن کے ساتھ دشمنی کی۔ لیکن وہ حلیم الطبع تھے
ایشور کی رضا پر شاکر ہے۔ ایشور پر اعتقاد رکھا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم انہیں اپنا نصب العین بنائیں۔ اُن کے نقش قدم

چھپیں۔
 نیکوکار وہی ہے جو ظاہر و باطن نیکوکار ہو۔ بہتر تعویذ ہے کہ ظاہر نیکوکاری کم نظر آئے۔ درحقیقت نیکوکار زیادہ
 ہو کیونکہ نیکوکاری تو ایشور کی خوشنودی کے لئے ہے۔ نہ کہ دوسرے انسانوں کو خوش کرنے کے لئے۔

ہو۔ کیونکہ نیکو کاری اور ایشور کی خدمت دینی جو مخلوق کے لئے ہے۔ نہ کہ دوسرے انسانوں کو محسوس کرنے کے لئے ہے۔
 ہمیں روز قرہ ایشور کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیئے کہ ہم ایشور اور انسان کی خدمت میں متقل رہیں۔ اپنی کمزوریوں
 کا اعتراف کریں۔ اور نیکی کے جادہ مستقیم پر بہت چلے جائیں۔

اور رفاہ عام کے کام میں سرگرم رہیں گا۔

یہاں تک کہ سب تیر وقتیں نہ کر سکا کہ درجہ تھکا ہوا تھا۔ وقت بیکار نہیں ملتی تھی۔ مثلاً کھانا پیرھنا وغیرہ

کہنا۔ اچھوں سے کام کرنا وغیرہ نہ
جو شخص روزمرہ اپنے مذہب کی کتاب میں سے کوئی حصہ پڑھتا ہے اُسے چاہیے کہ اس کام میں باقاعدگی رکھے غفلت
نہ کرے نہ
جس قدر کوئی شخص ایشور کے نزدیک ہوتا ہے۔ اُسی قدر وہ دنیاوی دولت۔ حشرت و جہاد کو میچ سمجھتا ہے جو شخص
دنیا کے دھندوں میں چھٹے رہتے ہیں اور خدا کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ انجام کار پشیمان ہوتے ہیں کہ اُسے ہم کیا کرتے
رہے۔ کیوں وقت بے فائدہ رائیگاں گیا۔
آخر پچھتاوے سے بھی بہتر ہے کہ تو ابھی سے اپنے آپ کی خبر لے۔ خدا کو یاد کر۔ دُنیا میں دل نہ لگا۔ رضا اِلهی پشاکر
رہ۔ جب تکلیف آئے تو اُسے تکلیف نہ جان۔
ہم انسان اتنے کمزور ہیں کہ آج اُتر کر تہ میں کہ ہم فلاں گناہ نہ کریں گے۔ لیکن کل پھر اُسی گناہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں
ایشور کے حضور میں دعا کرنی چاہیے کہ ہم نیک ارادوں پر قائم رہیں۔

اسرارِ پانی

چنتن چنتا دونوں چھاؤں سے۔ جھنڈے دیس چنت میں کاڈے
مایا کی سب بھول بھلیاں۔ مایا نگر کے ماہیں رہیاں
من پونے کی کرسی سواری۔ ہکو ملی شبد سواری
اگم کنول میں باسا کینا۔ باجی نام انامی بینا
پانچ تت کا پنجہ را توڑا۔ کاپچی کایا کاگرٹھ چھوڑا
تن دولت من دولت ناپیں۔ لکھ بولت من بولت ناپیں
نین بھئے اب مست دیوتے۔ اب پیچھے ہم لکھ ٹھکانے
گیان اوستھا بھئی ہماری
پرکھ کرے کوئی پریم پیاری

ہمارا نیا کشتی

سنسار میں جب تک آریہ نسل قائم رہے گی۔ ہمارا نیا کشتی کا نام زندہ رہے گا۔ ہمارا نیا کشتی اُن فخر قوم و دھرم کا راج رشیوں کی مانتا تھی جنہوں نے دہرم یا دھرم میں کئی پرکار کے شمار پرک کشتی سہن کیے۔ اور اُن کا نام نہ کی بلکہ ثابت قدم رہے اور ایشوری اچھا کو خوشی منظور کیا۔

ہمارا نیا کشتی محقر اک راجہ ستور کی لڑکی تھی جو کہ ایک بڑی سلطنت کا مالک تھا۔ اُن دنوں محقر کی سلطنت بھی بڑی سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی۔ ہمارا نیا کشتی کی شادی چندریشی خاندان کے آفتاب ہمارا چہ پاندو سے ہوئی۔ راجہ پاندو کے ہاں دو رانیوں۔ ایک کشتی اور دوسری ماورگی تھیں کشتی سے یہ دھشتہ۔ جیم۔ اور ارجن تین بیٹے ہوئے اور مادری سے نکلے اور سہ بد بوی۔ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان پانچوں بھائیوں کو قدیمی توازیخ میں پاندو کہتے ہیں۔

راجہ پاندو ایک زبردست حکمران تھا کشتی پر سون نکا اُس نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ لیکن انجیام سکار۔ راج کاج چھوڑ کر ایشور بھجن کے لئے کوہ سہالیہ کو چلا گیا۔ اُس کی دونوں استریاں اور بچے بھی ساتھ ہی گئے جب پاندو سرگبا سن ہو گئے تو کشتی پانچوں لڑکوں کو نیکر ہستانا پوچھ لی گئی۔ جہاں اُن کا بچہ دھرتراشتر راج گدی پر بیٹھا ہوا تھا۔ راجہ دھرتراشتر بڑی خاطر داری سے پیش آیا۔ محل میں اپنی بیٹی بڑیا استری ہمارا نیا کشتی کے پاس اُسے رہنے کو بلایا اور اُس کے بچوں کو اپنے بیٹوں کی طرح پرورش کرنے لگا۔ اور سب کو تعلیم کے لئے درونا چاریہ کے سپرد کیا۔ درون آچار یہ جی ایک کامل استاد تھے۔ گو ان یتیم بچوں کو اُن سے ہر پرکار شاستر اور شستہ دیو یا پیل پراپت ہوئیں۔ لیکن اُن کو اپنی مانتا کشتی سے بھی جو تعلیم حاصل ہوئی وہ بھی اُن کے لئے از حد مفید ثابت ہوئی۔ اصل میں بچوں کے لئے پہلا استاد تو مانتا ہی ہوتی ہے مگر مانتا غفلت اور تعلیم یافتہ ہو۔ تو بچوں کے کوئل ہر وہ پردہ ہمارا ک سنسکاروں کا گہرا اثر پڑتا ہے جو کہ تمام عمر قائم رہتا ہے۔ آج کل ہمارے نوجوان لڑکے اگر دھارماک سنسکاروں سے محروم ہیں اور مغربی رشتہ میں انارہا دھند ہے جا رہے ہیں۔ چوٹی اور حنیو کو جو دھارماک نشانات تھے انارے میں فخر سمجھتے ہیں۔ تو اس کا کارن یہ ہے کہ آج کل کی استریاں دھرم شاستروں کی تعلیم سے نا آشنا ہونے کے کارن اُن کے اندر دھارماک سنسکار پیدا نہیں کر سکتیں۔ پہلے زمانہ میں تمام عورتیں سنسکرت و دیو کی پندتا ہوتی تھیں۔ اس کارن اُن کی اولاد بھی نیک چلن اور دھرم مانتا ہوتی تھی۔

جب پاندو پہلی مرتبہ جلاوطن ہوئے تو اُن کی مانتا ہمارا نیا کشتی اُن کے ہمراہ جلاوطن اور پرہیز میں پھرتی رہی۔

نے اُن کے مارنے کی ویسی تدبیر کی تھی کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتے۔ لیکن :-
جاگو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوڑو

اُن کا بال بھی بیک نہ ہوا۔ اور وہاں سے وہ منہ آ رہے ہیں پٹنے اور کچھ دن تک ایک برہمن کے مکان میں چھپے رہے۔ ایک دن انہوں نے اس گھر میں آہ وزاری کا شور مچا دیا تو معلوم ہوا کہ اس شہر کے قریب داک نام مردم خور وحشی رہتا ہے۔ اُس کا معمول ہے کہ ہر روز ایک آدمی کھا کر اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ اور نوپت میوت اس شہر سے ایک آدمی اور کچھ کھانے کا اسباب اُس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ آج اُس کی خوراک اور ایک آدمی بھیجا ہوا تھا۔ اسپرکتی نے کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ میں اپنے ایک بیٹے کو بھجوا دوں گی۔ چنانچہ جیم سین اس کام کے لئے متعین ہوا۔ اور بڑے وقت کے نیچے جہاں وہ مردم خور آدمی کو کھاتا تھا۔ جا بیٹھا۔ جو وقت وہ مردم خور آیا اور یہاں کہ اُس کا لقمہ کرے۔ جیم سین نے اچھل کر اُس کی گردن پکڑ لی اور نیچے گرالیا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ آخر جیم اسپر غائب آیا۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اُس شہر کے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے راحت ملی۔

الغرض آ رہے سے لیکن کرپاٹو پچال کی سلطنت گیل کی طرف اس عرض سے روانہ ہوئے کہ وہاں کے راجہ کی بیٹی درویدی کے سوئمبر میں شامل ہوں اور اپنی ماں کو اس برہمن کے ہاں چھوڑ گئے۔ جب درویدی سوئمبر میں اُن کے ہاتھ آئی تو پانچوں بھائی معہ اپنی ماں کے چند روزہ کیل میں رہے۔ اس کے بعد راجہ دھرت راشٹر نے ہستنا پور میں انہیں بلوایا۔ جب پانڈو دوسری مرتبہ جلا وطن ہوئے تو کنتی اس وقت بہت متعین ہو چکی تھی۔ اور جنگل جنگل نہایت چھرنے کی طاقت اُس میں باقی نہ رہی تھی۔ اسلئے اُسکو اپنے چچا کے پاس چھوڑ گئے۔ اس جلاوطنی کے شرائط پورا کرنے کے بعد پانڈو نے بھگوان کرشن کو کورو کے پاس بھیجا کہ شلج اور آشتی سے اُن کا راج اُن کو مل جائے۔ اور لڑائی کی فوج نہ آئے جب کہ شن ہستنا پور میں پہنچے تو کنتی کو ہناہٹ حیران اور پریشان پایا۔ انہوں نے اُس کی تشفی کی اور کہا کہ بھوڑا سے دن صبر کرو۔ پانڈو کا راج عفریب اُن کو مل جائے گا۔ اُس وقت جو پیغام کنتی نے اُن کے ہاتھوں اپنے بیٹوں کو بھیجا وہ سننے کے قابل ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورثہ کی عورتیں کس بلا کے دل و دماغ رکھتی تھیں۔

پیغام مذکور یہ ہے :-

اے بیٹو! موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ تم کو لازم ہے کہ اپنے باپ کی میراث پر لڑنے میں ذرا تساہل نہ کرو۔ دشمن کی منزلت اور اُس کی فوج کی کثرت کا کچھ خوف نہ دل میں نہ لاؤ اور نوراً اُس سے راج چھین لو۔ جان لو کہ تم گھنٹہ بھر کی محنت سے یہاں جو تیرے باپ کا کھانا لگنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے یہ ہتھیار ہاندھنا اور مرنایا مارنا ہی تمہارا کام ہے۔ بے عزتی کے ساتھ جینے سے مرنا لاکھ درجہ افضل ہے۔ یہی وقت ہے کہ تم خود کو پانڈو کی اولاد قرار کر دیکھاؤ۔ اور لوگوں پر ثابت کر دو۔ کہ کنتی شریف بہادر بیٹوں کی ماں ہے۔ تمہارے دشمنوں کے سب سے جو نصیبیں تمہارے خاندان پر پڑیں۔ وہ کچھ کم نہیں ہیں۔ جب میں اس بات کا خیال کرتی ہوں کہ بتی برتا اتری درویدی کے بال پکڑا انہوں نے کس طرح کھسیٹا۔ تو سب سمجھیں اس بے عزتی کے آگے بچ معلوم ہوتی ہیں۔ اگر تم نے کوڑوں سے اس بے عزتی کا انتقام نہ لیا تو دنیا میں تمہارا جینا عبث ہے۔ تم کو لازم تھا کہ جس

ہجرت کرو۔ سچے کشتری بنو۔ ظلم و تشدد کی بجائے کردو اور دھرم کا راجیہ ستمناپت کر کے دکھا دو۔
 اس پیغام کے سنتے ہی ہمیں سیارٹا کی عورتوں کا وہ مقولہ یاد پڑتا ہے کہ جب اُن کے لڑائی پر جاتے
 تھے تو اُن سے کہہ دیتی تھیں کہ یا ڈھال لے کر آنا یا ڈھال کے اوپر آنا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں
 آریہ قوم کی سب عورتیں ایک ہی سی طبیعت رکھتی تھیں۔
 خلاصہ یہ کہ مہا بھارت کی لڑائی میں پانڈو فوجیاب ہوئے اور گنتی اپنے بیٹوں سمیت پھر راج کی مالک ہوئی
 اور پریشور نے اسکو وہ راج اور اقبال دیا کہ اس کے بیٹے اشو میدھ کیلکھ کرنے کے قابل ہوئے۔ جب اُن کی ساری
 مراثی پوری ہوئیں تو وہ دھرتراشٹر اور گندھاری کے ساتھ ہستنا پور سے چلی گئی اور گنگا کے کنارے ایک انت
 ستمخان میں رہنے لگی۔ جب عمر کے دن پورے ہوئے تو ناگہاں اُس جنگل میں آگ لگ گئی اور گنتی گندھاری
 اور دھرتراشٹر سب جل کر خاک ہو گئے۔
 ”آدم شتم“

دوسرے

- ۱:- چرچا سہل گیان کی بھگتی کا گھر دور۔ میری یہی ٹوٹ ہے میں کی چکنا چور۔
- ۲:- مان بڑائی چھوڑ کر بنو داس کے داس۔ آپ ملینگے اُن کہ رام مٹھارے پاس۔
- ۳:- بھگتی بس ہے سوم رس اسکو دیو بنائے۔ ایسے رس کو بیان کہ امر اجر ہو جائے۔
- ۴:- بھگتی سب کچھ لیت ہے دیت رام کا نام۔ تو بھی دے دے مورا کھا سونے بلے چام۔
- ۵:- بھگت ملے بھگنت سے دین غیری بھار۔ پر مپتا کو جیت ہے سب کچھ اپنا ہار۔
- ۶:- میراں بائی بھگنتی سس چرن اُن دے۔ زہر پیالہ پی گئی نام رام کا لے۔
- ۷:- گیان گھڑا ابھیمان کا بھگتی پھول گلاب۔ گیان گڑھے میں کو دنا ہونا آپ تھرا ب۔
- ۸:- بھگتی سندر روپ ہے میٹھی ہے سو گندھ۔ ایسا پھول گلاب کا دیتا پر م آنند۔
- ۹:- دردور جا کہ مانگنا یہ تو ناہیں ٹھیک۔ رام سخی سے مانگ لے آپ بھوکاری بھیک۔

بھگتی میں لوہین ہو چھوڑ گیان کی اس
 بھگتوں کے بس رام میں گیانی بھنے تراش

جھگوان کا پرہلاہ کو اپیش

از قلم منشی سولج نرائن صاحب مہر

جھگوان وشنو نے نرسنگھ اوتار دھارن کے کہ جب برہم کی شپ کو ہاک کر دیا تو مغموہ دل سے پہلا دن سے سوچا کہ میرے باپ اور تمام طاقتور توتیوں کو دیوتاؤں کے سر پرست وشنو نے اس طرح مار گرایا ہے جس طرح قیامت کی ہوا پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا کرتی ہے۔ اب مجھے صدمہ و آرم بھاؤ سے اپنی تمام منویرتیاں ایک گاہ کر کے ان کی شرٹ اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے سوائستی نہیں۔ لیکن اپنے سے جدا وشنو کو مان کر ان کی پوجا کرنی کچھ بھیل دایک نہیں ہوگی اسلئے وشنو بن کر وشنو کی پوجا کرنی چاہیے۔ میں خود وشنو ہوں۔ اب میں اس بھاؤ نا کو درڑھ کر دوں گا۔ پہلا دن سے اس طرح سوچ کر دھیان میں اپنا تن بدن وشنو روپ بنایا۔ اور اپنے جسم کی خودی ”کہ میں پرہلاہ ہوں“ کو مٹا دیا۔ اس طرح جھگوان کی پوجا میں مصروف ہو گیا۔

قاعدہ ہے کہ جیسا راجہ ہوتا ہے ویسی ہی پرچا ہوا کرتی ہے۔ پہلا وشنو کا جگت ہوا تو اس نگری کی تمام رعیت بھی وشنو جگت ہو گئی۔ جھگوان کی سچی جگتی سے پرہلاہ کا من شانت ہو گیا۔ سنسارک بھوگوں کی کلینا طبیعت سے جاتی رہی اور سوائے جھگوان وشنو کے دوسرا کوئی بھی خیال اس کے من میں نہیں پھرتا تھا۔ جھگوان اس کی اس جگتی سے بہت پرست ہوئے اور سب کھشتا درشن دیکر فرمایا کہ جو برہما ہوتا ہے بے لطف مانگ۔ پہلا دن سے کہا کہ ہمارا جھگوان سب سنگیوں سے بہتر بھیل دینے والا اور تمام لوگوں کا مرکز خیال ہے اسی کا جگت اپیش دینے۔ یہ سن کر جھگوان بولے کہ تمام جھرم کی شانتی کئے اسلئے پرہم بھیل کی پراپتی کے لئے اور برہم میں شانتی حاصل کرنے کے واسطے تجھے دھار نصیب ہے۔ یہ کہہ کر جھگوان وشنو اس طرح غائب ہوئے جس طرح کچھ آواز کرتی ہوئی مروج سمندر میں سما جاتی ہے۔ اب پرہلاہ دن سے سوچا کہ جھگوان وشنو نے مجھے اپیش دیا ہے کہ چار کر۔ اسلئے مجھے آتما کا وچار اندر ہی اندر کرنا چاہیے۔

وچار کرنے کی یہ بات ہے کہ کائنات کے اس جھیلے میں میں کون ہوں۔ جو بات چیت کرتا ہوں۔ بیٹھتا اٹھتا ہوں چلتا پھرتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں جگت نہیں ہوں کیونکہ جگت بہت ہے اور اس میں پھر مٹی درخت وغیرہ ہیں۔ لیکن میں جڑ نہیں ہوں۔ اسی طرح میں چپتن یعنی بے علم جسم بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں اس جسم کا گیان رکھنے والا اس سے علیحدہ ہوں۔ میں شب یعنی آواز بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ جو کان کے سوراخ میں کلینا سے دم کے دم میں پیدا ہوتا ہے واقعی ہستی سے

من کے دھیان میں وجود پایا ہے۔ میں چیتن ذائقہ بھی نہیں ہوں کیونکہ اس کا وجود چھل زبان میں ہوتا ہے۔ میں چیتن روپ بھی نہیں ہوں جو نظر اور منظر کے بیچ میں حائل ہے۔ اور فی چیز ہے۔ جہاں محض درشتا ہی درشتا رہتا ہے۔ وہاں ظاہر ہے کہ روپ نے ہو جائے گا۔ میں چیتن ہو بھی نہیں ہوں کیونکہ اس کو جو کافی کھینا کرتی ہے۔ یہ لطیف شے ہے اور اس کی صورت معین نہیں ہے۔

من و مانی سے آزاد اور پانچوں اندریوں کے وہم سے دور۔ میں شدھ چیتن ہوں جس میں کوئی کھینا اٹھنے نہیں پاتی۔ میں سوئم پرکاش گیان سر روپ ہوں اندر اور باہر سب جگہ پھیلا ہوا ہوں۔ میں نرو کلپ سر و دیائی گیان روپ آتما ہوں۔ مجھے ہی چیتن کے نور سے دنیا کی تمام چیزیں اور آفتاب و مانتاب اس طرح روشن ہیں جس طرح چراغ کی روشنی میں ہر ایک چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ تمام اندریوں کی برتیاں میرے تاباں ہیں۔ اور میرے ہی اندر کے نور سے یہ اس طرح چمکتی ہیں جس طرح آگ کی چنگاریاں چمکا کرتی ہیں۔ میں بے سہارے ہوں اور غیر محدود ہوں۔ مجھ سے کہ محدودیت یا چھوٹائی کا وہم مجھے کیونکہ ہو گیا تھا۔

یہ گیان کی نظر تمام نظروں میں افضل و اعلیٰ ہے۔ یہ بے حد سکھ کے دینے والی ہے۔ اور اس سے انتہائی شانتی نصیب ہوتی ہے۔ میں سب چیزوں کے اندر براجمان ہوں۔ اندرونی چیتن اور معلوم سے آزاد صرف علم محض ہوں۔ مجھے غیر محدود گیان سر روپ آتما کو مسکار ہو۔ میں دونوں لوگوں کو روشن کرنے والا سورج بھگوان ہوں اور میں نے عرصہ دراز کے بعد اپنی ذات پاک کو پہچانا ہے۔

اسے آتما! مجھے مسکار ہو۔ میں نے تجھے پایا تو مجھے حاصل ہوا۔ اب تو ہمیشہ کے لئے طلوع ہو گیا ہے۔ میں نے یکپلوں میں سے الگ کر کے تجھے نکالا ہے۔ پس جو کچھ تو ہے تجھے مسکار کرنا ہوں جس طرح اوپر سے بادل ہٹ جائے تو چاند صاف نور ہی نظر آتا ہے۔ اس طرح کھیناؤں کے پٹنے سے مجھے اب اپنا روپ مصفا و صاف نظر آتا ہے۔ یہ بیٹھا ہوا نہیں بیٹھتا چلتا ہوا بھی نہیں چلتا۔ کام کرتا ہوا بھی شانت ہے۔ اور سب کچھ کرتا ہوا کسی کرم سے پائمان نہیں ہوتا۔ یہ من کو اسی طرح چھل کرتا ہے جس طرح ہوا درخت کے پتوں کو ہلاتی ہے۔ اور اندریوں کو اس طرح حرکت دیتا ہے جس طرح گارڈیان گاڑی کے گھوڑوں کو چلاتا ہے۔ یہی تلاش کرنے حمد کرنے اور دھیان کرنے کے لائق ہے۔ یہ سب کے دل میں اسی طرح رہتا ہے جس طرح پھول کے پتوں میں بھنورا بیٹھا ہوتا ہے۔

نہ میری بھوگوں کے قیام میں خواہش ہے۔ نہ بھوگوں کے ترک میں۔ جو آجائے وہ آجائے جو جائے سو چلا جائے مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ میں من سے من کو مادہ کہہ اور بے امنکار ہو کہ اور اپنی ہستی سے دنیا کی جھوٹی ہستی کو مرث کما اپنی ذات حقیقی میں شانتی سے بیٹھا ہوں۔ نہ مجھ میں کچھ بھاؤ ہے۔ نہ اہنکار۔ نہ من ہے نہ حرکت ہے۔ اپنے شدھ آتمک مقام میں میں اپنا قیام رکھتا ہوں۔ ہوا و ہوس کی رستی کو کاٹ کر میرے قفسِ عنصری سے معلوم نہیں کہ خودی کا پردہ اڑ کر کہاں گیا۔ آتما کا حسن و جمال پہلے بھی جوں کا توں موجود تھا۔ مگر چھل من کو وہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

پہلا اس طرح سوچتا ہوا نرو کلپ سہادھی کے برم آند میں سر مست ہو گیا اور عرصہ دراز تک عالمِ تصویر کی طرح اُسی نشیمن حالت میں بیٹھا رہا۔ جب پھر سہادھی ٹھکی تو اپنے راج کاج کو سمجھالا۔ اور جیون مکھنوں کی طرح اپنا



سوچ کر لکھ اے بشر اپنی کتاب زندگی
 دیکھنا شیطان کی جانب چلے تیرا قدم
 انگاں نہ وقت کھو تو ابل کر تے ہوئے
 اے سر مغرور کس پہ مودہا نازاں، تو
 یہ جو ہیں ہمدم اقارب شناسا مطلب کے ہیں
 دستِ پاگوش و چشم بھی چھو دیوں سب
 نیک بن اور نیکوں ہی سے رشتہ اُلفت بھا
 کیونکہ دینا ہو گا مالک کو حساب زندگی
 کیونکہ ہے پیش خدا ہونی کتاب زندگی
 ہے کھڑی ہر دم اجل سرِ قصاب زندگی
 زلیست تیری جہاں میں اک حساب زندگی
 ہو مصیبت پر نہ کوئی ہمراہِ کاب زندگی
 ڈوبنے پر آتا ہے جب آفتاب زندگی
 نغمہ وحدت سنا کر ازرباب زندگی

نقشِ دوئی کو مٹا کر واسلِ نروان ہو
 بس یہی سچ ہے پورن لبِ ناب زندگی!

(دونوں کا لڑنا - اجمینیو کا جید رتھ کو سپوش کر دینا)
 اجمینیو:- ابھانی کا ابھان خاک میں مل گیا۔ مورکھ گھن
 نندرا کی گود میں سو گیا۔ پانی مورچھا کو پراپت ہو گیا۔
 اب اس کا سر کاٹ کر اسے اپنے کئے کا پھل دے
 سکتا ہوں۔ لیکن نہیں نیتی میرے ہاتھ پکڑتی ہے
 اجمینیو اس کا سر کاٹ کر اپنے ماتھے پر گھات کا گند
 نہیں لے سکتا۔

راجمینیو کا دیوہ میں گھس جانا

جید رتھ:- (سپوش میں آکر) چلا گیا چلا گیا۔ نکل گیا۔
 میرے بانوں سے پکڑ کر نکل گیا۔

دیوہ سے واپسی پر پھر جوہ نادان آئے گا
 تو زندہ جید رتھ کے ہاتھ سے پکڑ کر نہ جائیگا
 نام کے میرے پہلے بے نشانی ہے میری جے کی
 جو آیا ہے وہ سرگز لوٹ کر واپس نہ جائیگا
 جیم:- (آکر) دوسرے بانوں کے خیالی نقشہ پھینک کر دل نش
 کر نیوالے خبردار! جے کے ٹھیکیدار تو صرف نام کا
 ہی جید رتھ ہے۔

دل سے اپنے نکال ڈالو جے کے خیال خام کو
 پرندوں کے اچھک ہو تو جاؤ چھوڑو سنگرام کو
 (دونوں کا لڑنا - جیم کا بھاگ جانا۔ پیدھشٹر اور نکل
 کا باری باری آنا اور میدان سے جید رتھ کے ہاتھوں
 بھاگ جانا اور سین کا ٹرانسفر ہونا)
 اجمینیو:- توڑ چکا اجمینیو اس دیوہ کو جس پر کوری ل
 کو بڑا ابھان تھا۔

(دونوں اچار یہ کو سامنے دیکھ کر ان کے

چہروں میں دو بانوں کا پر ہار کر کے)

اجمینیو:- گورو دیو۔ ارجن کے پوتا اجمینیو کا پر نام سو بکا
 ہو۔

اجمینیو کا جانا۔ سکھی۔ سجدہ را۔ اتر اکا گانا)

تینوں کا:- جاؤ جاؤ کرم ویر تم گل کا مان بچانا۔

سجدہ را:- پیٹ نہ دیکھنا رن میں اور دودھنی لاج رکھنا

اترا:- پرانوں کا بچے تجھ جانا کا ترنا نہ لانا

سکھی:- انیائیوں کو مار مکا نا دیکھیوں کے کشت مٹانا

تینوں:- جاؤ جاؤ کرم ویر تم گل کا مان بچانا۔

دیوہ پر دلش سین چوتھا

(جید رتھ کا دکھائی دینا)

جید رتھ:- میری بھگتی شکتی کے روپ میں ظاہر ہوگی۔

ان ہتیارے پاندوؤں کو ایک ایک کر چن لوں گا۔ شری

بھگوان ہادیو کی کرپا سے میں ارجن کے سوائے چاروں

پاندوؤں کو پراست کرنے میں سمر تھ رہوں۔ اب ہادیو

جی کے بردان پورن ہونے کا سہ نکٹ آ رہا ہے میرا

دل ہرشت ہے۔ کیونکہ ارجن دوسرے سنگوں کے

دوہ کے لئے جنگ سے بڑی دور گیا ہے۔

(اجمینیو کا آنا)

اجمینیو:- اپنے منہ میں مٹھو مٹھو دالے ابھانی خاموش

انیائیوں کے پکشیاتی باہوش غریب بھیڑوں کے پیچھے

دور گھرانے والے گڈاریے کے کتے۔ پھڑ۔

صبر کہ ایک دم میں دیکھو فیصلہ ہو جائیگا

باتیں کرنے والا گودی موت کی سو جائے گا

آج تیری موت نے تجھ کو کیا بے صبر ہے

مرنے والے موت سے اپنی توکیوں بے خبر ہے

جید رتھ:- جاؤ جاؤ نادان چھو کرے بھاگ جاؤ۔ پیدھشٹر

نے تیرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ تھے دیام شالا بتا کہ

جنگ میں بھیج دیا۔ جاؤ اس بے شرم کو۔

اجمینیو:- (بات کاٹ کر) بس چپا نہیں سن سکتا باتوں

میں گورو کے ادب کا خیال رکھنا ویر ارجن کے پتر کا کام ہے۔

ابھمنیو:- بس اچاریہ تعریف کے پل نہ بانڈھیے سنبھل جائیے اور ابھمنیو کی شکستہ شالی پر ہاروں گورو کے لئے تیار ہو جائیے۔ گستاخی معاف کیجئے۔ کشاتر دہرم بڑا کھٹن دہرم ہے اس میں پتر کو پتا تک کیخلاف بھی لڑنا پڑتا ہے۔

اچاریہ پتر ابھمنیو جاؤ۔ واپس لوٹ جاؤ۔ چکے دیوہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ موت سے مقابلہ جس میں یقینی موت کی ہے ہے۔ پرانوں کی اچھا رکھ کر چلے جاؤ ابھمنیو:- دادا گورو۔ آپ موت کو بھیجا تک روپ میں پرکٹ کر رہے ہو۔ آپ کو ارجن گاندیو دہری کے پتر سے ایسی امید ہو سکتی ہے۔ ابھمنیو اپنے پوروجوں کے نام کو کفایت نہیں کر سکتا۔

شتم جہر بھی ڈر نہیں مجھ کو اپنی جان کا

خیال ہے اک شان کا اک ڈر ہے بس اپمان کا

درون اچاریہ:- پتر میں تجھے کشتری کے سچے روپ میں دیکھ کر بہت پرسن ہوں۔ پرتو بیٹا تم جان بوجھ کر نادان بن رہے ہو۔ میری صلاح مان کر واپس لوٹ جاؤ۔

ابھمنیو:- تکرار نہ کریں۔ پرتگیا پاسن مجھے مجبور کر رہے میرا پرن بھنگ ہوتا ہے۔ ابھمنیو کو آپ کا مڑا سابق سکھا رہے ہو۔ آپ کے اس کاڑنیک سمواد سے ایک اصل رکت کشتری کے خون میں ابال آ رہے۔

دہرم سے گر جانے دیتے سبق ہو سوچ لو

کہ رہے مجھ کو جو زیب نہیں ہے آپ کو

درون:- بیٹا نادان نہ بنو۔ تمہاری نادانی کا مجھے بار بار خیال آ رہا ہے۔ اور تمہاری اوستھا کا دچار مجھے موه

ابھمنیو:- دادا گورو۔ میری نادانی کو پھل لانے دیجئے اور آپ پریم دشن نہ ہو جائے۔ دہرم یکدھ میں پریم کو دخل نہیں ہے۔

اچاریہ:- پتر میں تمکو چھ سمجھائے دیتا ہوں اور لوٹ جانے کی لئے دیتا ہوں۔ پریم میرے سدا رہے۔

ابھمنیو:- آپ کا پریم کشاتر دہرم کے بالکل پرتی کوں ہے اور فضول ہے۔ پتا جی کی غیر حاضری میں چکے دیوہ رچنا اس کا پرتیکش برہمان ہے۔

اچاریہ:- پتر میں دونوں طرف کا ہتیشی ہوں اور دونوں کا گوڑہوں۔

ابھمنیو:- (بات کاٹ کر) اچھا تو آپ باتوں میں میرا وقت نہ گنوائیے۔ راستہ چھوڑ دیجئے اور مجھ نزدش کو برہم ہتیا گورو ہتیا کے دوشی بننے سے بچائیے۔ (دونوں کا لڑنا)

درون اچاریہ:- آج مجھ کو کیا ہو گیا۔ چکے چڑھتا ہوں تو ہاتھ کاٹتے ہیں۔ نشانہ بناتا ہوں تو نظر ڈگر کاٹی ہے۔ کمان بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس طرف سے زہر بھرے تیر میرے تیر میرے پار نکل کر آگ لگا رہے ہیں۔ (میدان چھوڑتا ہے)

ابھمنیو:- (آگے بڑھ کر) بھر شٹا چاری دریودھن تم کہاں بیٹھے ہو۔ اپنے آپ کو دیر کہلانے والے کہاں چھپے ہو۔ (دشاشن کو دیکھ کر) دشاشن تم ہی آؤ اپنی ہمارائی کی بے عزتی کا مزہ چکھاؤں۔

دشاشن:- شیر کو میدان میں لٹکارنے والے گیدڑ تو اپنی سلامتی کی اچھا کھچھوڑ دے۔ یدی تو نے زندگی کی چاروں بہار دیکھنی ہے تو میدان سے منہ موڑ دے۔ تیری اوستھا کو دیکھ کر مجھے ایشور سے ڈراتا ہے۔

ابھمنیو:- بڑا بچہ دشٹا چاری۔ تجھے ایک ابلا استری کو

کہنے کی شرمناک کوشش پر بشپور سے ورنہ آیا۔ کھڑا
 رہتیرے پای کا بدلہ چکا دوں۔

(دولوں کا ارٹنا، بھینیکو کا دوشا سن کر چچاڑ دینا اور اُس کی چچائی پر چڑھ سکے)

تباہ مہارانی دروید کا بدلہ لیکر ٹھنڈا کروں۔ تیرے تیر
 پھوڑ دوں۔ بال بال اڑا دوں۔ تیرا انگ انگ کاٹ
 دوں۔ (سوچ کر) جا بے حیا بھاگ جا۔ تجھے پران
 بھکشا دی جانی ہے۔ تو بھی سین کا شکار ہے۔ دشت
 جا ابھی تیری پاپ کی نیا بھر لور نہیں ہوئی۔

(۱) جب مینو کا آگے بڑھنا در یو و سن پٹر کٹمن شکنی کے بجائی
اور وشناسن پٹر کو جان سے مار دینا)

پھر ساتوں یو دھان کا اٹھوا ہوا کرنا۔ اجمینیو کا دیکھنا
اجمینیو بے شرموں ایک بار تو سب ایک ایک کر کے
بنگ چکے اب پھر زور آزمائی اٹھے ہو۔ اور میرے
نیک اور میرے تیروں کی اپنے تئوں کی گرم دھاروں
سے غاس بکھاؤ۔

ورنہ وہ صحن :- بس پانڈو پستہ شہناش تیرے تیرے نے ہمیں
رہنے کے قابل نہیں چھوڑا ایسے - تیری بہادری کا سکہ
ہمارے دلوں میں بیٹھ گیا ہے تیری دیر تانے دویش
کو مٹا کہہ پیغمبر کا نزل سرور ہمارے ہرے میں جاری
کر دیا ہے -

جھینڈو۔ چچا تو پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اب کس کا رن آئے ہو۔

وریو دھن :- بہتر پریم کے عوض میں پریم چاہتا ہوں اور
اپنی چھاتی کو گئے لگا کر ٹھنڈا کیا چاہتا ہوں بہر کمان
چھوڑ دو۔ اب چچا کی پریم ترشنا کو نشانہ کر دو۔

۱) اجمینیو کا پتر کمان چینی کا دنیا ساتوں
سکا اجمینیو پتر کمان ایک کا اجمینیو

که میگوید: «تکلموا بکلامه» و «تواضعوا له» و «تواضعوا له» و «تواضعوا له»

(دم توڑتے ہوئے) دھکار ہے ایسی ویرنا پر۔

ہے البتور۔ اسے آکاش کے دیوتاؤ و ایو میں وچرنے والے
پکش گنوں تم ویکھ رہے ہو۔ گواہ رہنا۔ میں نے دھرم دیکھ
کیا ہے۔ مگر ان پاپیوں نے مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ مانا ماتا
میرا آخری پرنام۔ اترا سچ سج ان انیاٹیوں نے تیرا شنگھار
لوٹ لیا ہے۔ تم نے سچ کہا تھا۔ پتا جی آپ کا نور نظر
وسندرا کی گود میں ہیئند سوتا ہے۔

ہے ایشور سن لینا مجھے انہوں نے جھیل کپٹ سے انتم
سمہ دکھایا ہے۔ انبیائوں کو انیائے کا بدلہ دینا۔
دورم پر جان دی ہے یہ حقیقت سب پہ کھل جائے
سے نہ بات پر وہ میں میری آشا نہ کرل چلیئے

سین پانچواں شمشان

(۱) جھنپيو کا دم توڑنا)

۱۔ مجھ کو کی لاش پڑی ہے۔ سجدہ روتی ہوئی آتی ہے
 ۲۔ مجھ سے۔ آ میرے نینوں کے تارے۔ میری گود میں آ۔ دیکھ
 اپنی ماں کو کس طرح بے حال ہو رہی ہے۔
 کچھ کہو مجھ سے نہ کہ کیوں چلا ہے چھوڑ کر
 کیا تیرے قابل نہ تھی پر تھوڑی چلا جو چھوڑ کر
 کرشن سجدہ راء کیوں بے ارادت درالپہ کر کے جیون نہکان
 کر رہی ہو۔

کچھ ہوش کروں میں اپنے جانے دو جانے والیکو
سفسار کا میل ہے یہ تو ہر اک کا آتاجہ جانی کو
سجھدرا :- نہ کہو گشتیام آئیکے زخم تاشید دل کے صفے
سے دکھ ہوتا ہے ۔ (لاش کو دلیکے) آہ ایسی دروشتا
ہس شیش کی جس کی دہار کو سن کر انیا بیوں کے ہوش
اڑ جاتے تھے ۔ آج اُس میں اُٹھنے کی کج ہمت نہیں
کہا اسے ہی موت کہتے ہیں ۔

کشتی در بحر می ریزد

پاس امانت تھی۔ مگر امانت پر اپنا حق جاتی ہو۔
 (وہ سانس دیکھو۔ اتر استی بھلیں ہیں آ رہی ہے)
 سجدہ کا آگے بڑھنا۔ اتر کا آگے
 پھوٹے مورے بھاگے !
 پریم پیارے مجھ سے چھوٹا پیت پتی کا رشتہ توڑنا
 آج بڑا گیا سو ہاگ
 پھوٹے مورے بھاگ
 کوئی کئی جیون کی والی حسرت دل کی نکشالی
 لاگی تن کو آگ
 پھوٹے مورے بھاگ

سجدہ :- نہ رو بیٹی نہ رو میری طرف دیکھ میں اس کی ماما
 ہوں لیکن اسکی یاد دل سے بھلا رہی ہوں۔ دکھ مجھے بھی ہوتا
 ہے میرا بھی کچھ بھٹتا ہے۔ لیکن وہ دہرم پر بیدار
 ہوا ہے
 اتر :- ماں۔ میں اُسے کیسے بھلاؤں۔ اپنے جیون سہماے
 کو اپنے بران پیاسے کو بھول جاؤں کیونکہ ہو سکتا ہے۔
 میں انہیں دیوہوں کی نشانی ہوں جنہوں نے اپنے

آرام کو فٹو کر لگا دی۔ لیکن پتی کو چھوڑ نہ سکیں۔
 سجدہ :- (کرشن سے) بھیا ! اسے سمجھاؤ مجھے مور چھا
 رہی ہے۔
 (کرشن کا نایا کا چینا، بھینو کا سورگ میں نظر آنا۔ اور
 اتر کو کہنا)
 اہمینیو۔ اتر سے تم اپنے لئے نہیں تو اپنے پیٹ کے
 بالک کے لئے پتی بڑا کشتہ انہوں کی طرح جیو۔
 مسافر کا گنا

جگت میں کون ہے تیرا جگت میں کون ہے تیرا
 پتا بندھو بھرتا سب یہ جیتے جی کا ناطہ ہے
 مسافر میں سمجھی تم جگت یہ اک میرا ہے
 وہ اکرن کو چلا جائیگا جو کہ آج آتا ہے !
 پھنسکر یا بندھن میں بے سدھ بھولا ہے سدھ اپنی
 تجھے اگیان کے کارن سمجھ کچھ بھی نہ آتا ہے۔
 (سب پانڈوؤں کا شانت ہو کر
 جانا۔ ڈراپ کا گرنا)

سن لو پر یہ ستم کے پیارے!

پاپنچ پشکیش شاع ہو گئی ہیں۔ پریم کے پیار والے ہمارے پرش دور دور سے منگوا رہے ہیں۔ ان لپٹکوں
 میں کیا بھرا ہے۔ بھگتی۔ پریم۔ آتم رس۔ البشوری جیون۔ لینتا۔ بگھیرنا۔ دہنی کوتک۔ عرش اڈاریاں
 پریم ہمارے پڑھنے سننے والے کا من نرل ہو جاتا ہے۔ یہی جی چاہتا ہے کہ اکیتا کے سمندر میں
 دیراگ منزل اردو ایک آنہ۔ چہ منزل اردو ایک آنہ۔ بکھڑا پینڈا اردو ایک آنہ۔ کیوں درس گورکھی
 دو آنہ فقیر دی موج اردو ہر گل تیرہ آنہ (۱۳) کا منی آہ و بھج کر تمام پشکیش منگوا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر منگھو ویر۔ گور و ناتک لٹرہ۔ گور و ناتک لٹرہ۔ گور و ناتک لٹرہ۔

سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مریض جس سے آج تک فائدہ اٹھاپ چکے ہیں
بواسیر کا آخری اور

شرطیہ علاج

دوا



جس کے تین روزہ استعمال سے بواسیر کا خون خواہ کسی
 مقدار میں کیوں نہ خارج ہوتا ہو فوراً بند ہو جاتا ہے۔ ایک ہفتہ متواتر استعمال کر نیسے جلد تکلیف
 رفع ہو کر بیمار اپنے آپ کو مکمل صحتیاب خیال کرتا ہے تین ہفتہ استعمال کر نیسے بقایا تمام عمر کیلئے اس نام لو
 بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

جو اصحاب آج تک اس منیظروا سے ناواقف ہیں ان کیلئے یہ چند حروف بغرض متعارف تحریر
 کئے گئے ہیں جس کو اعتبار نہ ہو ایک ہفتہ کی دوائی ایک روپیہ میں طلب فرما کر تسلی فرمائیوں۔ اگر فائدہ ہو
 تحریر نہ ہو تو حلفیہ تحریر کی زمین پر ڈر نہیں اپنی گرہ سے لگا کر اگر وہ روپیہ واپس کر دیا جاوے گا۔

(قیمت ایک ہفتہ کیلئے ایک روپیہ تین ہفتہ کے لئے ڈھائی روپیہ)

شفیکیت : مجھے عرصہ بواسیر کی شکایت تھی سینکڑوں علاج کئے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر
 حکیم نند لال سارسی کی دوائی بواسیر یعنی پائیکور نے مجھ کو کا اثر کیا۔ میرے خیال میں
 بواسیر خونی کے مریضوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی دوائی نہیں ہے۔ (دیوان چند سبکداری پکڑ پکڑیں)

محکم دکن کا پتہ

پوری انڈین مسڈ گل ہال قلمہ شخوڑہ (پنجاب)

خبریں
اوم
کے
المیشور انک
مجلد

تصوف کے بلیں شعر !

مرسلہ
چرخِ لا الہ الا اللہ
آتش
بی۔ لے

- ۱۔ موت اک زندگی کا وقفہ ہے - یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
- ۲۔ زندگیاں سے یا کوئی طوفان ہے - ہم تو اس سینے کے ہاتھوں مر چلے
- ۳۔ نگاہِ فتنہ میں نشانِ سکندر ہی کیا ہے - خراج کی جگہ کا ہودہ قبصری کیا ہے
- ۴۔ نا آشنا نہیں رتبہ دیوانگی سے دوست - نادان جانتے نہیں کیا ہو گیا ہوں میں
- ۵۔ یہاں تک جذبِ کونوں کا ش تیرے جس کابل کو - تجھی کو سب پکارا اٹھیں گدڑ جاؤں جدھر ہو کہ
- ۶۔ تم تیرے پاس ہوتے ہو گویا - جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
- ۷۔ ہم کیا کریں ترقی نہ اگر آرزو کریں - دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا۔
- ۸۔ وہ سے مختار سزا دے کہ جزا دے فانی - دو گھڑی ہوش میں آنے کے گنہگار ہیں ہم
- ۹۔ غریب کیستے ہیں دنیا میں عشرت پرورینہ - خدا کی دین سے سرمایہ غم نہ د
- ۱۰۔ دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد - نرے جنوں کا خدا سلسلہ دواز کرے
- ۱۱۔ تم آگے تو ہوش کہاں - میزبان ہو کون - آج آپ اپنے گھر میں ہیں کچھ کہاں سے ہم
- ۱۲۔ حرم و دیر کے جھگڑے تیرے چھپنے سے پئے - تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے
- ۱۳۔ خوابِ عدم سے جاگے تھے ہم تیرے واسطے - آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
- ۱۴۔ اک جہاں ہو جس کا مشتاقِ جمال - سخت حیرت ہے وہ کیوں روپوش ہے۔
- ۱۵۔ ہم طلبِ حق ہیں ہمیں یہ چاہیئے آتش - پہنچا دے جو حق تک وہی عرفان کا زینہ
- ۱۶۔ تمہارا ہی تختہ کعبہ تمہارا - ہے دونوں گھروں میں حب الہ تمہارا
- ۱۷۔ بہت دیر نہیں رسم و دیر و حرم سے - سجودِ محبت ادا کر میوے
- ۱۸۔ دیر و مسجد پر نہیں موقوف کچھ غافلہ! - بارگاہِ سجدے سے مطلب ہے کہیں سجدہ ہے کیا (سادھو رام جتوہر)
- ۱۹۔ تمہارا بول بالا ہر جگہ اللہ والوں میں - یہی ہو حق حرم میں ہے یہی جب تپ شوالوں میں (شائق)
- ۲۰۔ کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند! - سارے بشر میں بندے حق کے سارے جھگڑے شر کے ہیں

(ذوق)



بیمہ زندگی کی چوٹی کی ہندوستانی کمپنی کی کامیابی کا باعث پبلک کا اعتماد ہے !

۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء
جاری کردہ پالیسیوں کی مالیت زائد از
۸۳ کروڑ روپے

سرمایہ ۱/۲ کروڑ روپے زیادہ
تقریباً پانچ کروڑ روپے
سالانہ آمدنی

ہمارا پراسیکشن حاصل کرنے کیلئے جس میں ہماری دلکش تجویز بیمہ سے متعلق تفصیلات مذکور ہیں برائے ہر بانی مندرجہ
ذیل پتہ پر بھیجیں :

دیوان گوپال داس سوونی ایف سی آئی (رائیڈنگ) ایف سی آئی ایس (نٹن) برلنچ سیکرٹری
ٹریفک کوئٹہ سوونی
لائیف ایشورنس کمپنی لمیٹڈ ۲۷ سی
دی مال لاہور
۱۹۷۴ء

کنھیا!

اے قلم شرمین پس ام جی پارس و جہانوی
خالص آدم نکے ایشور انک کے لئے

زباں پر جو آئے نام کنھیا
کرے دل نہ کیوں احترام کنھیا
تصور میں رہتا ہے جلوہ اسی کا
لگا ہوں میں کیفِ مشام کنھیا
صد بانسری کی یہ کیا آہ ہے
سُناتی ہے کیا کیا پیام کنھیا
کوئی جائے گوگل کوئی جائے مقہرا
نہ پایا کسی نے مقام کنھیا
حقیقت کے جو یا ادھر آتا ہوں
تیرا ہی تو دل ہے مقام کنھیا
اسے ہی تو بیکینھہ کہتے ہیں بچے
ہے جاری جہاں فیض ام کنھیا
دیا تھا جو ارجن کو اپیش میں
ہے گیتا دہی تو پیام کنھیا
اے پارس ادب کہ خدا را ادب کہ
ہے عارفانہ کام کنھیا

علم کی دولت چرائی نہیں جاسکتی

یہ حمیم ہے

لیکن آبِ پ کی روپیہ کی دولت بھی
نہیں چرائی جاسکتی!!

بنیادی

آپ ہیں کی حفاظت کا ذمہ پنجاب کی سب سے بڑی
بنک انٹرنیشنل ٹرسٹیشن!!

دی پنجاب بینک لمیٹڈ
کے سپرو
کریں

The PUNJAB
NATIONAL
BANK LTD

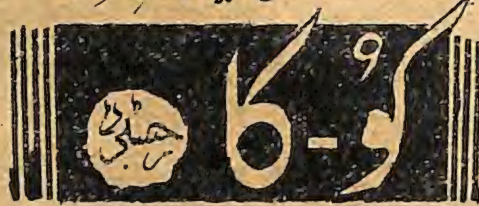
جو ۱۸۹۵ء سے ملک کی خدمت کر رہا ہے

پانچویں نمبر کے کونے کونے میں لکھیں

خبردار ؟

۴۲۰ سے ہوشیار !

عرصہ سینتیس سال سے پنڈت ٹھاکر دت ملتانوی وید کی قابل فخر ایجاد سے وپرانے گول کا بغیر پیشینہ احد علاج



کی ترقی و کامیابی کو دیکھ کر نقادوں کے منہ میں پانی بھرا آیا ہے اور کئی دوا خانے ملتے جلتے نام رکھ کر سبک کے دھوکے دے رہے ہیں۔ ایسے گندم منا جو فروختوں سے ہوشیار رہیے۔

صرف تین نام یاد رکھیے :-

(۱) پنڈت ٹھاکر دت ملتانوی وید (۲) کو-کا جبرڈ (۳) ملتانوی فارمسی لاہور
المشاہرہ - منجر ملتانوی فارمسی سحر پور ۱۲۱ گمٹی بازار لاہور

وینو حرمیر - آئینہ ارواح



اصلی آئینہ سامری
(مصنوعی اصلی ایجان)

ہر ایک شخص چاہے کتنی بھی بزرگ کیوں نہ ہو۔ اس جادو کے شیشہ میں دیکھ سکتا ہے۔ چوری کی گئی وگندہ پیر کا پتہ۔ بیمار کے تندرست ہونے کا حال گڈے ہوئے یا آگے آنے والے حالات کا پتہ۔ دینیہ کہاں ہے۔ کوئی بھی مشکل کام پورا ہو گا یا نہیں۔ محبت امتحان۔ عدالتی مقدمات۔ ملازمت وغیرہ میں کامیابی حاصل کرنا۔ عزیزوں۔ دوستوں۔ بزرگوں یا شہیدوں سے جو اس دنیا میں نہیں رہے یا دور دراز ملکوں میں چلے گئے ہیں سے ملاقات اور جہم غیبی حالات جنکے معلوم ہونے کی آپ کو خواب میں بھی امید نہیں۔ اس کے ذریعہ دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ اصلی شیشہ سونے ہاتھ سے ہندوستان بھر میں دو مری جگہ نہیں مل سکتا۔ رعایتی قیمت سے تکیب استعمال فی عدد صرف ایک روپیہ بارہ آنہ ملے دو عدد تین روپیہ چار آنہ (پے) محصول ڈاک وغیرہ دس آنہ الگ۔ غلط ثابت ہو تو قیمت واپس۔

حلنے کا پتہ :- ایسٹرن آرٹس کا ڈپٹی (او۔ ایل) بکس نمبر ۲۵ - دہلی

درجہ اولیٰ و سونہ کی دولت

سونہ روپے تولہ ہو گیا !

سب عمدہ سب اعلیٰ سب بھاری



ناظران! دیکھئے اس نیو پیرس گولڈ کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے جس گہری فریج کیمیکل گولڈ گیا وہاں سے دوبارہ سب بارہ فراموش آئی یہ سونا ایک ناقص جواب چیز ہے اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عام طور پر اس سونے کے زیورات برہمنوں میں سفید پوش طبقہ میں اس کی زبردستی مانگ سے ہوتی ہے۔ مسکری یہاں گیا انبار سے خرید کر دیتے ہیں۔ فریج کیمیکل گولڈ اور اس کے زیورات ایک شے دار کے ہاں دیکھ چکے ہیں تباہ کیا اس خیال میں تھا کہ اصلی سونے کے مبلغ ساٹھ روپے ارسال خریدتے ہیں۔ براہ کرم غور کیجئے ایک یونٹ گولڈ جلد ہی بی بی ہے۔ یہ سونا کسوفی پر اصلی سونے کا رنگ تیار ہے اور اصلی سونے کی طرح کوٹا اور گچھا یا جاتا ہے۔ ہر شے کے زیورات اپنے جاسٹ میں ہوشیار سے ہوشیار جوہری طرف بھی اس کو شکل سے بچان سکتا ہے۔ ناپسند ہو تو قیمت واپس دینے کی کارروائی ہے۔ اس مندرجہ بالا فراموش کو غلط ثابت کر دینا ہے کہ مبلغ دس ہزار روپے قیمت انعام دیا جائیگا قیمت صرف مفتوں کی خاطر اکیس تولہ دو روپے نہیں تولہ پانچ روپے آٹھ تولہ چھ تولہ دس روپے۔ پندرہ تولہ بائیس روپے۔ چالیس تولہ پچاس روپے۔ تیار زیورات ہمارے ہاں بہترین ڈیزائن کا ہے ٹھیکہ والے - ۳۲ روپے فی جوتی۔ چوڑا ۲۰ روپے فی جوتی۔ کڑے تین تولہ ۵/۸ روپے فی جوتی۔ بانگلس ۱۲/۸ روپے۔ لاکٹ ۱۱ روپے۔ دست بند ۱۱ روپے فی جوتی۔ انگوٹھی گندارتین روپے۔ انگوٹھی ساڑھ بیس ٹینشن ۲۰ روپے۔ چوڑی جالی دار ۵/۸ روپے فی جوتی۔ چاندن دار ۱۲/۱۷ روپے۔ کانوں کے ٹکے ۷/۸ روپے فی جوتی۔ ہر وقت تیار ملتے ہیں۔ اسکے علاوہ ہر شے تین تولہ ۵ روپے کے زیورات کے خریدار کو ایک عمدہ ذخیرہ ہوٹ رست چارج مفت دی جاتی ہے۔ جس کی خوبصورتی اور پائیداری کی گارنٹی دس سال ہے۔ گارنٹی کا انفرامہ ہر فطری کیسافہ دیا جاتا ہے۔

فریج گولڈ سیلانی کمپنی پوسٹ کس ۲۵ (O.L) دہلی

تو بھی بدل فلک کہ زمانہ بدل گیا!

سفید بالوں سے نجات

اب خضاب لگانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ایجاد کردہ کیمیکل ہیر
ایٹل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لئے قدرتی طور پر سیاہ رہ
جاتے ہیں۔ اور دوبارہ سفید نہیں ہوتے۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال
کیا جاسکتا ہے جبکہ بال نزلہ کی وجہ سے تمام سفید ہو گئے ہوں
یا کہیں کہیں سفید نکلنے لگے ہوں۔ ان کے لئے خاص طور پر
ایک نعمت ہے۔ قیمت فی شیشی پانچ روپیہ۔ نمونہ کی شیشی
دو روپیہ۔ محصول ڈاک بارہ آنے (۱۲)۔
میکسولیا رٹریز (او۔ ایل)۔ لاہور

چھپکے دانغ دور

میڈیکل سائنٹیفک سپر کسٹر ترقی کر چکی ہے اس کا اندازہ پیک میکسو
MAXO کے استعمال سے ہوگا۔ اس دوا کے چند روز ملنے سے چھپک
کے دانغ مستقل طور پر دور ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قسم کی پھنسیاں۔
نشانات وغیرہ ہوں تو اس دوا کے اندر کافی استعمال سے دور ہو کر چہرہ
گلاب کے پھول کی مانند نکل آتا ہے قیمت فی شیشی پندرہ روپیہ۔ نمونہ
کی شیشی چار روپیہ۔ محصول ڈاک ۸ علاوہ۔

ذیابیطس کی تیر بہف دوا!

اس موذی اور لاعلاج مرض کا آخری
ڈیمینرول۔ اور یقینی علاج ہے گذشتہ اسی برس
میں اس جادو اثر دوا نے ذیابیطس شکر کی یا غیر شکر کی
یا چربی کے اخراج میں مبتلا لاکھوں جان بلب مر لیوں کو
موت کے منہ سے نکال کر از سر نو مکمل صحت عطا کی ہے
جریان۔ اعتدال۔ بستی۔ نامردی اور سرعت انزال کی شرطیہ
دوائے۔ دل۔ دانغ جبکہ معدہ۔ اور گردوں کو بجد تقویت
بخشتی ہے۔ حافظہ اور بنیائی کو بڑھاتی ہے۔ اس دوا کا
یہ ایک ادنیٰ معجزہ ہے کہ جسم کا ہر عضو جوان ہو جاتا ہے
خون صالح پیدا ہو کر کئی پونڈ وزن بڑھاتی ہے اور جسم
کی جملہ طاقتیں جو ش و خروش کے ساتھ اپنا کام کرنے لگ
جاتی ہیں۔ قیمت مکمل کورس دس روپیہ۔ نصف پانچ
روپیہ آٹھ آنے۔ ۵/۸ روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک

میکسولیا رٹریز (او۔ ایل) لاہور

قسمت کا ستارہ

آپ کی قسمت میں کیا لکھا ہے کسی چھول کا
کا نام اور خط لکھنے کا صحیح وقت لکھ کر
معلوم کر سکی فیس دس روپیہ۔ مگر جوش وویا
پر یقین نہ کرنے والوں کو ایک ماہ کیلئے مفت
تہ

۲۶۱ لاہور
کمار سوئی پوسٹ بکس ۵۰۷ لاہور

سفید دماغ - برص - پھلہری
کھینچنے کا

مغربی علاج

اگر اس فقیری مریض کو تین یوم مالش کر نیے بغیر کسی ضرر یا تکلیف کے سفید دماغ جڑ سے نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس - اعتبار نہ ہو تو اس سارا نامہ لکھالیں - اپنی حالت کو عرض و تحریر فرمائیں -

قیمت مکمل کو رس تین روپے اٹھ آنہ
بواسیر کی شعلہ دوا - پہلے روز درد خون بند - تین دن میں مکمل آرام - قیمت صرف دو روپے (علی) ۲/۱۰

بغیر اپریشن فوطہ بڑھ جانیکا علاج

اگر فوطہ میں آنت اتر آئی ہے - یا پانی آگیا ہے تو اس کی جرت انگیز دوا کنول جبرٹ استعمال کیجئے - خواہ کیسا ہی پرانا مرص ہو - ایک ہفتہ میں مستقل طور سے فائدہ ہو سکتا ہے اس خط ناک بیماری کی نہایت مجرب دوا ہے -

کنول جبرٹ دوا کی مالش سے پسینہ کے ذریعہ مادہ خارج ہو کر اصلی حالت پر آجائیں گے - اپریشن کی ضرورت نہیں مکمل فائدہ کیلئے

ایک شیشی قیمت پانچ روپیہ نو آنے ۵/۹
نمونہ کی شیشی دو روپیہ (علی) ۲/۱۰

میکسولیبارٹریز (O.L) لاہور

۵۰ روپے ماموار مفت اکاؤ دولت آپ کی تلاش کر رہی ہے

آپ اعلیٰ ریڈیم کیمیکل گولڈ (سونا) کی انجینی لیکر ۵۰ روپے ماموار گھر بھیجے اس سکتے ہیں - یہ سونا کسوٹی پر بالکل اصلی سونے کا رنگ تیار ہے اور اصلی سونے کی طرح کوٹا اور کھیلایا جاسکتا ہے - اس کا رنگ کبھی خراب نہیں ہوتا ہر جگہ کے ناٹیشن کی مطابق ہر قسم کے زیورات ہمارے شاک میں موجود ہیں - آپ اپنے شہر کی انجینی کیلئے فوراً لکھیں تیار شدہ زیورات کی مکمل فہرست اور چھ توڑے ریڈیم بیوگولڈ ایک جوڑی ٹینیسی جوڑی دو عدد انگوٹھی بمبئی ٹینیسی ایک جوڑی کٹے ایک جوڑی اسٹیلڈ بطور نمونہ بھیجے جاتے ہیں ہوشیار پتھر کار اور محنتی انجنیڈ کو ہر قسم کی سہولیت دی جاتی ہے - آج ہی قواعد طلب کریں -

الابید ٹریڈرز (او۔ ایل) لاہور

تین ضد روپیہ صرفت العام

عمل مجرب کے تحت نقین ہمارا اصلی جادو تعویذ منگا لیں - اسکو اپنے پاس رکھ کر اپنے دل میں جس کسی کو نام لیں گے خواہ کیسا ہی پتھر دل معذور اور سخت کلام کیوں نہ ہو جہاں آپیں بھی ہو گا - ملنے کیلئے تربطینہ لگ جائیگا جب بھی آپ اس کے سامنے جائیں گے وہ آپ کا ہمار جنت کرگا ہر وقت آپ کے - ہاتھ رکنے کی خواہش کرے گا - نیز گندہ کی تلاش کرنا کسی کے دل کا بھید معلوم کرنا مرہ روحوں سے بات چیت کرنا معشوق کو پس کرنا جب بھی روزگار حاصل کرنا - غرضیکہ آپ کے ہر سوال کو جواب آپ کو مل جائے گا اور آپ کے دل میں کوئی ایسی خواہش ہے جو کہ باوجود کسی ہزار کوششوں کے بھی پوری نہیں ہوتی تو وہ بھی ہمارے اصلی جادو تعویذ کے پاس رکھنے سے گنتی کے دنوں میں پوری ہو جائیگی - معاف فی تعویذ دو روپے محض ہر ایک ہاتھ رکھنا - خوش - غلط ثابت کرئیے ہیں صندروں پر لکھ نام دیا جائے گا -
مومنٹی جنتا (O.L) سیاتھو شملہ

پایح کی رعایت

جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا، امرت دھارا، اوشدھالیہ کی ادویات میں اس پایح کی رعایت نہیں کی جاتی ہے۔ اس لیے ادویات میں تھوڑی تھوڑی رعایت جیسا کہ اسے کر دی ہے اور جتنی قیمتوں پر یہی ادویات جالی میں جنہوں نے رعایتی قیمتوں کا نقشہ نہ منگوا یا ہو وہ منگوا سکتے ہیں۔ کتابیں چونکہ پہلی ہی چھپی ہیں اور آج کل کا چارٹنجیت کا کاغذ لینا نہیں پڑا ہے۔ اس واسطے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ

کوئی نو وید بھوشن پنڈت تھا کہ روت شرمہا وید کی تصنیف کردہ ہر انسان کے پڑھنے لائق صحت اور تندرستی کے اصول سکھارو الی طبی کتب میں نصف قیمت کی رعایت کر دی جاوے

جیسے جیسے ختم ہو کر یہ کتب نئی چھپنی ہوں گی پھر تو بعض اصلاحیں بھی دینی شکل ہو جاویں گی۔ فہرست کو غور سے پڑھ کر جو کتب اپنے واسطے آپ ضروری سمجھتے ہیں۔ جلدی منگوالیں نیچے پوری قیمتیں درج ہیں۔ ان سے آدھی کی جاویں گی۔ میں روپیہ یا اس سے زیادہ کی کتب منگوانے پر جو نصف دس پیہ یا زیادہ کی ہوں گی محفوظ رکھا جائیگا۔ معاف کیا جاوے گا۔

احفظ صحت و تندرستی اور درازی عمر کے اصول جمانا چاہیں وہ تندرست و ذلیل کتب کا خاص منہ سال کریں

کی فہم کتاب کا خلاصہ کر دیا ہے جس سے ان کا کمال مت معلوم ہو جاتا ہے قیمت اردو ۲۰ ہندی ۲۰۔ رسالہ خوراک اس میں خوراک کے ہر پہلو پر تفصیل کی گئی ہے اور ضروری و مفید ہدایات ازبوتے ہندی و دیگر یونانی و اوروپائی درج کی گئی ہے۔ ہندوستانی گھرانوں میں ہو کھانے بنانے جملے میں ان کے بنانے کی خاص ترکیبیں لکھی گئی ہیں قیمت ایک روپیہ دو اسٹکے۔

ضروریات زندگی انسانی زندگی کے واسطے کوئی چیز طرح فائدہ نہ دے سکتی ہے۔ یہ وہ زندگی کو بڑھانے والی یا اسکو کٹانے والی ہوتی ہیں۔ صحت کی قدر کرنے والے شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور اپنی اولاد کو لڑنا چاہیے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ ہندی و دیگر پیہ چھڑانے۔

طالب علموں کو نصیحت اس میں طالب علموں کو ہدایات درج ہیں قیمت ایک روپیہ

حفظ و تقدیم و علاج اس میں اس کے اوصاف میں یہ کتاب نہایت مفید و سبق آموز ہے ڈاکٹر صاحب ہندوستانی یوگیوں سے بھی ملے ہیں اس واسطے ان کی تحریروں میں ہندوستانی رنگ ہے۔ پہلا باب ہی دانی غلامی ہے۔ انسان کو اپنے پر حکومت کرنا سکھانا کتنا ضروری ہے یہ پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل نکات مشعل غلامی جذبات، تنہائی، لیکن دماغی، طبیعت کا اجاڑنا، ہوا، بخار، ہل، ناکامی، کالی، خود آگاہی، جلد بازی، غصہ و کھان، بڑھاپا، اس کے ساتھ ہی تہذیب کی عام امراض، یورک، ایسڈ، قبض، زکام، بڑھتی گرمی، ہاتھ پاؤں مہرہ، خرابی، ملاخوی کا بھی حفظ و تقدیم و علاج درج ہے قیمت نصف ۱۲

جواہر (وقت حیات) ایک ہفتہ ہوا، کسے رہ

ہندی اردو انگریزی میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ اس پر رعایت نہیں

ہینا تریم اور ذاتی تربیت اس میں ہینا تریم کے اصول اور اس کے فائدے اور اس کے طریقے درج کئے گئے ہیں قیمت اردو ۱۲ ہندی ۱۲

تصاویر صحت اس میں ایسی تصاویر دی گئی ہیں جن سے بچنے کا کام کرنے لگنا چاہیے۔ کھانے کے وقت جسم کی فیکچر پورکس کیا ہوتی چاہیے۔ گھر میں رکھو۔ بچوں کو دکھاؤ قیمت ۲۰

شباب جاو دانی (من کی طاقت کے رشمے) کس طرح آدمی جیسا جوان رہ سکتا ہے قیمت اردو ۴۰ ہندی ایک روپیہ چار اسٹکے۔

اہل ہندی کی جسمانی کمزوری کے اسباب اس کتاب کی تعریف بہت سے اخباروں میں چھپی ہے ایک ہندوستانی کو پڑھنی چاہیے۔ صحت کے اصولوں کا مکمل مفصل بیان ہے قیمت اردو ۱۰۰ اسٹکے ہندی ۱۲

نقشہ صحت اس میں تندرستی قائم رکھنے کے تمام ضروری اصول بیان کر دیے ہیں قیمت ایک روپیہ یعنی دو روپیہ لگا کر دو روپیہ کے پیسے لگا کر اردو ۱۲ ہندی ۱۲ بغیر رول و پیٹرن اردو ۴۰ ہندی ۴۰

ون چرمہ (امیت الیم) اس میں درج ہے کہ روں رہنا چاہیے۔ صبح اٹھ کر کیا کیا اور کیسے کیسے کیسے کام میں لگے۔ خوراک کی بات سوئے وغیرہ کی ہدایا سب مفصل بیان میں قیمت ۱۲

ڈاکٹر لونی کو مہی کے چار نشان ان مہی کے ڈاکٹر

پائیت الموم ہمارے ملک میں ۵ مہم ہوتے ہیں ان پانچوں کا مفصل بیان۔ ان مہموں کا ان لوں پر اثر اور ان کے مطابق رہنے۔ کھانے پینے۔ بھنے اور غذا کی کے اصول۔ ہر مہم میں ہونے والی امراض کا بیان و علاج بھی ساتھ ساتھ آیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر مہم میں ہونے والے پھل و نرکاروں کے اوصاف بیان کئے ہیں قیمت اردو ۱۲ ہندی ایک روپیہ چار اسٹکے۔

کیا میں تندرست ہوں صحت و درازی عمر کا راز مرغوریت۔ بچہ، بوڑھا، جوان، تندرست، بیمار، ایک کو اس رسالے کے اصولوں کو جاننا چاہیے۔ تندرستی کے اصول جن پر ایمور و غریب سب عمل کر سکتے ہیں بدلائل میان ملتے ہیں قیمت اردو ۵۰ ہندی ۱۲

رسالہ صحت کے دس اصول اس میں ایک ایک نکتہ پر ایک ایک نکتہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف نے دس ایسے ضروری نکات ہر ایک کے قابل عمل اصول مقرر کئے ہیں جن کی پابندی سے صحت جی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور بڑھاپے میں بھی جلدی نکا مراد سکتا ہے قیمت اردو ۶۰ ہندی ۱۲

رسالہ نیند و فلسفہ خواب اس میں خواب کے نیند میں نہیں کھانا۔ زندگی کا تانی سے زیادہ حصہ نیند میں جاتا ہے۔ پڑھا اور عمر کو بڑھاؤ قیمت اردو ۱۲ ہندی ۱۲

رسالہ غذا و صحت اس میں ہر صحت کا غذا ہے کھانے پینے کے متعلق بہت ہی ضروری اور دلچسپ تحقیقات کی ہے۔ اس کو ترجمہ کر کے جمے لکھا جائے اس کے پڑھنے سے ضروریات و راغذیہ ہی آپ لکھا میں نے قیمت اردو ۱۲ ہندی سوا روپیہ

یا دگا رسو جوئی اس میں کھانے کے بیان کے ساتھ

بقدر رکھنے و کم کر کے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے اس کتاب میں بتائی گئی ہیں جو کہ پڑھنے سے ہی تعلیق کھتی ہیں۔ جابجا سو سے زیادہ تصویروں ہیں جو مضمون کی وضاحت کرتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ہندی دو روپے۔

سورج سنان یا آفتابی غل (آفتابی غل کے سورج سنان یا آفتابی غل کے)

نیز آفتابی غل سے صحت۔ طاقت و خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے راز اور سورج کے رنگوں سے امراض کو دور کرنے کا بیان لکھا ہے۔ قیمت ۰۲۔

انسان حیوان (اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے اور انسان نے اس فرق کو قائم رکھا ہے یا نہیں۔ نہایت سبق آموز کتاب ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲۔)

ابو صحت (تمام ضروری حفظان صحت کے اصول پر مشتمل ہے) (درج ہیں) دریا کو کون سے میں بند کر دیا ہے شخص کو یا اس رکھنا اور بار بار چھنا چاہیے یہ نہایت نیکو دلت شہرہ دوم ادھر ٹرٹ کی طرف سے صرف لاگت پرانے کو چھپوایا گیا ہے قیمت۔ فی سینکڑہ دو روپے۔

(اس پر رعایت نہیں)

۲۔ جو اصحاب خاص خاص امراض میں پوری واقفیت حاصل کرنا چاہیں مندرجہ ذیل کتب کا وہی ان کو کھیں

رسالہ قبض (اس کے اندر عمدہ دانتوں کی تشریح۔ علاج کی قبض کی وجوہات اس کی اقسام و علاج ایسے طریق سے لکھا ہے کہ خاص خاص علاج و تہذیب صاحبان یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں قیمت اردو ۱۲۔ ہندی ۱۲۔)

رسالہ کھٹی روگ (یعنی وق و سل) اس کے اندر حفظ اصول ہیں جبکہ باعث ہم دوق یا ایسی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہر خاص و عام کو مفید ہے۔ قیمت اردو ۲۲۔ ہندی ۳۰۔)

رسالہ معرعت (کل دنیا میں ۹۹ فی صدی سے بھی زیادہ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اس سالہ میں اس کی مکمل تشریح کی گئی ہے۔ اور بعدہ مفصل علاج اور ہر قسم کے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر بیمار و غریب فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت اردو ۵۰۔ ہندی ۶۰۔)

بھی دیتے گئے ہیں۔ مرض سوزاک اور اس کے متعلقین امراض پر اس سے بہتہ کوئی اور سالہ نہیں مل سکتا ہے۔ قیمت اردو ۸۰۔ آئے۔ ہندی ۱۲۰۔ آئے۔)

وانت ان کی امراض و علاج (دانتوں کی مکمل کی احتیاط ان کے صاف کرنے کے طریق۔ بچوں کے دانت آسانی سے نکلنے کے قواعد۔ دانتوں کی مختلف امراض ان کے ڈاکٹری و دیگر دیوانی علاج۔ کرم خوردہ دانتوں کے بھرنے کے طریق۔ دانت نکالنے کا مفصل بیان دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

اصطلاحات یونانی (اصطلاحات مختلف تیار می اوصاف الادویہ و اعمال وغیرہ لکھ کر ان کے معنی لکھ دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰۔)

رسالہ انفلا انزا (اس میں انفلا انزا (نرلی بخار) کی تمام اقسام و علامات اس کی علامات اس سے بچنے کے طریقے اور علاج درج ہیں۔ قیمت اردو ۱۲۔ ہندی ۱۲۔ آئے۔)

ادویات باہ حصہ اول

اس میں مقوی یا پاکوں۔ مجبوزوں۔ جوشوں۔ حلووں۔ پوروں۔ گویوں۔ دوائی۔ غذاؤں اور حریروں وغیرہ کے نسخہ جات درج ہیں جو پچاسوں مستند مطبوعہ اور قلمی کتب سے نیز بہت سے مشہور حکیموں اور ویدوں کے علاوہ عام اشخاص نے تجربات سے حاصل کئے ہیں۔ ان سے ہر کوئی پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے قیمت تین روپے۔)

رسالہ طاعون (اس کے اندر طاعون کی اقسام و علامات درج ہیں۔ قیمت اردو ۸۰۔ ہندی ۸۰۔ آئے۔)

رسالہ طاعون (اس کے اندر طاعون کی اقسام و علامات درج ہیں۔ قیمت اردو ۸۰۔ ہندی ۸۰۔ آئے۔)

رسالہ طاعون (اس کے اندر طاعون کی اقسام و علامات درج ہیں۔ قیمت اردو ۸۰۔ ہندی ۸۰۔ آئے۔)

رسالہ طاعون (اس کے اندر طاعون کی اقسام و علامات درج ہیں۔ قیمت اردو ۸۰۔ ہندی ۸۰۔ آئے۔)

اصطلاحات ایک

ان تمام الفاظ کی جو عام طور پر ایک میں ادویات کے اوصاف مرکبات کی اقسام مفردات کا مجموعہ۔ ادویات بنانے کے طریقوں۔ کثرت جات۔ رسوں کی ترکیبیں۔ مختلف ہیں جن کے نہ جاننے سے ویدک کاشوق رکھنے والوں کو سخت مشکل کا سامنا ہوتا تھا۔ تشریح کر دی گئی ہے۔ قیمت ۹۔)

رسالہ چچک

اس رسالے کے اندر چچک کا مفصل بیان اس کے متعلق ہر عام خیالات ہیں۔ ان کی تشریح مرض چچک کی وجہ تمام احتیاطیں جن سے وہ جلد ہی نہایت ہو۔ قیمت اردو ۸۰۔ ہندی ایک روپیہ۔)

رسالہ طیر یا موسمی بخار

یہ رسالہ متعلق آج تک جو تحقیقات ہوئی ہے۔ اس کا عام فہم الفاظ کے اندر لکھے مشہور طریقے سے ذکر ہے۔ ہر شخص بخوبی اس مضمون سے واقف ہو سکتا ہے۔ قیمت اردو ۵۰۔ آئے۔ ہندی ۱۰۰۔ آئے۔)

ادویات باہ حصہ دوم

اس میں مقوی یا مشروبات یعنی نسخہ جات مقوی از قسم شربت دوق آسو و شراب نیز مقوی باقیل گھرت عطر وغیرہ خوردنی رسوں کے اعلیٰ اعلیٰ نسخہ جات مختلف کتب آئے ویدک سے مقوی یا کثرت جات ہر قسم۔ مقوی نسخہ جات ڈاکٹری و ہومیو پتی۔ ساتھ ہی طلاء ضداد۔ مقوی منسلات۔ ملذذات۔ مصنفات وغیرہ کے سینکڑوں نسخہ جات درج ہیں جو کہ نہایت عجیب و غریب ہیں۔ چھپ کر تیار ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔)

رسالہ بواسیر

بواسیر کتنی قسم کی ہوتی ہے۔ اور ان کی علامات کیا ہیں۔ سب مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یکصد سے زائد نہایت عجیب آزمودہ اور آسان نسخہ جات درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۲۰۔ آئے۔)

خط و کتابت و کار کا پتہ: امرتھار عکس لاہور

مشائقیں علم طب نیز جو نسخجات مفید اکیس کا شوق رکھتے ہوں اور کشتہ جات میں پھی ہو وہ مندرجہ ذیل کتاب دھیان کریں

علاج الاطفال

اس میں پیدائش سے لے کر ہر سال کی عمر تک کے بچوں کے امراض اور بچوں کی ہمتی ہیں۔ ان کا مکمل بیان ہر قسم کے ڈاکٹری یونانی و ویدک کے علاج و درج ہیں۔ اس کتاب کی مدد سے والدین اپنے بچوں کی امراض کا علاج بخوبی کر سکتے ہیں۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ قیمت اردو دو روپے۔ ہندی اڑھائی روپے۔

رسالہ زہروں کا علاج نمبر اول

اس میں زہروں کے علاج کے مختصر اصول ہیں۔ یونانی ویدک اور انگریزی کا بیان ہے۔ جراثیم امراض یعنی مٹی جیگر پھر پھیپھوں جو اسانی وغیرہ کو بھگانے کی تدابیر ہیں۔ قیمت اردو ۱۲ روپے ہندی ۸ روپے۔

رسالہ زہروں کا علاج نمبر دوم

اس میں تیسرا نمبر اب پھر میں ایفون، گاسٹرا وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کا زہر اُٹارنے کے علاج و طریق۔ ان کی عادت کے بدلتا ہے اور کچھ طرح کے تریاک کی طرح کی کمی ہیں قیمت اردو ایک روپیہ ہندی ایک روپیہ چار آنے۔

دوش گیان

کتاب حکمت کے دروازے کی چابی ہے۔ اس کو پڑھ لے کر کبھی انسان علاج میں غلطی نہیں کھاتا اور بچوں اور عیبوں کو ہمیشہ پاس رکھنی چاہیئے قیمت اردو ۱۲ روپے ہندی ۱۲ روپے۔

شوہن و دھی

تمام دھاتوں، پیدھاتوں، رسوں، آب رسوں، دھتوں، آب دھتوں، رتنوں، آب رتنوں وغیرہ کی ترکیب صفائی جوڑنے جن ادویات کو بدتر یا مفید کر کے ڈالنا ہوتا ہے ان کا بیان ہے۔ قیمت اردو سواروپہ۔ ہندی ۸ روپے۔

علم عمل کشتہ جات

تمام دھات، آب دھاتوں وغیرہ کی صفائی تدبیر کا ذکر کر کے بعد اب ان اشیا کے کشتہ جات تیار کرنے کی تدبیریں بیان ہوئی ہیں علم و عمل کشتہ جات میں سات دھاتوں اور ان کے پیدھاتوں کے کشتہ جات کے مختلف پیدھاتوں کے درج کر دیئے ہیں قیمت فی جلد ایک روپیہ اڑھائی آنے۔

کشتہ جات کا ترجمہ حصہ اول

آج سے لاکھوں برس پیشہ شری دھنوتی جی ہمارا ج کشتہ جات کی تعلیم دیے چکے ہیں جس کے اصول حرف حرف آج تک ایسے اور بچوں جو سائیس ترقی کرے گی۔ ان کی سچائی اور بھی عیاں ہوئی۔ ان کا ترجمہ شری جی ہم نے شروع کیا ہے۔ صرف ترجمہ کر دیتے ہیں

عوام اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ مگر انہوں نے اس کتاب کی نویسی سے یقین ہی اٹھ جاتا ہے اس واسطے بیحدت جی نے اس رسالہ میں ایک ایک کثرت کی تشریح کی ہے۔ حصہ اول میں بہت سی ضروری باتیں حفظ و نعت کے متعلق آئی ہیں۔ جن سے ہر ایک شخص کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ہم نے صرف اس خیال سے کہ رشیوں کی کتب کی نویسیاں عوام پر دشمن ہوں اس کا ترجمہ بھی زیادہ سے قیمت برائے نام فی جلد ۸ روپے (اس پر رعایت نہیں ہے)۔

کشتہ جات کا ترجمہ حصہ دوم

کشتہ جات سوترا سچان نصف تک کا ترجمہ حصہ اول میں..... شائع ہو چکا ہے۔ باقی سوترا سچان کا ترجمہ حصہ دوم میں ختم کیا گیا ہے قیمت ۸ روپے۔ (اس پر رعایت نہیں ہے)

فریادو جی یا علم افعال الاعضاء

جسم انسانی کے بعض کو بیان قیمت ۱۰ روپے۔ شہنخت برض

اس میں برض کی پہچان کے متعلق نہایت وضاحت ہے ذکر کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۸ روپے۔

رسالہ مجربات حکمائے ہند نمبر اول

اس میں دیش اپکارک کے از اپریل ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء کے کل تجربہ نسخجات درج ہیں بڑے بڑے نامی حکما اور ایڈیٹر دیش اپکارک کے تجربہ نسخجات درج کئے گئے ہیں قیمت ۱۰ روپے۔

رسالہ مجربات حکمائے ہند نمبر دوم

انجیا دیش اپکارک کے از اپریل ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء یعنی دو سالوں کے تجربہ نسخجات کا لب لباب اور پچوڑ درج ہے۔ مجربات کی کان ہے قیمت دو روپے۔

رسالہ مجربات حکمائے ہند نمبر سوم

دیش اپکارک دو سال از اپریل ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء کے مجربات کا مجموعہ قیمت تین روپے اٹھ آنے۔

رسالہ مجربات حکمائے ہند حصہ چہارم

اس میں اپریل ۱۹۰۶ء سے مارچ ۱۹۱۱ء تک کے مجربات درج ہیں قیمت تین روپے اٹھ آنے۔

رسالہ مجربات حکمائے ہند نمبر پنجم

اس میں مجربات اپریل ۱۹۱۱ء سے مارچ ۱۹۱۵ء تک درج ہیں قیمت سات روپے دو دھتوں میں بھی مل سکتی ہے قیمت حصہ اول چار روپے۔ حصہ دوم تین روپے اٹھ آنے۔

ویدک کے مشہور مرکبات

اس میں ویدک کی تمام مشہور ادویات کے تقریباً ۱۰۰ نسخجات دیئے گئے ہیں۔ ہر نسخہ کی ایسی تشریح کی گئی ہے کہ ہر ایک شخص بخوبی ان پر عمل کر کے بنا سکتا ہے۔ قیمت اردو ۱۲ روپے ہندی سواروپہ۔

کنج مجربات

ہم کو فاسی کی ایک نئی بیاض ملی ہے جس کے اندر ہر مرض کے ایسے ایسے عجیب نسخجات دیئے ہوئے ہیں۔ کتاب میں نہیں ملے۔ ہم نے اس کا ترجمہ کر کے کتابی صورت میں اب صاحبان کے سامنے پیش کر دیا۔ ہے۔ اس کے نیکاطوں نے اس شخص کے برسوں فقیروں، سنیاسیوں کے بھی پھر کر حاصل کئے ہوئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ اٹھ آنے۔

علاج بالمفردات

اس میں ہر سے باؤں تک کل امراض کا علاج صرف ایک دوا لی سے کیا گیا ہے۔ فقیری چھوٹوں کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ایشین قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

لٹانی لغات الادویہ

اتنی جامع لغات آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ آپ کو کسی زبان کا نام معلوم ہو۔ ہندوستان کی ہر زبان اور انگریزی دلائی کے نام بھی فوراً معلوم ہو جائیں گے۔ ہر زبان کی روایت موجود ہے۔ اور سب نام لکھے دیئے ہیں۔ بڑی سخت و خرچ سے تیار کی گئی ہے۔ قیمت چار روپے۔

گوشوارہ تشخیص امراض

ہر ویدک کے ہر مرض کی کتاب اس میں رولف وار ہر علامت مرض کو بتلایا ہے۔ کہ وہ کتنی امراض میں ہو سکتی ہے۔ امراض کے نام اردو انگریزی دونوں میں دیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ نوٹ ہے کہ اس مرض کی دیگر علامات کہاں ہیں۔ تشخیص مرض کے لئے بے نظیر ہے۔ قیمت دو روپے۔

نشانات موت (مرض جب حد سے گذر جاوے تب اس کی پچھتا نیاں ہوتی ہیں جس سے انسان کا آخری وقت پتہ لگتا ہے۔ دوسری اس میں درج ہے قیمت ۵ روپے۔

وش میں امرت (اس کتاب میں ایفون پچھلے اور پچھلے مفید نسخے دیئے گئے ہیں جو چیزیں موت کا سبب ہوتی ہیں۔ انہی کے اندر امرت پوشیدہ ہے قیمت ۱۰ روپے ہندی ۱۲ روپے۔

وودھ نباتات (اس میں وودھ والی تمام نباتات کے وودھ کے فوائد اور اس سے جو ادویات یا کشتہ جات بن سکتے ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔

۴۔ جو صاحب مجلسی معاملات کی واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتب کا دھیان رکھیں

رسالہ وضع حمل

رسالہ نگہ میں پڑھ کر یا ناکرا اس کے تمام مضامین میں نشان کر دیئے جائیں۔ غور و خیر کا اس سے واقف ہونا ضروری ہے اس میں ۳۳۳ باعنی تصاویر ہیں قیمت اردو ۶۔ ہندی ۱۰۔ نوے سال جو ان وقت درست کیوں و کیسے امریکا کا ایک ڈاکٹر ۶ سال کی عمر میں جوانوں کے سے اعضا نکلتے تھے اس نے یہ کتاب لکھی ہے کہ میں نے کسی اصول کی پابندی سے اتنی عمر تک جوانی و تندرستی کو حاصل کیا ہے یہ کتاب اسی کا ترجمہ ہے قیمت اردو ۴۔ ہندی ۸۔

رسالہ زہروں کا علاج نمبر سوم اسمیں سانپ بچھو۔ بھر لکھی۔ بھوڑا جھپٹکی اور دیگر جانوروں اور جنسرات الارض کا مفصل بیان اور کالے کا علاج درج ہے ہر لون اور فنی تصاویر بھی ہیں قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

موت کے قاصد کرم وان کی حقیقت

اس کتاب کے اندر تمام ضروری امراض مثلاً لیمیا یا ٹائیفائیڈ۔ ایک۔ مرض انڈوم۔ فیکٹیا وغیرہ کے جرم اور ان کے ایک

کام ورتی شتر حصہ اول دوم ایک اند ۲۵۵

اور ۵۰ فوٹو لاک کی تصاویر ہیں اور ایک اندر نو لکھوں کی تصاویر ہیں۔ اور تمام مرد و عورت کی مکمل تشريح ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

حصہ دوم ایک اند ۲۵۵۔ اور تمام مرد و عورت کی مکمل تشريح ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

حصہ دوم ایک اند ۲۵۵۔ اور تمام مرد و عورت کی مکمل تشريح ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

دیرج (منی) جسم انسانی کے متعلق پوری واقفیت ہم پہنچائی گئی ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

کیا ہم لڑکا یا لڑکی اپنی مرضی پر پیدا کر سکتے ہیں اولاد حسب خواہش پیدا کرنے کے متعلق آج تک کی فہمک اور نوائی و نثری کل تحقیقات کا غلیظہ بیان کس طرح تبدیلی کی جاسکتی ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

میرے والدہ دیکھنا چاہتے تھے معاملہ دنیاواری کی تعلیم کیسے دی جائے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

دوسرے پہنچا ہوا کرم اور ان کی عادات کو بیان قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

تحقیق مہربابت سال ۱۹۱۴

بیان امراض باہر اسکا علاج کتابی صورت میں قیمت صرف ۱۰۔

رسالہ کمرہ ۱۰۔ اور دیگر کتب کی قیمتیں مرد و عورت کے تعلقات پر روشنی ڈالنے کے لکھا خیال ہے کہ بدولتی کی وجہ سے لکھے بھی مرد و عورت کا تعلق ٹھکانے کے بڑے عجیب و غریب خیالات ہیں۔ قیمت ۸۔

بے اولاد کیا کریں؟

اس کے مصنف شری بیٹل جی کے فرزند کپور ویداجارت ڈاکٹر ملدیو جی شرمائی۔ لے شاستری (پنجاب) ایم۔ این۔ ایم۔ ایس۔ (برہمن) ایم۔ آئی۔ بی۔ ایس۔ (وینا) ہیں۔ اس مضمون پر آج تک کوئی ایسی کتاب اردو یا ہندی میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ بہت ہی مختصر اور پڑا سمجھنے کے صرف چند تذامیر اور نسخہ جات برتے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے یہ اپنے ڈھنگ کی نرالی پستک ہے قیمت ۲۔ ہندی ۳۔

(اس پر کوئی رعایت نہیں)

۵۔ عام دلچسپی کی چند مفید عام کتب کا بیان ذیل میں ملاحظہ فرمائیں

رسالہ دلچسپ طبی مضامین

دش ایک ایک کے چند مفید خاص و عام مضامین کا مجموعہ قیمت اردو ۴۔

جوجو جھٹو (جاپانی کشتی کا طریق)

چکے جانے والا اگر کلا اور کلا قابو نہ آجائے تو اپنی حفاظت پورے طور پر کر سکتا ہے قیمت ۴۔

رسالہ حکیم و مرلیض

حکیم کو علاج کرنے سے پہلے اور مرلیض کو علاج کرانے سے پہلے اس کو پڑھ لینا چاہیے قیمت ۲۔

دودھ و اس کی اشیاء

ہر انسان کو پڑھنا چاہیے۔ ترجمہ کے دودھ کے مفصل ذائقہ اور دودھ سے بننے والی تمام ضروری اشیاء کا بیان و فوائد قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

رسالہ سیر یورپ حصہ اول

انگینڈر فرانس۔ جرمنی۔ بلجیئم۔ سویٹزرلینڈ۔ اٹلی۔ آسٹریا کے دلچسپ حالات۔ ان کی تہذیب کی کچھ تصویر ان کی ترقی کا راز درج ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

رسالہ گھر کا حکیم

عام طور پر گھروں میں ہوتی رہنے والی امراض کے مختصر آسان تر جواب و آزمودہ نسخے اس میں دیئے گئے ہیں قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

رسالہ ملیلہ

ملیلہ کل امراض کے واسطے کافی ہے رسالہ ہذا میں اس کا مکمل بیان درج ہے۔ کل فوائد اور استعمال کے طریقے بھی درج ہیں قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

پرورش اطفال

اس رسالے کے اندر پرورش کے متعلق کوئی نکتہ نہیں ہے جس کو واضح نہ کیا گیا ہو۔ مگر میں اس رسالے کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ہر بات میں آپ کی رہنمائی کرے گا قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

رسالہ برہمی

آج کل برہمی کے واقعہ اس بیان مقوی و واضح اسیرا واقعہ بیان وغیرہ ہوتے تو ہر انسان و عام بخوبی جاننے لگ سکتے ہیں۔ اس میں برہمی کا مکمل بیان درج کر کے استعمال کے بے شمار عملی طریقے لکھے گئے ہیں قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

رسالہ سیر یورپ حصہ دوم

اس میں طبی۔ یونان وغیرہ کے حالات و وضاحت کے ساتھ لکھے گئے ہیں قیمت ۱۰۔

مرم چکتا (زرد تھیرانی)

یہ ایک امریکا کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں ہر مرض کا علاج صرف کسی حصہ جسم پر دیاؤ ڈالنے سے ہوتا ہے۔ ایک شخص کو پاس رکھنی چاہئے کتاب بالتصویر ہے قیمت اردو ۱۰۔ ہندی ۱۵۔

طب ہندی کی قدامت اردو

مشہور ڈاکٹر لو تھور کے پُر از معلومات خیالات ہر منبت فی عماد اور ہر معالج کے خصوصاً پڑھنے لائق ہے۔ قیمت ۴۔

لاہور گائیڈ

یہ انگریزی زبان میں ہے۔ اس میں لاہور کے تمام قابل دید مقامات و دیگر جہاں کا ذکر مع ان کی تصاویر ہے قیمت ۲۔

(اس پر رعایت نہیں)

ویراک درین

یعنی

پریم بھگتینی شری ماتا سہجوبائی کی انمول امت بانی

(۱)
یہی کہیں گورو دیو جی یہی پکاریں سنت - سہجو تچ دے بگت کو۔ تو ہے تچے گوانت
(ٹیکا)

شری ماتا سہجو بانی فرماتی ہیں کہ (اے اس شریر اور دھن سہتی کو اپنا سمجھنے والے انسان) شری گورو دیو اور سنت جہا تا
تچے کو چٹا دینی دے کر پکار رہے ہیں کہ اس بگت کا موہ چھوڑ دے۔ ورنہ تجھے بگت چھوڑ دے گا۔ کیا معنی؟ ایک جہا تا فرماتے ہیں کہ
اگر تو دنیا سے دل نہ اٹھائے گا۔ تو دنیا ایک دن تجھے تختہ پر اٹھا کر باہر کر دیگی۔ یعنی یہ بات اچھی ہے کیا کہ دنیا تجھ کو باہر کر دے۔
اس سے بہتر ہے کہ تو خود دنیا سے آزاد ہو جا۔ ایسا کرنے سے تو تو سکھ کی زندگی بسر کرتا ہوا اخیر میں بھی آند پر اپت کر سکے گا
اور اگر خود دنیا سے تعلق نہ چھوڑے گا۔ تو موہ میں پھنسا رہ کر ہر وقت دکھی رہے گا۔

(۲)
کلمہ کلپنا دکھ گھنا سدا ہے من بھنگ - اکس بھرے کو چھوڑیے سہجو جگ بے ڈھنگ
(ٹیکا)

فرماتی ہیں۔ بگت کیا ہے؟ یعنی۔ چنچلتا۔ انیک تکلیفات۔ جس میں (انسان کا) من ہمیشہ بھٹکتا ہی رہتا ہے۔ ایسے
دولیش بھرے۔ بگت کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ یہ جگ بے ڈھنگ ہے۔ کبھی ایک حالت پر تو رہتا ہی نہیں رنج
سکھ ہے تو کل دکھ۔ آج خوشی ہے تو کل رنج۔ آج شادی ہے تو کل ماتم۔ آج بہار ہے تو کل غزاں۔ آج جوانی ہے تو
کل بڑھاپا۔ آج زندگی ہے تو کل موت۔ اسی طرح گنتے جاتیے۔ دیکھتے جاتیے سنسار کا یہی سار ہے۔ تبدیلی۔ پھر اس فانی
سنسار سے تعلق رکھنا چہ معنی دار۔ تعلق تو اس کے ساتھ چاہیے جو غیر فانی ہے۔ فانی بگت تعلق کا انجام؟ دکھ ہے

(۳)
کٹب سنگھانی نیچ میں آدانت نہ جوتے - نیچ ملے نیچ ہی گئے سہجو سنگ نہ کوئے
(ٹیکا)

تیرا رشتہ دار ہے گا؟ نہیں۔ یہ سب درمیانی رشتے ہیں۔ پھر ایسے رشتے سے دل باندھنا۔ جو پہلے ہو۔ نہ بعد میں محض تھوڑے وقت کے لئے ہو۔ جائز ہے؟ قطعاً نہیں۔

(۴) **مرکبچڑے جو کٹب سوں پھرنہ دیکھ آئے۔ محل درویشستان کوں سہجوں کچ بلائے**
(ٹیکا)

اے مدد مالتے انسان۔ ذرا غور تو کر۔ جب اپنے رشتہ داروں سے مرکبچڑھ جائیگا۔ پھر تو نہ تو ان کو دیکھ سکتا ہے اور نہ وہ تیرا ہمنہ۔ بس تیرا ہمنہ وہ آخری بار دیکھ چکے۔ اب یہ صورت پھر نظر نہ آئیگی۔ اور نہ تو ان کو دیکھے گا۔ جب رشتہ داروں کے ساتھ یہ حال ہے تو پھر (زندگی میں) محل درویشستان کے لئے چنتا کرنا اور رکھنا نہیں تو کیا ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کی چنتا نہ کر۔ اچت رہ۔

(۵) **مرکبچڑن یوں ہوئیگا۔ جوں ترور سوں پات۔ سہجوں کا پاپران سوں جیوں کھ سیتی بات**
(ٹیکا)

اے فانی انسان جس شریکو تو آگیا تباہیں اجرا ملنے ہوتے ہے۔ وہ تو اس فانی سنار سے اس طرح علیحدہ ہو جائیگا جس طرح درخت سے پتہ۔ (درخت سے ایک پتہ گر جانے سے درخت کو خسارہ نہیں آتا) اس طرح تیرے چلے جانے پر یہ جگت یوں ہی قائم رہے گا۔ اس لئے (غور نہ کر) دیگر جس طرح شریک سے سوا نش چلتی ہے۔ یا منہ سے بات نکلتی ہے لیکن ایسا ہونے سے شریک کو نقصان نہیں۔ اس طرح تو سنار کاٹھ جاتے گا۔ مگر سنار قائم۔ بدستور پٹا رہے گا۔ پھر کھس بات کا غور ہے؟

(۶) **سہجوں جیوت سب سکے موئے نکٹ نہ ہائیں۔ روئیں سوار تھ اپنے سینے دیکھ ڈرائیں**
(ٹیکا)

فرماتی ہیں اے انسان سب رشتہ دار تیری زندگی میں ہی رشتہ دار ہیں۔ مرنے پر تو تیرے نزدیک ہی نہ آئیں گے۔ اگر آئیں گے بھی تو پھر نہ آئیں گے۔ کیوں کہ تیری مرگ لاش کے ساتھ لگنے سے تو اب ان کو چھوٹ لگتی ہے۔ ہاتے بیونا دنیا۔ طو حاشم دنیا۔ زندگی میں تو گلے لگاتے۔ بوسے لے۔ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ مگر مرنے پر چھوٹ لگتی ہے۔ اٹھا۔ ہاں تو اے مورکھ من۔ تیرے رشتہ داروں کا یہ حال ہے اور یہ سب اپنے ہی لالچ کیلئے روتے ہیں۔ اور اپنے سکھ کیلئے ہی داد دیا کرتے ہیں۔ ان کو تیرا ارمان نہیں ہے۔ تیرا درد نہیں ہے۔ تیری عداوتی کا افسوس نہیں ہے۔ اگر تیری عداوتی کا سچ ہوتا تو خواب میں تجھے دیکھ کر نہ ڈرتے۔ بدشگون نہ مانتے۔ زندگی میں دیکھ کر تو دل خوش ہو۔ اور موت کے بعد خواب میں دیکھ کر بھی ڈر۔ کس سے؟ — اپنے عزیز کی صورت سے — افسوس!

(۷) **سہجوں دھن مانگے کٹب گاڑھا دھرتاے۔ جو کچھ ہے سوئے موئے پھر پچھے مر جائے**
(طرا)

جب انسان کا آخری وقت (رحلت نزع) ہوتا ہے تو تمام رشتہ داروں کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ دھن و دولت اس نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے۔ وہ تو ہمیں بتائے۔ پھر بچے ہی مر جائے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام ناطقہ دار اپنی غرض کے ہی بندے ہیں:

(۸) کاڑھ کاڑھ دیگی کہیں بھیتیر باہر لوٹے۔ جیو چھٹے سہجو کہے تن کا سگانہ کوئے

(ٹیکا)

مندرجہ بالا شبہ کی تحت میں جب انسان مر جاتا ہے۔ اور اس کے رشتہ دار دھن و دولت پوچھ لیتے ہیں۔ تو پھر کیا کہتے ہیں؟ ماما جی فرماتی ہیں۔ کہ اندر اور باہر یہی آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ نکلا۔ نکلا۔ مرنے کو جلدی باہر نکلا۔ آہ۔ اے دیہہ بھائی پریش۔ اب تیری دیہہ (مشریہ) کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں۔ جیو نکلا۔ طائر روح نے قفسِ غصہ سے پرواز کیا۔ تو پھر کون تیرا۔ اور تو کس کا؟

(۹) ہرناکشپ سے ہولے وریو دھن شیشال۔ گنہہ کرن راون گئے سہجو کھاتے کال

(ٹیکا)

اے ناچیز انسان۔ ذرا سوچ تو سہی۔ کہ تو کس قطار میں ہے۔ کال ایسا جاہلی ہے کہ جس نے ہرناکشپ۔ وریو دھن شیشال گنہہ کرن۔ راون جیسے بہادروں کو بھی نہیں چھوڑا۔ تیری کیا گنتی ہے؟

(۱۰) نشہ مرنا سہجیا جیون کی نہیں آس۔ کے ٹوٹی سی جھونپڑی کے مندر میں واس

(ٹیکا)

فرماتی ہیں کہ اے سہجو۔ مرنا تو یقینی بات ہے۔ جب ایک دن ضرور مرنا ہے۔ اور وہ بھی معلوم نہیں کہ کس وقت۔

بقول حضرت ذوق

۱۔ ذوق اس بحرِ فنا میں کشتی عمر رواں۔ جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارہ ہو گیا۔

۲۔ ہماری زندگی گانی ایک مٹی کا کھلونا ہے۔ جو جکنا چوڑ ہوتا ہے اہل کی ایک ٹھوکر سے

۳۔ کون سا جھونکا بجھا دیگا کہے معلوم ہے۔ زندگی؟ اک شمع روشن ہے ہوا کے سائے

ہاں تو جب موت یقینی ہے۔ تو پھر زندگی کی آس (امید) رکھنا ہی فضول ہے۔ پھر جب زندگی کی امید ہی نہیں تو اس

چند روزہ فانی زندگی بسر کرنے کے لئے محل اور جھونپڑی یکساں ہیں۔ پس اے من

گذران کہ گزران — کیا جھونپڑی کیا مکان

(۱۱)

کے غریب ہر لوگرنی کے ہر چھتری ہوتے۔ جنم مرن سوں ایک سہجو بھید نہ کوئے

اس غریب میں جو تمام دن لوگری اٹھا کر مزدوری کرتا ہے اور اس شہنشاہ میں جس کے سر پر چنور جھلے جاتے ہیں
جہنم اور عرن میں تو کوئی عید نہیں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح غریب پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح امیر۔ جس طرح غریب مرنے لگتا ہے اسی
طرح امیر قدرت نے اختلاف سے کام نہیں لیا۔ اس کے علاوہ قدرت کا ہر ایک اصول غریب اور امیر کیلئے یکساں ہے۔ کوئی بھی
فرق نہیں تو پھر غریب کی حقارت اور امیر کو عزت کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ — جہالت !

(۱۲)

مرنا ہے رہنا نہیں جانا واہی ٹھور۔ سہجے کے گنگال ہو کے ہو درویش کروڑ

(ٹیکا)

(مندرجہ بالا شہد کے اصول کی تحت میں قانون قدرت کی رو سے) سب نے مرنا ہے۔ اس جگہ کسی کو قیام نہیں
اور ہر شخص نے وہاں (پلوک) کا سفر کرنا ہے۔ خواہ وہ بالکل غریب ہو۔ خواہ کروڑوں روپے کا مالک

(۱۳)

سہجے بناؤ باٹ کے مل مل بچھرت جائیں۔ بیٹھ بیٹھ ہو تھک گئے جگ ترو کی چھائیں

(ٹیکا)

فرماتی ہیں۔ کہ اے سہجے۔ تمام رشتہ دار۔ تعلق دار۔ واقفکار۔ ایک ہی سفر کے مسافر ہیں۔ کوئی آگے آتا ہے کوئی پیچھے
اور کوئی پہلے چلا جاتا ہے کوئی بعد میں۔ لیکن چلیں گے سب ہی کوئی بھی جم کر نہیں ہے گا۔ تمام مسافر اس سنسار ریلوے
درخت کی نیچے تھوڑی دیر آرام کر کے اپنی اپنی راہ لیں گے۔ اس لئے تو کسی سے تعلق (موہ) نہ رکھو۔ ورنہ اس کے چلے جانے
پر سہجے ضرور ہی دکھ ہو گا۔ جیسا کہ کہا ہے

آشنائی با مسافر کردن لے دل خوب نیست۔ اولوطن خویش رفتہ داغ برآئد جگر

یعنی۔ دل کسی بھی مسافر کے ساتھ دوستی پیدا نہ کرے۔ کیونکہ وہ تو اپنے وطن کو چلا جائے گا۔ (پر کسی جو ہوا) اور
تیرے سینے پر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت ثبت کر جائے گا۔

(۱۴)

دیہہ نکٹ ہے تیرے پڑی جو امر ہے نت۔ دو میں مواکون سا کا سوں تیرا ست

(ٹیکا)

(ایک شری سے جو نکل جاتا ہے۔ اور اس کے رشتہ دار اس کی لاش کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں) تو ماما جی ان رونے
والوں سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں کہ اے بھولے انسان کیوں روتے ہو۔ اگر تم کو شری سے الفت ہے۔ تو وہ تو تھا ہے پاس
ہی پڑا ہے۔ اور یہی جیو آتما کے لئے روتا ہے۔ تو وہ امر ہے۔ پھر مجھے بتلاؤ کہ ان دونوں میں سے مراکون؟ — کہ جس
کے لئے نورور رہا ہے

(۱۵)

تیرا تھا تو کیوں موا کیوں نہ گئی رکھ بانہ۔ سہجے ہو تک مل تھکے چوراسی کے مانہ

پھر فرماتی ہیں کہ اے رونے والے انسان۔ کیوں ہائے میرا پتا۔ یا ہائے میرا بھائی۔ یا ہائے میرا بیٹا۔ یا ہائے میرا
مترکہ کہ زار و زار نہ رہا ہے۔ اگر یہ تیرا ہوتا تو مرنا کیوں؟ یا اگر تیرا تھا تو تو نے کیوں مرنے دیا۔ اس کا بازو پکڑ کر
تھام لیا ہوتا۔ تاکہ یہ جاتا (نہ مرتا) اے بھولے انسان کیوں بھرم میں پڑا ہے۔ یہ رشتے نلے تو کتنی بار ہی چوراسی میں
ہو چکے ہیں؟

(۱۶)

جو تیرے سنگ پیار تھا جاتا واکے ساتھ۔ کئے واہی کو راکھتا سہو گہہ کر ہاتھ

(ٹیکا)

(رونے والے ادھیر انسان کو اپدیش یا نصیحت دیتی ہوئی مٹری ماسہو بانی جی پھر فرماتی ہیں) کہ اے نادان اگر
یہ (مرنے والا) تیرا پیارا تھا۔ یا اے تیرے ساتھ پیار تھا۔ تو تجھے لازم تھا کہ اپنے پیارے پریم (محبوب) کے ساتھ جاتا
یا اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے پاس رکھ لیتا۔ اور اے جانے نہ دیتا۔ (مگر یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ پس اس کا نتیجہ
یہ ہے کہ اکیلا آتا ہے اور اکیلا جاتا ہے۔ اور یہی دستور زمانہ ہے)

(۱۷)

بہت گنتی تھوڑی رہی یہ بھی رہی نامیں۔ جنم جلتے ہری بھگتی بن سہو جھرم من مابیں

(ٹیکا)

(اے سوالنوں کی دولت کو مفت لٹنے والے نادان سوداگر) بہت دولت (سوالنوں کی) گنا چکا۔ بہت عمر
گزر چکی۔ تھوڑی باقی ہے اسے سنبھال۔ ورنہ یہ بھی یونہی بے ارتھ جلتے گی۔ اور تیرا میرا جنم پر بھو بھگتی کے بغیر ہی لٹ
جائے گا۔ اگر کچھ دیا ہے تو یہی بات سوچ کہ سے میرا جنم انول ہے۔ کوڑی بدلے نہ جلتے

یا

سے سوالنا خالی جات ہے۔ تین لوک کا ٹول

ماتا جی فرماتی ہیں کہ اگر مجھے کوئی جھڑنا (فکر) ہے تو یہی ہے۔ اور کوئی بھی نہیں۔

(۱۸)

سہو بھج بہری نام کو تھو جگت سون نہیہ۔ اپنا تو کوئی ہے نہیں۔ اپنی سگی نہ وہیہ

(ٹیکا)

ویراگ درپن کے اخیر میں ویراگ کے پھل کے مد نظر مٹری ماسہو بانی کا یہ شبد بہت ہی پُر معنی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اے
مابیا میں بچتے ہوئے میں میری کرنے والے انسان یا (سہو) جگت کا تو یہی انجام ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا۔ کہ کوئی بھی
اپنا نہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ پر بھو نام کا سمن کر۔ اور جگت کی محبت دل سے نکال۔ جگت (تمام رشتہ دار۔ وطن
مکانات وغیرہ) تیرے ساتھ کیوں کر چلے گا۔ اور تیرا کس طرح ہے؟ جبکہ تیرا شری جس کو تو اپنا اپنا کہہ رہا ہے
ساتھ نہیں چلتا۔ اور یہیں رہ جاتا ہے۔ تو اور تیرے ساتھ کیا چلے گا؟ کچھ بھی نہیں۔

ویراگ (بے ثباتی دنیا) کے تحت میں تو کچھ بھی ساتھ نہیں جاتا۔ مگر ایک چیز ہے جو ساتھ بھی جاتی ہے۔ اور وہ میں اعمالِ حسنہ۔ پس اگر کچھ دولت اکٹھی کرنی ہے تو اعمالِ حسنہ کی (جس میں ہری نام بھی شامل ہے) تاکہ لوگ کے ساتھ پر لوگ بھی بنے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ

نہ دولت ساتھ جاوے گی نہ عزت ساتھ جاوے گی - نہ شوکت ساتھ جاوے گی نہ ثروت ساتھ جاوے گی
شرف اعمال اچھے کر کے جو عبقی میں کام آئیں - وہاں جنت نہیں ہے یاں جنت ساتھ جاوے گی
سے اعمال نیک کر کے ان اعمال نیک سے - یاں بھی تیرا بھلا ہو اور واپس بھی تیرا بھلا
ادم شانتی شانتی شانتی ادم از حکیم رمیلداس منظر ماہرہ صنایع مظفر گڑھ

الشیور کا پیارا کون؟

(1)

جس کی عقل آلائش سے پاک ہے اور جو دل رتقا پور رکھتا ہے۔ اور خواہشات سے مبرا ہے اور ہر حیثیت سے خواہ بذریعہ سناس۔ خواہ بذریعہ یوگ۔ خواہ بذریعہ ذکر و فکر کے اپنے من کو پریشور کے چروں میں لگاتے رکھتا ہے۔ اور پندار اور غضب اور توہمات کا ترک کرتا ہے۔ اعلیٰ مدارج یعنی کمال کو پاتا ہے اور وہی البیور کا سچا اور پیارا مہکتا کھانا کا مستحق ہے۔

(4)

جو کسی سے حسد اور دشمنی نہیں رکھتا اور رحمدل و بے پندار و حلیم ہے اور تکلیف اور راحت کو مساوی سمجھتا ہے اور صبر و تحمل رکھتا ہے اور حواس پر قادر ہے اور یقین کا پکا ہے۔ خوف اور غصہ سے آزاد ہے۔ پاکباز ہوشیار اور بے خواہش ہے اور مکر و حات سے بری ہے۔ وہ ہمیشہ ایشور کو عزیز ہے

(3)

جو انسان اپنے دل سے دیتا اور عقیقہ کی خواہش اور تمنا کو دور کر دیتا ہے اور ذات واحد کو پہچان کر اس میں مسرور ہو جاتا ہے۔ اور آمد برآمد سالن پر نظر عقلمندی و ہوش مندی سے رکھتا ہے اور مثل کچھوے کے اپنی اندریوں کو چاروں طرف سے سمیٹ لیتا ہے یعنی اپنے حواسوں کو محسوسات سے ہٹا لیتا ہے۔ وہ ہی الیشور کا سچا بھگت ہے۔ اور وہی عارف اور یوگی کہلاتا ہے :

“ ماہ مانج اور اپریل دو ماہ کا پرچہ ہے۔ ماہ اپریل میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کے

شوق دیدار

فاضل
بک

تضمین برغزل فخر الشعرا حضرت لسمیل الہیہ آبادی مدظلہ،
سافر ————— لدھیانوی

بخت خفتہ کو میرے تم ہو جانے والے کشتی گرداب ہو پار لگانے والے
خستہ حالوں کی ہوجرت کو بچانے والے "سخت مشکل میں تمہیں کام ہونے والے
مقتدر اس لئے رہتے ہیں زمانے والے"
کنس کے ظلم سے جب نیا پکاری مومن آئے سولہ کلا کے سکت ہاری مومن
انتظاری بے تیری بانجھے بہاری مومن "سامنے آؤنگا ہوں کے فراری مومن
ایک نظر دیکھ لیں پھر تم کو زمانے والے"
تم نے اے کرشن کنہیا وہ سکھایا اپدیش بے ثباتی زمانہ کا پڑھایا اپدیش
اور ارجن کو بھی ہے پھینچ کے لایا اپدیش "تم نے اس واسطے گیتا کا سنایا اپدیش
سچے رستہ پہ چلیں جس سے زمانے والے"
ایک مٹھرا ہی نہیں فرش پہ نقش امین آج ہر فرسے میں پوشیدہ ہے اک گنگا جمن
گوشہ دیدہ و دل میں ہے تمہارا مسکن "کیوں نہ حاصل ہو زمانے میں تمہارا جمن
دل سے جب یاد کریں تم کو زمانے والے"
دل کو محنت میں لگا اور نہ ہو تو بیدل ہو کے رہ جائیگی آسان تیری ہر مشکل
دل کو یوں چھوڑے سافر تو قریب منزل "شوق دیدار میں بے چین نہ ہونے سبیل
پھر کنہیا کبھی بھارت میں ہیں آنے والے"

غیر مطبوعہ

رشی اشٹاکر

اوالک مٹی کے آئرم میں ایک برہمچاری کھوڑ نامی پڑھا کرتا تھا۔ اس کی لیاقت اور حسن خدمت سے خوش ہو کر مٹی جی اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ کچھ عرصے بعد اس لڑکی کے آثار حمل نمودار ہوئے۔ جہاں پیدائش گریہ میں آتے ہیں تو ماں باپ کے چہرے پر خاص بیچ کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ کھوڑ کی استری کا تیج کچھ اس طرح پڑھا کہ سببا ہی نہیں جاتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کھوڑ رشی اپنے چیلوں کو دیکھ پڑھا رہے تھے۔ کہ ان کی استری اندر آئی۔ اور گریہ میں سے آواز آئی کہ تیا جی تم اتنا دیکھ پڑھاتے ہو۔ مگر ابھی تک غلطیاں کرتے ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں گریہ میں ہی تمام درکمال دیکھ پڑھ گیا۔ اور تمہاری غلطیاں مجھے صاف معلوم ہوتی ہیں۔ رشی کو شرمندگی ہوئی۔ اور غصہ میں بھر کر کہنے لگا۔ تو الیشو کی مریدا (قانون) تو لڑکر گریہ میں سے پوتا ہے۔ تیری سزایا ہے کہ پیدا ہونے پر تیرے آٹھ انگ (اعضا) ٹیڑھے ہوں گے۔

ماں بچاری شاپ مٹ کر بچیدہ ہوئی۔ لیکن رشی کا بچن جھوٹا نہیں ہوتا۔ صبر کر کے خاموش ہو گئی۔ وہ اس غرض سے آئی تھی کہ گھر میں خرچ کی تنگی تھی۔ رشی جی کسی راجہ کے دربار میں جا کر کچھ دھن دولت لائیں تو گھر کا کام چلے۔ انہیں دلوں بدیہہ دلش کے راجہ جنک نے ایک بڑا بھاری بیگیہ شروع کیا تھا۔ جو بارہ سال میں ختم ہوتا تھا۔ کھوڑ رشی بدیہہ کو روانہ ہوئے مگر راجہ کی سمجھا میں ایک پنڈت بندی نامی سے مباحثہ میں ہار گئے۔ اس نے اپنے قاعدہ کے موافق ان کو دریا میں غرق کر دیا۔ گھر پر خیر پہنچنے سے سب رشتہ دار دکھی ہوئے۔ اوالک نے اپنی کنیا کو سمجھایا کہ تیرے گریہ میں لڑکا تجھ کو اور کنیا فی معلوم ہوتا ہے۔ خبردار اس سے باپ کا حال نہ سہا الیسا نہ ہو کہ طیش میں آکر وہ بھی بخت کرنے چلا جائے اور باپ کی طرح دریا میں غرق ہو جائے۔

تھوڑے عرصہ بعد لڑکا پیدا ہوا جس کے آٹھوں انگ ٹیڑھے تھے۔ یعنی دونوں ٹانگیں۔ دونوں بازو۔ پیٹھ اور کمر۔ دونوں شانے۔ اس واسطے اس کا نام اشٹاکر رکھا گیا۔ یعنی آٹھ جگہ سے ٹیڑھا۔ شکل دیکھنے سے بد صورت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن گمان کا تیج چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ ولی مادر زاد تھے۔ ایسی مثالیں زمانہ قدیم میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً شکلیو جی اور زمانہ حال میں کیرجی جیرانگی کی بات نہیں۔ جن جیووں نے جنم جنانتر کے پاپ گمان اور کرم سے تاش کر دیئے ہیں۔ اور ان کا باقی ایک ہی جنم رہتا ہے۔ وہ اگر ولی مادر زاد پیدا ہوں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ یہ بدیہی اور محض قدرتی امر ہے۔

اوالک نے نولے کی بیٹے کی طرح بڑی محبت سے پرورش کی۔ اشٹاکر کو تعلیم دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اور اپنے ماموں شویت کیتو سے جسے وہ اپنا بھائی خیال کرتے تھے۔ کھلتے تھے۔

ایک روز اتفاقاً اسٹاڈاؤرک کی گود میں بیٹھے تھے۔ شویت کیتو باہر سے آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ یہ کہہ کر رشی کی گود میں بیٹھ گیا۔ کہ رشی جی میرے پتا ہیں تیرے نہیں۔ اس بات سے اسٹاڈاؤرک کو بڑا طیش آیا۔ فوراً اپنی ماں کے پاس جا کر پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ کہاں ہے؟ ماں بیچاری یہ سوال سن کر سہم گئی۔ اس وقت اس کو اپنے باپ کی نصیحت یاد آئی تب بیٹے کو باتوں میں ٹالنے لگی۔ مگر بیٹے نے ایک نہ مانی۔ بلکہ اصرار کر کے اپنا سوال ہی کرتے رہے۔ ماں نے نہ بتایا تو دھمکی سے کام لیا۔ کہ اگر نہ بتائے گی تو تجھے شاپ دوں گا۔ شاپ سے ڈر کر اس نے سب کیفیت بیان کر دی۔

یہ اٹھ کر اداک کے پاس آئے اور اس بات کے خواستگار ہوئے۔ کہ مجھے بد ہیہ نگر میں جانے اور بندی سے مباحثہ کر کے باپ کا عوض لینے دیجئے۔ چونکہ بندی کی شہرت دور تک ہو گئی تھی۔ اس لئے اداک اجازت دیتے ہوئے گھبرا گئے۔ اس پر اسٹاڈاؤرک نے سمجھایا کہ دنیا میں ہمیشہ سیر کے لئے سوا سیر ہوتا ہے۔ آپ کر پا کر کے اجازت دیں۔ الیور کی ہربانی سے میں بندی پر غالب آ کر خود اس کو دریا میں غرق کرادوں گا۔ جس سے سب براہمن عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

لاچار ہو کر رشی نے اجازت دیدی۔ اس وقت اسٹاڈاؤرک اور شویت کیتو کی عمر دس سال کے قریب تھی۔ بد ہیہ نگر کی طرف چلے۔ قریب پہنچے تو راہ کی سواری پیچھے سے آتی تھی۔ نقیبوں نے ہٹو بھجی آواز بلند کی۔ مگر اسٹاڈاؤرک بجائے اس کے کہ راہ چھوڑ اور ڈر کر کھڑے ہو جاتے۔ الٹا رستہ روک کر شرک کے عین بیچ میں کھڑے ہو گئے۔ جب راہ قریب آیا تو آواز بلند ہوئے کہ اندھے بہرے استری اور بوجھ لیجا نیولے کو رستہ دینا بیشک شاستر میں لکھا ہے۔ مگر جہاں پر راہ اور براہمن کے درمیان رستہ جینے کا سوال اٹھے وہاں پر راہ کو ہی رستہ چھوڑ دینا مناسب ہے راہ جنک گیانی تھے۔ بچے کی بات سن کر حیران ہو گئے اور مسکرا کر بولے۔ ہمارا ج ہم خود پیکر چلے جاتے ہیں۔

اسٹاڈاؤرک اور شویت کیتو جب یگیہ شالاکے دروازے پر پہنچے۔ تو دربان نے اندر جانے سے روکا۔ اور کہا کہ یہ پنڈتوں کی سبھا ہے۔ یہاں پر بچوں کا کچھ کام نہیں۔ کوئی کھیل تماشا تو نہیں ہو رہا ہے۔ اسٹاڈاؤرک نے کہا کہ پنڈتائی برسوں یا سفید بالوں پر موقوف نہیں ہے۔

تو نگری بہ دل است نہ بہال بزرگی بعقل ست نہ بسال۔

یعنی امیری دل سے ہے نہ کہ دولت سے اور بزرگی عقل سے ہے نہ کہ برسوں سے۔ ہم قدید۔ ویدات سب پڑھے ہوئے ہیں اور بندی پنڈت سے شاستر ارتھ (بحث) کرنے لگے ہیں۔ دربان نے سمجھایا کہ وہ بڑا بھاری پنڈت ہے سینکڑوں براہمنوں کو ہر اک دریا میں غرق کر چکا ہے۔ جب کہ بڑے بڑے سن رسیدہ (بوڑھے) پنڈت بھی اس کو جیت نہیں سکے تو بچوں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اسٹاڈاؤرک نے جواب میں کہا کہ بارغ میں سفیدے کا درخت بہت اونچے قد کا ہوتا ہے۔ مگر نارنگی کا درخت چھوٹا سا پھل دے دیتا ہے۔ اور سفیدے کا نہیں دیتا۔ اسی پرکار ہماری چھوٹی عمر کو نہ دیکھو ہم دو یا روپی پھل پھولوں سے لدے ہوئے ہیں۔ ہمیں اندھ جانے کی اجازت دیجئے۔ آخر دربان نے اجازت دیدی۔

یگیہ شالاکا رنگ جما ہوا تھا۔ ہمارا راہ جنک براہمن تھے۔ اور اُدھر براہمن یگیہ کے متعلق کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ جلتے ہی اسٹاڈاؤرک نے کہا کہ ہم آپ کے پنڈت بندی سے مباحثہ کر کے اس کو ہرانے آئے ہیں۔ راہ مسکرا کر بولا۔ کہ جب تم کو نہ بندی

بڑے بڑے وید پڑھانے والے پنڈتوں کو وہ حجت چکا ہے۔ اشتا و کر بولے کہ اس نے ہم جیسے پنڈتوں سے کبھی مباحثہ نہیں کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی سبھا میں وہ مثل شیر بنا بیٹھا ہے۔ پھر راجہ نے بھی خود پرشن کئے جن کا معقول جواب اشتا و کر جی دیتے ہے۔ ان جوابوں سے راجہ کے دل پر نقش ہو گیا کہ یہ لڑکا معمولی لڑکا نہیں۔ بلکہ کوئی ولی مادر زاد ہے چنانچہ اس نے بندی سے مباحثہ کرنے کی اجازت دیدی۔

جب اشتا و کر جی سبھا میں پہنچے تو ان کو دیکھتے ہی سب کے سب دودوان برائمنوں نے بڑے زور سے جھگڑے مچا دیے۔ ایسا دواقمہ دیکھ کر اشتا و کر جی مطلق ناراض نہ ہوئے۔ بلکہ خود بھی خوب ہی ہنستے۔ یہ دیکھ کر پنڈت لوگ حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ جہاراج! آپ کس بات پر اتنا ہنستے ہو؟

اشتا و کر جی نے کہا۔ پہلے آپ تو بتلاؤ میں آپ کیسے ہنستے تھے۔ پنڈتوں نے جواب دیا کہ آپ کے ٹیڑھے میڑھے بد شکل جسم کو دیکھ کر ہنستے تھے۔ اب آپ بھی بتلائیے کہ آپ کیسے ہنس پڑے

اس پر اشتا و کر جی نے بہت شائستہ لفظوں میں جواب دیا کہ جیسے آپ لوگوں کو میرے جسم پر ہنسی آئی یسے ہی مجھے بھی آپ کی دودیا اور لیاقت پر ہنسی آتی تھی یعنی باوجودیکہ ان لوگوں کا حجم اتم کل براہمن کے گھر ہوا اور پھر وید دیا بھی بڑی محنت سے حاصل کی مگر نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ ان کی نگاہ چڑے یعنی جسم سے آگے نہیں بڑھی ہے انہوں نے اتم جسم اور دویا سے کیا زیادہ حاصل کیا۔ کیونکہ یہ چڑے کی نظریہ کی طرح ہیں جنہے ہوتے اور بے علموں کو بھی خود ہی پراپت ہے۔ اور چڑے پر دھیان تو اکثر چھاروں کا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور ان کی بڑائی (فضیلت) تو یہ ہوتی چاہئے تھی کہ چڑے سے آگے بڑھ کر آتما تک ان کی نظر پہنچتی۔ یعنی اپنے کو اور دوسروں کو گندا (نا پاک) جسم ہی سمجھ بیٹھنا اور اس کے اخوت سے ہمیشہ غم میں مبتلا رہنا یہ تو عام غور کھل کا غامضہ ہی ہے۔ مگر اتم جسم اور اتم وید دویا پڑھ کر تو یہ انہو کو ہونا چاہئے۔ کہ میں شدہ بُدھ۔ اجم۔ امر ذات پاک ہوں اور یہ گیان پاک غم سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاتے۔ اور پرمانند میں ہمیشہ مسرت ہوتے۔ مگر اس لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہو کر یہ لوگ صرف جسم تک ہی نظر رکھتے ہیں۔ اور ہنس رہے ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی عقل پر ہنسی آرہی تھی۔ معقول جواب سن کر سب کے سب خاموش ہو گئے۔ پھر وہاں پر سبھا میں بندی پنڈت اپنے کو دوسرے (چارواک) بتلاتا تھا۔ اس لئے ارجہ عناصر یعنی مٹی۔ ہوا۔ آگ۔ پانی سے الگ کوئی روح (آتما) نہیں مانتا تھا۔ اور اشتا و کر جی ویدانت کے زبردست دلائل سے اس کا ٹھنڈن کرتے تھے۔ آخر میں بندی کو برا کر سب برائمنوں کو آزاد کرادیا۔ اور خود راجہ جنک کے گورہن کر آپیش دیا اور کرتا رہ کر دیا۔ دوسرے (ناستک مت) کا ٹھنڈن ویدانت درشن میں بھگوان شنکر اچاریہ نے بڑی مضبوط دلائل سے مفصل طور پر کیا ہوا ہے۔ کیونکہ دوسرے مت (چارواک مت) شبد پرمان یعنی وید آدی کوئی گرتھ بھی نہیں مانتا ہے۔ صرف دلائل سے ہی بحث کرتا ہے۔

شکشا

(۱) دودوان بالک ہو خواہ بد صورت ہو۔ ہمیشہ عزت کے لائق ہے۔

(۲) کسی دودوان کو اپنی دودیا کا غور نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر دودوان موجود ہیں۔

لشور

از حضرت سیف صاحب مولوی

تو وہ خوش چشم ہے نہاں نہیں کوئی نظر تجھے
 تری ہی ذات نیکی بدی سب آشکارا ہیں
 تو ہی چاند میں سورجیں درویش ستاروں میں
 فرشتوں کے پھریں چالیں تہ ہرگز چرخ کجرو کی
 امیروں کے بھی سر پر رات دن تیرا ہی سایہ ہے
 نیکو کار اور بدکاروں کا کس پر فیصلہ ٹھہرے
 جفائیں و فائیں سب ہیں تیرے حکم کے تابع
 تو ہے ایسا کہیں خالی نہ پایا کوئی گھر تجھ سے
 تو ہے خلاق کل پیدا ہوئے خیر و شر تجھ سے
 بلا شک میں منور خلق میں کل بحر و بر تجھ سے
 تو پھر کس طرح ٹیڑھا چل سکے کوئی لبشر تجھ سے
 غریبوں کی بھی ہر صورت میں ہوتی ہے گذر تجھ سے
 ہر اک نیکی بدی کا بسو بلتا ہے مگر تجھ سے
 اجازت پاتے ہیں کل رحم و بید اگر تجھ سے

سخن کی جو سمجھ کر داد دے گویا زبانوں ہو
 ملیگا سیف ایسا بھی کوئی اہل تہذیب سے

النسانی ہمدردی

از:- رابٹ صاحب لالہ رگھوناتھ سہلے بی۔ اے ریٹائرڈ میڈیٹا سٹر

عزیز من! حق پرستی بے تعصبی اور انسانی ہمدردی کو اپنے دل میں جگہ دینے میں ہی تیری تمام طاقت کا راز پنہاں ہے اور تیری طبیعت کو اسی میں راحت محسوس ہو سکتی ہے۔ اور یہ کوئی کم منافع نہیں ہے۔ بتاکہ تو نے اس سہولیت سے کون سا فائدہ اٹھایا ہے؟ کیوں نہیں تو حق کی اشاعت اور باطل کی بیخ کنی کے لئے بیڑہ اٹھاتا۔ جبکہ تیرا ضمیر خدا کی نور سے منور ہو چکا ہے۔

تمام ممالک و مقام مذاہب میں بہت سے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی جدوجہد کی جاتی ہے۔ تاکہ لوگوں میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جاسکے۔ لیکن اکثر اوقات تمام کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب دل نفس کا غلام ہو جاتا ہے۔ تو برنیک وصف بھی اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر تجھ میں بیداری صرف قانون قدرت کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کے حصول کیلئے تجھے کسی قسم کا ذاتی رنج و محن برداشت نہیں کرنا پڑا ہے۔ تو تیری خوش قسمتی میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تو یہ بتاکہ اس بیداری سے تو نے کون سا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس قدرتی برکت نے روحانی زندگی کے راستے میں تجھے کس قدر آگے بڑھایا ہے۔

کیا تو اس امر کو فراموش کر سکتا ہے پہلے بلکہ اب بھی عقیدت بھرے جذبات ہون گند کے شعلوں کی طرح تیرے دل میں بھڑکتے رہے ہیں۔ اور تیرے لئے اس امر کو آسان بناتے رہے ہیں۔ کہ تو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ پاکیزہ اور بے لوث محبت بھرے تعلقات قائم کرے اور روحانی عروج قائم کرے؟ وہ تقریبیں اور مقدس موقع جن میں یہ واقع رونما ہوا ہرگز فراموش نہیں کئے جاسکتے۔

میں تجھے یقین دلانا ہوں کہ اس قسم کے اوصاف اب بھی تیری سرشت میں موجود ہیں۔ تو تعظیم۔ محبت۔ بھگتی کی ترنگ اور زبردست قوت برداشت اور حکم و انکسار وغیرہ فضائل کا اظہار اب بھی کر سکتا ہے۔

جس وقت بغض و کینہ وغیرہ کا عارضی اور بے بنیاد سایہ دور ہو جاتا ہے۔ فوراً تیری طینت دوبارہ اپنی صاف اور پاکیزہ صورت میں نمودار ہوگی۔ ہاں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے۔ لیکن تو اپنی اس قابل فخر حالت سے فائدہ اٹھانے سے گریز کرتا رہا ہے۔ اور ہمیشہ سے اسی غفلت کا شکار ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن اب بھی کچھ نہیں کیا۔ کمر ہمت باندھ اور قدرت کو دگار کا تماشا

دیکھ۔ !

اتھ باندھ کر کیوں ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت یسوع مسیح اپنی اس صلیب کو جس پر مصلوب ہونے والے تھے۔ خود ہی اٹھا کر منقل میں لے گئے تھے۔ برخوردار! تو بھی اپنی صلیب خود اٹھانا سیکھ! تیری صلیبیں وہ چیزیں ہیں۔ جن کے لئے تو جاہل ہے۔ یعنی تیرے ذمے ایک خاص کام ہے۔ خاص روحیں تیری نظر عنایت کی منتظر ہیں۔ جن کی پرورش اور غور پر داحت کا کام تیرے سپرد کیا گیا ہے۔ تو ان کی طرف سے غافل ہو کر کبھی صحیح معنوں میں انسان نہیں کہلا سکتا۔ علاوہ ازیں کثیر التعداد روحیں غربت و افلاس۔ اور مصیبت و یاس کی آفتوں میں مبتلا ہیں۔ جن کے حال زار پر متوجہ ہونا تیرا پہلا فرض ہے۔

دوسری قسم کی صلیبیں۔ نفس کشی۔ صبر و قناعت۔ علم اور انکسار۔ الیٹرو پریم۔ عالمگیر محبت اور حوصلہ و بردباری وغیرہ ہیں۔ دنیا میں چند آدمی ایسے ہیں۔ جو ان صلیبوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نیکی کا جواب نیکی اور بدی کا جواب بدی میں دینا چنداں مشکل نہیں ہے اور نہ کوئی قابل فخر بات ہے۔ کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ ایک حیوان جب دوسرے حیوان کو پیار کرتا ہے تو دوسرا بھی محبت کے جذبہ سے متاثر ہو کر اسے چٹنے لگتا ہے۔ لیکن جب ایک انسان دوسرے حیوان کو مارتا ہے۔ یا کاٹ کھاتا ہے۔ تو دوسرا بھی اس کے جواب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ اور پہلے کی خوب ہی گت بناتا ہے۔

پس اینٹ کا جواب پتھر سے دینا کوئی انسانیت نہیں ہے۔ بلکہ حیوانیت ہے۔ اور اس امر میں انسان اور حیوان کی باتوں میں دراصل کوئی فرق نہیں۔ لہذا صحیح معنوں میں انسان وہی ہے۔ جو نفرت کا جواب محبت میں اور دشمنی کا جواب دوستی میں دے۔ حضرت یسوع مسیح کا اپدیش غور سے سن۔ اُنکا ارشاد ہے کہ ”عزیز من! اگر کوئی شخص تیرے دشمن پر تھپڑ مارے تو دوسرا خسار بھی اس کے آگے کرے۔ آہا ہا ہا۔! کیسی بے نظیر تعلیم ہے۔ لیکن ہائے افسوس اس پر سچے دل سے عمل کرنے والوں کا وجود عتنا کم ہے۔ خالی باتیں بنانا ایک اور بات ہے۔ اور عمل کر کے دکھانا اور۔ حضرت بابا فرید نے فرمایا ہے کہ

سے فریدا! جو تھ مارن مکیاں تنہاں نہ ماریں گھم

پاس تنہاں دے جلے کے پیر تنہاں دے چم

اے فرید! جو لوگ تیرے مگھاریں۔ ان کے تو گھولنا مت مار بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی قد مبوسی کر۔ یعنی دل و جان سے ان کی خدمت بجالا۔

برخوردار! یہ ہے طرز عمل سچے بھیکتوں کا۔ وہ درہ درہ میں اسی کا نور دیکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی خدمت کو ہی سعادت سمجھتے ہیں۔ خواہ ساری دنیا ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جائے اور بددشست لوگ ان کو طرح طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن وہ شیر نہ اپنے فرض سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنے ایذا دینے والے کو بھی طرح سے شکہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دشمنوں کے ساتھ بھی دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔

برخوردار! بھوسا گرسے پار اُترنے اور اپنے پیالے پر بھوکے درشن سے کرتا رہ ہونے کا بھی راستہ ہے۔ اور اگر اس پر چند تھ دشوار نظر آتا ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ تو خاموشی اختیار کر کے اپنے ضمیر کی تربیت میں مصروف ہو جائے۔ اور جب میرا ضمیر اس مبارک راستے پر گامزن ہونے کے قابل ہو جائے۔ تب تو اس دشوار گزار راہی کی طرف قدم بڑھا سورتے اس

لوہی بنا کہ ایسی محبت سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس سے تو نفرت ہی بہتر ہے اگر اس میں مکاری نہ ہو۔

غیر ہمدردانہ خاموشی - جھوٹی دکھائی کی محبت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ زبردست سچی محبت بعض اوقات سخت گیری اور بے رحمی کی صورت میں نمودار ہو سکتی ہے۔ کیونکہ سچی محبت کے لئے گاہے گاہے سخت گیری لازمی ہوتی ہے۔ تو خود اپنے ضمیر کی پاک عدالت کے روبرو سرخو رہے کیونکہ تیرا رویہ لوگوں کی طرف جو کچھ بھی ہے۔ فالص محبت پر مبنی ہے۔ اور انتہائی خیر خواہی اور ہمدردی پر دار و مدار رکھتا ہے۔

میں نے کئی ایک آدمیوں کا رویہ اس بارہ میں قابلِ لعنت دیکھا ہے۔ یعنی لوگ ظاہر میں تو حد درجہ کے خوش خلق شیریں زبان اور محبت سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ اور طرح طرح کی چکنی چٹری باتیں کر کے اپنے ہم جنسوں کا دل مٹھی میں لے لیتے ہیں۔ لیکن باطن میں خود غرضی کے پتلے ہوتے ہیں۔ ایسے آدمیوں پر ہزار لعنت! کیونکہ وہ اپنے انسان بھائیوں کو بے وقوف بنا کر اپنا اُلوسیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پس اے عزیز! تو سچے دل سے محبت کر اور پھر جو طریقہ بھی تو اپنے ہمسائے کو راہِ راست پر لانے کے لئے اختیار کرے گا۔ جائز ہوگا۔ لیکن خواہ تو ترمی اختیار کرے یا سختی تیرا دل تمام نبی نوع انسان کے لئے سچی محبت کے جذبہ سے معمور ہونا چاہئے۔ یہی مذہبی زندگی کی لازمی خصوصیت ہے۔ الغرض ہر وقت اس کوشش میں نگارہ کہ جس طرح سے بھی بن پڑے شیطان یعنی نفسِ امارہ کو شکست دے کر دنیا میں خدا کی بادشاہیت یعنی امن اور شانتی اور محبت اور پاکیزگی کا راج قائم کیا جائے۔

جنگِ جلاوطن راجہ اور براہمن

مہیبت سب پر آتی ہے۔ کوئی یہ کہی نہ سمجھے کہ سب دن ایک طرح کے رہیں گے۔ ایک راجہ پر کسی دشمن نے چڑھائی کی۔ ملک و مال چھین لیا۔ راجہ پر لیشان ہو کر جان لیکر بھاگ نکلا۔ راہ میں اس کو بھوک پیاس سے سخت تکلیف ہوئی۔ ایک گاؤں میں غریب براہمن رہتا تھا۔ راجہ اس کے گھر پہنچا۔ اور کھانے کا سوال کیا۔ براہمن نے روٹی بنائی تھی پیش کی۔ راجہ نے کھائی۔ مگر بھوک کم نہ ہوئی۔ اور جب اس نے اور روٹیاں مانگیں۔ براہمن نے کہا کہ ہمارا اب میرے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ میں بہت غریب ہوں۔ جو کچھ تھا۔ آپ کی نذر کر دیا۔ راجہ نے کہا۔ اچھا کچھ پرواہ نہیں۔ میں تم کو کبھی یاد کروں گا۔ اور اس نبی کا پسِ دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

کچھ دن پیچھے راجہ نے جنگل کے لاشیروں سے مدد لی اور کافی فوج ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ اور اپنا مال و ملک پھر واپس لے لیا۔

جب راجہ میں تسلط ہو گیا۔ اس نے براہمن اور اس کی چور کو بلا بھیجا۔ یہ بچے مہیبت کے ماتے جا بجا بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ راجہ نے بلا کر ان کو بہت کچھ مال و اسباب دیا۔ اور کہا۔ اس وقت تم تیرے پیارے گھر پر پھر میرے یہاں

کٹ گئی۔

جو کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی نیکی کی جاتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے انسان کے ساتھ نیک سلوک کرنا سیکھو نیکی کے لئے تم کو کبھی پھینکانا نہ پڑے گا۔

نوجوان بے راگی اور سونے کا پیالہ

ایک نوجوان فقیر نے کچھ روپے اکٹھے کئے اور اس سے سونے کا پیالہ بنوایا۔ جس کو وہ بڑے احتیاط کے ساتھ اپنی مھولی میں چھپا کر رکھتا تھا۔ اس کی ایک لڑھے بے راگی سے ملاقات ہو گئی۔ اور وہ اس کے ساتھ بیٹھنے لگا۔ یہ شخص اکثر جنگل میں شام کے وقت بٹھر جایا کرتا تھا۔ جب یہ رات کو کھانا کھا لیتے۔ نوجوان فقیر کہا کرتا تھا۔ ہمارا ج! یہاں چورو ڈاکو رہتے ہوں گے۔ یہاں نہ قیام کریں۔ یہ کہتا فقیر کے لئے چوروں کا ڈر کیا ہے۔ تم کیوں فضول خوف کرتے ہو۔ مگر نوجوان کے دل سے کبھی چوروں کا خوف دور نہیں ہوا۔ آخر ایک دن بے راگی سوچنے لگا۔ یہ شخص سادھو ہو کر کیوں ڈرتا رہتا ہے مگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

ایک دن وہ گاؤں کے قریب بٹھرے۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ نوجوان کہنے لگا۔ مجھ کو خوف ہے۔ یہاں چور ضرور ہوں گے۔ یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ بے راگی مسکرایا۔ اس کی بات کی طرف دھیان نہیں دیا۔

جب صبح ہوئی اور نوجوان سادھو کہیں گیا تو اتھا۔ اس نے اس کی مھولی کھول کر دیکھی۔ سونے کا پیالہ نظر پڑا۔ تب جا کر اس کو معلوم ہوا کہ یہی اس کے خوف کا باعث تھا۔ اس نے سونے کا پیالہ نکال کر فروخت کر دیا اور فقیروں کو اس کی قیمت تقسیم کر دی۔

جب شام کو یہ پھر دوسری جگہ بٹھرے۔ نوجوان سادھو جب معمول کہنے لگا۔ یہاں چور ہوں گے۔ مجھ کو خوف لگتا ہے۔ بے راگی نے کہا۔ فکر نہ کریں تیرے خوف کی جڑ کاٹ دی۔ سونے کا پیالہ فقیروں کے پیٹ میں گیا۔ اس دن سے پھر اس کو چوروں کے خوف سے نجات ہو گئی۔

خطوط گوہند

یہ ۳۸۸ صفحات کی ضخیم لپٹک ہے۔ اس میں شری سوامی

گوہند آئند جی ہمارا ج کے بہت سے خطوط کو اکثر کر کے چھپوایا

کیا ہے۔ ویدانت سدھانت کی یہ ایک لامثال لپٹک تیار ہوئی ہے۔ جگیا سوپریشوں کو گیان پراپتی میں جو جو لکھ کاوشیں پیش آتی ہیں ان کا سدباب اس لپٹک میں آپکے ملے گا۔ کاغذ لکھائی چھپائی ویدہ زریب قیمت بلا جملہ ایکڑ یہ



سستی کا لفظ ست سے لیا گیا ہے۔ ست کے لفظی معنی ٹھیک۔ صحیح اور درست کے ہیں۔ صحیح اس کو کہتے ہیں کہ جس میں غلطی نہ ہو جن میں غلطی نہیں ہے۔ وہ صرف پہلو پر بھوک کی ذات ہے۔ گویا ایشور غلطی سے بالکل بری ہیں۔ اس لئے جس حیو کے نام کے ساتھ لفظ سستی یا ستوا دھی پکارا جاتا ہے۔ تو فوراً سمجھ لینا چاہئے کہ وہ حیو ایشور پر پورا بھروسہ رکھنے والا ہے۔ اور دیدوں و شاستروں کے ذریعہ جو راستے ایشور نے سستی کو چنا کرتے ہیں پر حیوؤں کے اودھار کے تحت مکتی و دارہ اپنے خاص سیکٹھ و صام کو پہنچنے کے لئے تبدیل ہوئے ہیں۔ ان پر چلنے اور منہ کرنے والا ہے۔ نیز اسی سنار (ہرت لوک) میں انسان کو اشرف المخلوقات کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ انسان کے لفظ میں پرش اور استری دو وزن شامل ہیں۔ پھر ان کے لئے جداگانہ اصول ان کے بہت کے لئے بنائے ہیں۔ ہر مرد وزن کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی ذات (مرو یا عورت) کے لحاظ سے ان اصولوں پر کاربند ہے۔ اگر انسان ان جملہ مراتب بالا کا لحاظ رکھے کہ اپنی اس زندگی روپی سفر کو طے کرتا ہے۔ تو اوشیہ وہ پر بھوکا پیری ہونے کے باعث ستوا دھی کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اپنے پدم پتا کے تبدیل ہوتے اصولوں پر چلنے کی وجہ سے اس کے پچے پریم میں غرق ہو کر اس قدر بے خوف ہو جاتا ہے کہ اس کو اس عارضی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے سنکٹ۔ کلیش یا مصیبت کا بھی خوف معلوم نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا انسان اپنی زندگی میں تو کوہر نایاب کی طرح چمکتا ہی رہتا ہے۔ لیکن بعد مردن بھی اس کے حالات کی تواریخ لپٹا کر ان کیلئے ایک (Trained Teacher) قابل استاد کا کام کرتے ہیں۔

حضرت انسان کو تولد سے کارناموں پر ناز ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک دیوی (شریف خاتون) کی زندگی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ جو مراد اپر شوتم بھگوان رام چندر جی جہا راج کے زمانہ میں آج سے تقریباً سات لاکھ سال قبل ہو چکی ہے اور راکشس روپی نکا پتی راہو راون کی پتر پڑھو ہوئے ہوئے بھی آج تک دنیا میں سستی سلوچنا کے نام سے شایستہ الفاظ میں یاد کی جاتی ہے۔ جس کی پاکیزہ زندگی اتناک بھی ہیں ایک بلند معیار کی تعلیم دیتی ہے۔

۳ میں سستی سلوچنا کی زندگی کے حالات سے آپ صاحبان کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ اس کو سستی کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟ اور ست کے لفظ میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ نیز ایشور اپنے ست کے سہندھ سے اس حیو سے کس قدر خوش ہوتے ہیں۔ لفظ "ست" ایک ایشور سہندھی فلسفہ ہے۔ جس کو سستی سلوچنا کی زندگی کے حالات مجسم مثال

دیوی سلو چاشری شیش ناگ جی کی پٹری تھیں۔ جو اس زمانہ کے لحاظ سے یکتا و حسن تھیں اور شری شیش ناگ جی نے ان کو ہر طرح سے قیلم و یکجہ نشیب و فراز سمجھائے ہوئے تھے۔ نیز خاص طور پر اپنے ست کو قائم رکھتے ہوئے پتی ورت دھرم کی پالنا کرنا اس کو سکھلا دیا ہوا تھا۔ جو استری جاتی (Woman) کے لئے پرہیز تک پہنچنے کا ایک اعلیٰ اور سیدھا راستہ ہے۔ مرنیکہ دیوی سلو چنا کے سلیقے اور شعور میں کوئی کمی بقایا نہیں تھی۔ اور شری شیش ناگ جی اپنی اس سخت جگہ کو حد سے زیادہ پریم بھی کرتے تھے۔

اس زمانہ میں راکشس و گول کا بہت زور تھا۔ اور خاص کر ایسے سے پر جبکہ ایثور اپنی کسی شکتی و دارہ اوتار کی شکل میں نمودار ہونے والے ہوں۔ تب تو پاپیوں کی حد سے زیادہ بڑھتی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت لنکا پتی رامہ راؤن کا ستارہ عروج پر تھا۔ جلد دیوتاؤں کو اس کے پڑ میگھ ناتھ جی نے اپنی کمال طاقت سے حیت لیا ہوا تھا۔ جو سب اس کی بندھن روپی قید میں مقیم تھے۔ اس دوران میں میگھ ناتھ جی جن کو اپنی طاقت پر پورا بھروسہ تھا۔ ہمیں اتفاق سے پاتال لوک میں پہنچ گئے۔ وہاں دیوی سلو چنا کو دیکھتے ہی اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے۔ اور اس کو زبردستی اپنی راجدھانی لنکا پوری میں اٹھا لائے۔ حالانکہ شری شیش ناگ جی نے بھی اس کو ترک دینے کی پوری کوشش کی۔ مگر سب بے سود رہی اور اس طرح پر شری شیش ناگ جی سخت شرمسار ہوئے۔ انہوں نے میگھ ناتھ کو اعلانیہ چیلنج دے دیا کہ "تجھ کو جان سے ماروں گا چاہے کسی روپ سے ماروں" چنانچہ انہوں نے اس واقعہ کو اپنی بے عزتی خیال فرماتے ہوئے اپنے دشمن بد لالینے کی غرض سے بھگوان رام کے اوتار کے ساتھ خود بھی شکل اوتار جنم لیا۔ جو شری رام چندر جی جہار ج کے چھوٹے بھائی لکشمن کے نام سے پکارے گئے۔ اور ان کے جنم لینے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ سمر و شکتی مان کی سیوا کرتے ہوئے ان کی امداد اور اپنے دشمن پر پوری طرح سے فتح پاسکیں۔

چنانچہ ادھر تو شری شیش ناگ جی کا یہ مندر جہ بالا ارادہ قائم ہوا۔ اور ادھر دور اندیش میگھ ناتھ کا اپنے زبردست دشمن سے بچنے کے لئے ایسا اوپلے سوچنا۔ کہ ہمیشہ کے لئے اس کے حملہ سے بے فکر رہے۔ دونوں جانب سے کمال دانشمندی کا ثبوت تھا۔

میگھ ناتھ اُس زمانہ کے لاثانی بہادر ہونے کے علاوہ تپنی ورت دھرم کے پالن کرنے والے بھی تھے۔ میگھ ناتھ نے پہلے ہی اپنے چوہل سے ایسے وردان اپنے ہوئے تھے۔ کہ کوئی دیوی دیوتا ان پر وجے نہ پاسکے۔ لیکن اب انہوں نے اپنے اشرط دیو بھگوان شری شکر جی جہار ج کی گھورا اور کھنڈ تپسیہ کر کے اپنی مرضی کے مطابق ایسا بردان پایا۔ کہ ان پر وہ انسان فتح پاسکے گا جو بہادر و نوجوان برہمنچاری ہونے کے باوجود بارہ سال تک نہ ان کھلے اور نہ بالکل سوئے۔

اس بردان کو پا کر میگھ ناتھ جی جو اپنی زندگی میں انسانیت کے اصولوں کو پالن کرنے میں یکتائی زمانہ تھے۔ ایک طرح سے اپنی موت سے بالکل بے فکر سے ہی ہو گئے۔ کیونکہ ایک تو وہ کمال کے بہادر تھے۔ دوسرے کوئی دیوی دیوتا ان پر وجے نہ پاسکتا تھا۔ تیسرے وہ خود نیک چلن اور تپنی ورت دھرم کے پالن کرنے والے تھے۔ چوتھے ان کی دھرم تپنی ورت دھرم جی اپنی ورتا استری تھی میگھ ناتھ جی ہمیشہ جب ستر ام کو جلتے تھے تو اپنی استری کو مل کر اس کی آگیا لے کر جاتے تھے۔ اور وہ جاتے دفعہ اپنے پتی دیو کے ہمراہ ان کی حفاظت کے لئے اپنے پتی ورت دھرم کو ساتھ بھیجا کرتی تھیں جو میگھ ناتھ جی کی بے

میگھ ناتھ جی کو دیر لکشمی کے چھوٹے ہوتے ہزاروں تیر شیش ناگ جی کے ہزار لکھ (منہ) کی شکل میں نظر پڑے اور لکشمی جی محبت شیش ناگ نظر پڑے۔ اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ میرے مارنے والا دراصل شیش ناگ ہے۔ چنانچہ اپنی استری کے ایسا کہنے کی وجہ سے اس کو اس کی ناواقفیت اور نادانی پر خواہ مخواہ سبھنی آگئی۔ اور اس سبھنی کا پھل بھگوان کی کرپا سے سلوچنا جی کو ان کے پتی ورت دھرم کے عوض بلا اس طرح پر شرعی سلوچنا جی اپنے پتی دیو کے سر اور بازو مصیبت زندہ اپنے ست کے سہارے پر آگ میں جل کر خاک ہو گئی۔ اور سچا راستہ حاصل کرنے کی غرض سے سستی جو گئی۔ نیز چونکہ دونوں اپنے اپنے دھرم کے پالن کرنے والے ستواد ی تھے۔ اس لئے دونوں پاک رو میں اپنے ست کے کارن پر بھوکے بکینڈ دھام پیچے لیکن ایک طرح سے سستی سلوچنا اپنے پتی ورت دھرم (ست) پالن کرنے کی وجہ سے آج تک زندہ ہی ہے۔ اور اس کے نام کے ساتھ لفظ "ستی" کی کیا شوبھا پیمان معلوم ہوتا ہے؟

۱۲۔ اس معنوں میں بدھ پھر یہ۔ قدرتی اصولوں۔ الیٹور بھیجتی۔ پتی سیوا۔ اور بھگوان کی مرید واپر روشنی ڈالی گئی ہے نیز سستی سلوچنا اور میگھ ناتھ جی کی زندگی کے حالات سے ہمیں پتی اور پتی دھرم کا ایک بہت بھاری سبق ملتا ہے۔

تیرا نام جس لب پہ آیا ہوا ہے!

از شریمان لالہ دیوراج مندل — افریقہ نواسی

تیرا نام جس لب پہ آیا ہوا ہے	تیرا نام جس لب پہ آیا ہوا ہے
نہ وہ پہلے سے مندر نہ تیرے پجاری	عجب رنگ دُنیا پہ چھایا ہوا ہے
شجر ٹوٹ جائیگا اے مرغِ دل یہ	اب تو فیشن کا سودا سما یا ہوا ہے
مصیبت نہ کیونکر ہو نازل جہاں پہ	نشین تو جس پہ بنایا ہوا ہے
پتہ اُس کا ڈھونڈے بھلا کوئی کیسے	کہ ہر اک نے اُس کو بھلایا ہوا ہے
ہے روشن یہ عالم تیری مستیوں سے	نشاں بے نشاں نے چھپایا ہوا ہے
بٹوا پھل جیون ہے اُس کا دہر میں	تو گھٹ گھٹ میں یارب مایا ہوا ہے

ہوا تھا نہ خم سر جو اے دیو پہلے

تیری یاد میں اب جھکا ہوا ہے

رائی مندووری

رائی مندووری راجہ راون کی پتی ورتا استری تھی۔ یہ ملک تامل کے راجہ کی لڑکی تھی۔ یہ عورت خوبصورتی میں لاجواب تھی۔ اس کے علاوہ بہت سی لیاقتیں اور خوبیاں اس میں پائی جاتی تھیں۔ جن کے کارن یہ راون کی پٹ رائی تھی۔ اس کے بطن سے راون کے ہاں کئی بہادر بیٹے پیدا ہوئے۔ جب راون نے سیتا جی کو جبر اور غلامی سے لے جاکر اشوک باٹھ میں قید کیا تھا۔ تو مندووری نے کئی بار اس کی رہائی کی شفاعت کی تھی۔ مگر راون نے ایک نہ سنی۔ "وفا نش کالے وچہ بیت بدھی"۔ جب ناش ہونے کا وقت آتا ہے تو عقل کام نہیں کرتی۔ راون کی موت سر پر سوار تھی۔ اس نے ایک نہ مانی ؟

شترج کا مشہور کھیل جو کئی صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ اور دنیا بھر میں اس کا اکثر رواج ہے۔ یہ بھی مندووری ہی کی عقل خدا داد کا ثمرہ ہے۔ اس کھیل کے نکلنے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ راون کو جنگ اور خونریزی کا بہت شوق تھا اس لئے مندووری نے اپنی عقل سے شترج کا کھیل نکالا۔ مطلب یہ تھا کہ اس کا خاندان اس کھیل میں شترج کے فہروں کی لڑائی سے اپنا دل بہلا کر خلق خدا کو تباہ نہ کرے۔ شترج کی ایجاد کا دعویٰ بہت سی قومیں کرتی ہیں۔ مگر سرو لیم چولس نے اس کا موجد ہندوؤں کو بتایا ہے۔ اور ہندو اس کو مندووری سے منسوب ٹھہراتے ہیں۔ سنسکرت میں اس کھیل کو چترنگ کہتے ہیں۔ اور شترج اس لفظ سے بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعض اس کی وجہ تشبیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سنسکرت میں شتر و۔ دشمن کو کہتے ہیں۔ اور شترؤں اس کی جمع ہے۔ جب اس کے ساتھ ہی لفظ بے آیا تو اس کے معنی دشمنوں پر فتح پانے والے ہو گئے۔ چترنگ فوج کے چار حصوں۔ رتھ۔ ہاتھی۔ سوار۔ پیادہ۔ کو کہتے ہیں۔ اس کھیل کے جہرے پہلے ان چار ناموں سے موسوم تھے۔ بعد میں رتھ کی جگہ کشتی مقرر ہو گئی۔ چنانچہ ہندوؤں میں رُخ کو نو کا کہتے ہیں۔ سرو لیم چولس لکھتے ہیں۔ کہ گھوڑوں اور ہاتھیوں۔ پیادوں کے ساتھ رخ کا ہونا بے میل سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ کشتیوں سے یہاں بحری فوج مراد ہے۔ اور رتھوں سے کشتیوں کا بدلنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ پچھلے زمانہ میں ہندو راجاؤں کے وقت حفاظت ملک کے لئے بحری فوج کا رکھنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔ مندووری کی کتھا سے ہمیں ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو عورتیں کیسی کیسی عقل و لیاقت کی مالک تھیں ؟

وصل و لدار

دل خود پاک کُن از خویش و اغیار

خدا طلب طالب نَز گندار

اگر خواہی کہ باشد وصل و لدار

مہر رجن سر گزین

(سوامی گوند تپتی)

ہارانی گاندھاری

ہا بھارت کے پیدھ سے پیشتر آریہ جاتی ایک وسیع پیمانہ پر تھی۔ نہ صرف بھارت میں ہی ہندو موجود تھے۔ بلکہ تمام دنیا میں ویدک دھرم کا ہی ڈنک بکتا تھا۔ تمام غیر مالک کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ غیر مالک کے حکمران یہاں کے راجوں ہاراجوں کو اپنی لڑکیاں بیاہ کر ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط بناتے تھے۔

ہارانی گاندھاری ہاراجہ قندھار کی سپہری تھی۔ قندھار سنسکرت لفظ گندھار سے بگڑا ہوا ہے۔ قندھار کو اس زمانہ میں گندھار ہی بولتے تھے۔ آجکل بھی جو پٹھان لوگ وہاں رہتے ہیں۔ خالص آریہ نسل سے ہیں۔ تعلیم اور پرچار کی کمی کے باعث وہ اپنے مفہوم کو بھول چکے ہیں اور لپٹوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ ہارانی گاندھاری کی شادی ہاراجہ دھرتراشٹ والے ہستناپور کے ساتھ ہوئی جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ لیکن اس زمانہ کے وہ چکرورتی راہ تھے۔ اس کارن ہاراجہ قندھار نے اپنی لڑکی گاندھاری کو ان کے ساتھ بیاہ دیا۔

ہارانی گاندھاری بہت ہی عقل مند اور سر و گن سپین تھی۔ اس نے اپنی عقل اور دانش کے سبب زندگی بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ کاٹی۔ اور آئندہ ہندو نسل کو یہ ایک منیجر سبق دے گئی کہ بڑی برتا عورت کے لئے اس کا پتی ہی ایوڑمان ہے۔ باوجودیکہ اس کا خاوند نابینا تھا۔ مگر اس نے اس کی تعظیم و توقیر میں کبھی قصور نہیں کیا۔ گاندھاری سے راجہ دھرتراشٹ کے ہاں دو بیٹے درلودھن اور دوشاسن اور ایک لڑکی دشیلا پیدا ہوئی۔ اس کی عصمت اور پارسائی کا شہرہ یہاں تک تھا کہ تمثال آج تک بھی لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ جب درلودھن نے پانڈوؤں کے ساتھ اتیاچار شروع کئے تو اس نے اس کو بہت ہی سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی سنگت چونکہ دُشٹ پُرشوں کے ساتھ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی ماما کی نصیحت کو پاؤں تلے روند دیا۔ آخر جب اس نے پانڈوؤں کے ساتھ لڑائی کا اعلان کیا تو پھر اس دانا عورت نے لڑائی کے نقصانات بیان کر کے اس کو ہر طرح سے اس ناجائز فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ وہ جانتی تھی کہ اس لڑائی میں ہندو جاتی کے کئی ہارپش کام آئیں گے۔ نیز بزرگ نیتاؤں کے نہ رہنے سے ہندو جاتی دھارمک شکشا سے محروم ہو کر اہم گتھی کو پر اپت ہوگی۔ ناستکتا بڑھ جائے گی۔ اور شر و دھما بھگتی سے رہت ہو کر لوگ دکھ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے پر بھی گاندھاری اپنے لڑکے کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ پہلے وقتوں میں جہاں پُرش تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ وہاں تقریباً تمام عورتیں سنسکرت کی عالم بیتی تھیں۔ گاندھاری بھی بڑی دودان عورت تھی۔ لیکن ہونہار بڑی پرل ہوئی ہے۔ اس لئے اس کی دودان اپنے لڑکے کو سمجھانے میں کارگر نہ ہو سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہا بھارت کا پیدھ ہوا اور ہندو جاتی صدیوں کے لئے غلام ہو گئی۔

جب کہ رو لڑائی میں ملے گئے تو راجہ دھرتراشت کو ساتھ لے کر گاندھار ہی گنگا کے کنارے ایک جنگل میں کٹیا بنا کر ایشور بھیج میں مصروف ہو گئی۔ وہاں جنگل میں آگ لگ جانے کے سبب وہ ادران کے سب ساتھی مع جہارانی کنتی کے جل کر مر گئے۔

مولائے ہند و عورتوں کے دنیا میں آپ کو کوئی ایسی مثال نظر نہ آئے گی۔ جنہوں نے اپنے نابینا یا دیگراںک بدخاندوں کی سیوا میں تمام عمر صرف کر دی ہو اور پتی برتنار ہی ہوں۔ اس کا کارن محض ہندو دھرم شاستروں کی قابلیت تعلیم ہی ہے۔ اس لئے واجب ہے کہ آج کل جہاں ہم لوگ اپنی لڑکیوں کو مغربی تعلیم دیکر اپنے دھرم کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ وہاں ہمیں چاہئے کہ ان کو سنسکرت کی تعلیم دیکر سناٹن ویدک دھرم کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ تاکہ دنیا میں امن اور شانتی کا راجہ ہو۔ اخلاق کو سدھارنے میں ہندو شاستر ہی ایک واحد ذریعہ ہیں۔ کیونکہ ان کی تعلیم عین قدرتی قانون کے مطابق ہے۔ نیز ان میں آتم گیان کی مکمل اور مفصل تعلیم مل سکتی ہے۔ جس سے منہش مانتر کا کلیان ہوتا ہے۔

ایشور کریم

(انجناب لالہ چرنجی لال جی گپتا آتش بی۔ اے موگا)

پرمان گوربانی

پرہ کی پریت سدا سکھ ہوئے پرہ کی پریت دکھ لگے نہ کوئے

ارو اشعار

- (۱) چارہ نہیں کچھ اس کا بجز تیرت دیدار۔ دل میرا تیرے عشق میں بیمار ہے یارب
- (۲) ہم طالب حق ہیں۔ ہمیں چاہیے آتش۔ پہنچا دے جو حق تک وہی عرفان کا زینہ
- (۳) میں بھی ہوں چاہنے والا تیرا مثل منصور۔ نہیں خالی مرے دل سے کبھی دار کی یاد
- (۴) ہم کیا کریں تیری نہ اگر آندو کریں۔ دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا۔
- (۵) اگر غرض ہے تو موسم بنانے والے۔ نہ چھ ہے بہار سے مطلب ہے نہ خزاں سے ہمیں
- (۶) کچھ خود بخود جانب طور موئے۔ کشش تیری اسے شوق دیدار کیا تھی
- (۷) ہماری عبادت عبادت ہے زاہد۔ کہ وہ یاد آتے تو گردن جھکا دی

رُباعیات

(قہر)
(آتش موگا)

(قہر)
(حسرت)

(ہرم)
(اقبال)

(آتش موگوئی)

- (۱) دل میں میرے کچھ غیبی اسخام نہ ہو — اور لب کسی کا بھی کبھی نام نہ ہو (قہر)
 اے رب کریم دے مجھے یہ توفیق — میں تیرا ہوں کسی سے کچھ کام نہ ہو
 (۲) مالک تیری رضا ہے اور تو ہی تو رہے — باقی نہیں رہوں اور نہ میری آرزو ہے
 جب تک کہ تن میں جان رکوں میں لہو ہے — تیرا ہی ذکر خیر اور تیری جستجو رہے (جوگی رولپٹدی)
 (۳) دنیائے دنی سے ہم کو کچھ کام نہیں — اب ہم ہیں وہاں غم کا جہاں نام نہیں
 کچھ فکر یہاں صبح نہیں شام نہیں — وہ لکھے عشق جس میں آرام نہیں (قہر)
 (۴) ہر رنگ میں ہو جوئے صورت تیری — ہر پھول میں متور ہے نہکت تیری
 ہر چند کہ دیکھا نہیں آنکھوں نے تجھے — مندر میں مگر دل کے ہے مورت تیری (شرما چھوہ)

فارسی اشعار مع ترجمہ

- (۱) شوقِ مولا زندگی جان ماست - ذکرِ اوستایہ ایمان ماست (بھائی نند لال)
 مطلب - ایشور کا پریم ہماری آتما کی زندگی ہے۔ پساتما کا بھجن ہمارے دھرم کی پوجا ہے۔ یعنی ایشور بھجن اور ایشور پریم
 ہی جیو کی زندگی ہیں جس جیو میں یہ دونوں گن نہیں۔ وہ جیو مرگ شری کے سماں ہیں۔
 (۲) گر نور عشقِ حق پر دل و جان ت افتد - باللہ کہ آفتاب فلکِ خوشتر شومی (خواجہ چشتی)
 مطلب - اگر خدا کی محبت کی روشنی تیرے دل اور جان میں بس جائے۔ قسم ہے اللہ پاک کی تو آسمان کے سورج
 سے بھی بڑھ کر خوبصورت ہو جائے۔ چونکہ خدا خود جمیل و حسین ہے۔ اس لئے طالبِ خدا بھی خوبصورت
 اور پر جلال ہو جاتا ہے۔
 (۳) بے زوال آمد کمال شوقِ حق - تاکہ یابد درہ از شوقِ حق (بھائی نند لال)
 مطلب - خدا کی محبت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس لئے تو بھی تھوڑا سا ایشور پریم حاصل کر۔ اہل نظر اس امر سے
 بخوبی واقف ہیں کہ اس دنیا کی الفت چند روزہ اور فانی ہے۔ لیکن شوقِ مولا جاودانی اور لازوال ہے
 ہر رولنے کہ میر و دے عشق - پیشِ حق شرمسار خواہد بود (مولانا جوم)
 مطلب - جہنم کی ایشور کے پریم کے بغیر گزرتی ہے۔ وہ خدا کے سامنے شرمندہ اور حیل ہوگی۔ یعنی جس انسان
 نے دنیا میں آکر اپنے معبودِ حقیقی سے محبت نہیں کی۔ اور زندگی میں اس کا بھجن نہیں کیا۔ وہ پس مرگ کف
 افسوس ملے گا۔ اور سوائے حسرت و ناکامی کے اس کے دامن میں خاک نہیں ہوگی۔
 (۴) شوقِ مولا از ہمہ بالا تر است - سایہ او بر میر ما افسر است (بھائی نند لال)
 مطلب - ایشور کا پریم سب کرم کا پڑوں سے افضل ہے۔ خدا کا سایہ ہمارے سر پر تاج ہے۔ یعنی سب سے
 سب آتم کرموں سے ایشور پریم کا رتبہ بلند ہے۔ اور ایشور پریمی بادشاہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

ہمہ زندگی کے لئے بہترین کمپنی

سٹیل اینڈ ٹاؤن انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ

مال لاہور

کلیمز کی فوری ادائیگی یہ ہے خاص شہرت کھتی ہے

وظیفہ کا حاصل کرنا بھی بے حد آسان
کر دیا ہے

مزید تفصیلات کے لئے لکھیے:

منیجر سٹیل ٹاؤن انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

کل مکمل شدہ کاروبار ————— ٹرانسٹاز لیم ۲ کروڑ روپیہ

آتم نوید

از شریمان دہرم بھائو جی بی نے
شاستری
ہلکند کھتری ہائی سکول امرتسر

بھینٹ سب کچھ ہے تمہارے کام آنے کیلئے
مانس میرا ہے دھرا گتوں کو چاہے ڈال دو
ہرے چاہے بھسم کرو دو دھول میں آسلیں
پھول سا کھتا رہوں تیرے سر و پین تھیں
پر ان چاہے یا نہ ہکر جواؤں کے اپن کرو !
پریم پریم سو میرا ہے لٹانے کیلئے !!

اصلی کالا

کو آمار کہ تیل

آپ ہر چیز استعمال کر سکتے ہیں لیکن سفید بالوں کی
جڑ سے متقل کالا کر نکا ذریعہ بال کا لائیل استعمال کرنا ہے یہ
سنیاسی منظر نسو ہے آپ استعمال کچھ قیمت فی بوتل ۵۰ روپے
ڈال معاف نالیند ہونے پر واپسی کی شرط۔

ملنے کا پتہ:۔ بنگل سٹورز۔ راند رتھ وڈالہ

مفت

۱۰۰ روپے ماہوار کتابیں

آپ اصلی رنگین نیو گولڈ سونا کی کینی لیکچر ۱۰۰ روپے ماہوار گھر بیٹھ کر لکھتے ہیں
یہ سونا گولڈ پر اصلی ہونے کا رنگ دیتا ہے اور اصلی ہونے کی طرح کوٹا اور گھلا یا کتا
ہے اس کا رنگ کبھی نہیں ہوتا ہے کچل کے فین کے مطابق ہر قسم کے زیورات ہمارے پاس
میں موجود ہیں آپ اپنے نمبر کی کینی لیکچر فوراً لکھیں تیار شدہ زیورات کی مکمل فہرست اور کچل
نیو گولڈ سونا چھ ٹولہ ایک جوتی نیو جوتی ایک انگوٹھی منی فین ایک جوتی کاٹنے والے
نیو ڈیزائن لکھو منہ بھیجے جاتے ہیں۔ ہوشیار تجربہ کارا اور مفتی کھیتوں کو ہر قسم کی سہولت
دی جاتی ہے آج ہی فرما دیا کینی مفت طلب کریں۔

ملنے کا پتہ:۔ بنگل گولڈ سلائی کینی۔ راند رتھ وڈالہ

نسیلستان دھرم آئیو ویدک کلج کا

فرمان

میں نے ڈاکٹر ایم آر شرماسہرامراض بچکان و مستورات کا تیار کردہ بال مہوگ جھوٹ کا بڑی اچھی طرح سے تجربہ کیا ہے۔ واقعی بال مہوگ بچوں کیلئے ایک لاثانی دوا ہے۔ بچوں کی تمام خطرناک اور نامرد بیماریاں مثلاً بخار کھانسی بچش۔ دودھ الٹنا وغیرہ وغیرہ اس سے دور ہو جاتی ہیں اور بچوں کے ہر پیلے دستوں (جو اکثر بچوں کو دانت نکالتے وقت آیا کرتے ہیں) کیلئے امرت کے سمان، سوکھے اور کمزور بچوں کو موٹا تازہ اور طاقتور بنانے میں اس کا ثانی نہیں ملے گا۔ دیکھا جیسرہ چھپک میں بھی یہ بہت مفید ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے بچے دانت بڑی آسانی سے نکال لیتے ہیں۔ بچوں والوں کو چاہیے کہ ہمیشہ یہی دوا استعمال کریں۔

نہر بیان

اگر آپ نے ابھی تک استعمال نہیں کیا تو آج ہی اکیرو پیہ میں اپنے کسی دوا فروش سے خرید کر استعمال کرنا شروع کریں۔

منجری تنج میدیل ری سرچ انسٹیٹیوٹ المشہور

شہنشاہی سروسٹکاری سنگھ لکھنؤ (یو پی) کا شاندار سالانہ سمٹ سنگھ لکھنؤ

(مرسدہ شریان جہاتما سرداری لال جی گوجر انوالہ)

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی یہ اکتوبر میرے پریمی پوجیہ سروسٹکاری جہاتما شہنشاہ جی ہمارے گھوڑے مادی کے کنکے سنگھ مندر کی نئی عمارت میں مورخہ ۲۴ و ۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء کو پریم پورک منایا گیا۔ جس کی رپورٹ بہ تفصیل مہندی و انگریزی میں علیحدہ شائع ہو چکی ہے۔ یہاں اردو میں بھی مختصر اچند ایک خصوصیات رفہ عام کے لئے حوالہ کی جاتی ہیں :-

اس اکتوبر کے سب کام بلا لحاظ مذہب ملت سروسٹکاری (صلح کل) نصب العین کو پیش نظر رکھ کر سرانجام دیئے گئے۔ جس میں لکھنؤ نو اسیوں کے علاوہ کراچی، جہلم، گوجر انوالہ، لاہور، امرتسر، دہلی، ڈیرہ، دون، بمبئی، پور کھیری، بارہ بنگی و رائے بریلی کے رہنے والے پریمی سچن بھی کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ دون شب و روز ایشور چرچا و بھجن کیرتن کا امرت پرواہ جاری رہا۔ سنگت کے آرام و شرام کے لئے چیف جسٹس سرد شیش ناکھ کی وسیع کونہی (گوتی) مادی کے کنکے) مخصوص تھی۔

مندرجہ ذیل پریمی سچنوں کے نام نامی جنہوں نے اپنے منور بھجن کیرتن - امرت اپدیش اور کھتا بار تا دوارہ حاضرین جلبہ کو گدگد آندت کیا، قابل ذکر ہیں۔

پنڈت بی بی شری و استوریو اکتوبر لکھنؤ - پنڈت کیشو چندر ویدی رشی کیش نواسی جگیم ترلوک ناخہ اعظم کوشید، دہلی - پنڈت لکنا پرساد گائین لکھنؤ - کویراج پریشی دتسا دہلی - پنڈت مان موہن ایم۔ اس دہلی - ماسٹر رام چندر گپتا بیدار - دہلی - پنڈت رام کمار شرما - لکھنؤ - بھگت تیز اند لکھنؤ - ان کے علاوہ شری سوامی وشدھ آنند جی (سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ والے) اور پنڈت رام نارائن جی کھتا و اچک لکھنؤ نواسی نے اپنے امرت اپدیش مراٹھ کھتا دوارہ کو تار تار کیا۔ نیز گوجر انوالہ کے پریمی بھگت سرداری لال جی نے شہنشاہی بھجن کیرتن دوارہ حاضرین جلسہ کو آندت کیا۔

سنگھ مندر کی عمارت پر نرالی وضع کا شہنشاہی جھنڈا لہرایا گیا۔ جو کہ سات رنگ کا تھا اور اس میں آٹھواں (اوشٹھان) سفید رنگ تھا جس کی ماہریت پریمی بھگت پنڈت دوار کا پرساد جی شکل کشن جج لکھیم پور کھیری نے حاضرین جلسہ کو واضح کر کے اس میں سات رنگ لہرایا۔ ان کو کافی مسرت ہوئی۔

سر ویا کینٹ شکستی و پرہتا دوارہ اسپر طرح سے حاوی ہے۔ اور جیسے سورج کی کرن سات رنگ کا مرکب ہونے کے باوجود ایک سفید روشنی کی منظر ہے۔ اسی طرح ایک مدت متاثر ہونے کے باوجود ایک ادنیٰ برہم کا جملہ ہے۔ اور سورج کی طرح یہ جھنڈا بھی بلا لحاظ اوپر نیچے سب ہماٹھ کے لئے یکساں پرہم شتا۔ پرہم جیتنا۔ پرہم آئندہ پرہم پر کا کش کے دینے والا ہے۔

لاہور و امرتسر کے دو پرستار پریمی لالہ ناہاں جی۔ اور لالہ دولت رام جی صرف نے اپنے دنیاوی کاروبار کو اوداع کئے ہوئے سنیاں دھارن کیا جنہیں شری ہماراج کی طرف سے اوم آئندہ وسوم آئندہ کا سنیاں نام عطا کیا گیا۔ ان کے لئے رسم بھکشا ادا کرنے کی ہدایت بالکل انوکھے و شاندار ڈھب کی تھی۔ یعنی شری اوم آئندہ جی نے حاضرین جلسہ سے ایک سال کے لئے ہر پچھریہ برت لینے کی بھکشا مانگی اور شری سوم آئندہ جی نے ہفتہ داری مون برت یا کسل سچ بونے کی بھکشا مانگی۔ جس پر چند ایک پریمیوں نے بڑے چاؤ پرہم سے بھکشا دی۔

پایں ہمہ اسوقت ایک نہایت دلکش منظر تھا جبکہ ان سر و پریمیوں کے سنیاں لینے پر خود شری ہماراج جی نے سب سے پہلے ان کو نسا کر کی۔ اسی طرح گور و نانک دیو جی نے اپنے جیسے لہنا جی کو نسا کر کی تھی۔ اس کے بعد شری ہماراج جی نے حاضرین کو ایک خاص تعارف صلح میرٹھ کے پریمی بھگت سنگھ لال جی پٹواری سے کروایا۔ جو کہ گہستی دیواری جیسی ملازمت پر ہونے کے باوجود دل سے پورے تارک اور جھوٹ خوشامد و رشوت شانی وغیرہ بیماریوں سے قطعاً مبرا ہیں۔ لہذا انہیں "شکر آئندہ" نام عطا ہوا۔

۲۵ دسمبر کو یو۔ پی جیسے ذات پات و جھوٹ چھات کے کٹر دلش میں پریتی جھو جن کا پر بندہ بلا لحاظ اوپر نیچے جاتی وغیرہ کے ایک مشترکہ استحقاق پر کیا گیا جس میں سب پریمیوں نے ملکر جھو جن پایا۔ ایسا کر شری ہماراج جی کا دلش باہمی بھید بھاؤنا کو دور کرنا تھا۔ جو کہ پوری کامیابی سے بھیا گیا۔

میر و جنتا میں سنت سنگ پرارتھ کی سپرٹ پیدا کرنے اور ابھارنے کی خاطر بالکوں و کنیاؤں میں "بھجن یدھ" کو پایا گیا اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ لڑکیوں میں کماری پریم لتا اور لڑکوں میں اندر کمار نے اول انعام حاصل کیا۔

سیٹھ مالک رام جی مالک منکاری برادر س کراچی نے ایک پرکار کے یوگ کسن کی دیا کھیا و ہانتا عملی طور پر کرتے ہوئے واضح کی۔ بابو شبیر ناتھ جی ایڈوکیٹ لکھنؤ (پرپور سہت) نیز پنڈت جوا لاپنشا و جی شری و ستیو جی سنگھ ٹاپٹ ایڈوکیٹ لکھنؤ...

(پرپور سہت) سر و پریمی سچتوں کے شجرہ نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے اس پوتر آئندہ کے دوران میں تن من دھن دوارہ سر طرح سے سیوا و سہاٹا کر نہیں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ نیز شری سوامی گنیشا نند جی میرٹھ والے بھگت سر واری لال جی گو جہر الوالہ۔ ماسٹر سوہن لال جی گو جہر الوالہ اور بہن لڑکا دیوی جی منکاری کراچی والوں کا جھو جن لنگر کے متعلق پر بندہ و سیوا وغیرہ سنگھ ہذا کی طرف سے ہارکٹ ہنبا دیا گیا۔

مزید برآں جن پریمی سچوں اور پوتر دیویوں نے سنگھ سندر اور جلسہ کی تکیوں کے سمبندھ میں زمینیں اور مختلف ساز و سامان وغیرہ سے سیوا کی ان کے شجرہ نام حسب ذیل ہیں:- رائے بہادر شری رام کمار جی بھارگو مالک نوکشو سیٹھ لکھنؤ۔

سنت بہار نند جی غافل۔ دہلی شری مہر جی دیال جی بارہ بنکی۔ شری مہر جی مہلا دتی دیوی جی۔ شری مہر جی دوار کا پرشاد جی سنگھ۔ میسرز...

پیامِ راحت (امرِ کتنا)

(تصنیف لطیف ہما تاکا بھاگل جی سائینی)

اگر آپ روحانی کیف و سرور اور زندگی کی حقیقی مسرتوں سے محروم ہیں تو اس نجاتِ زندگی کی بارش کو میوہ کی کتاب ایک بار ضرور بالضرور مطالعہ کیجئے یقیناً آپ کے جلد کھ قلع قمع ہو جائیں گے۔ گمان کا لافانی جذبہ پیدا کرنے کا یہ ایک تیر بہار اور جھیلِ نسخہ ہے۔ اسکا مطالعہ آپ کے رنج و غم کو حقیقی خوشی میں اور مایوسی کو شاد کامی اور کامرانی میں بدل دیگا۔ اس کے کیف اور گین رس میں ڈوبنے ہوئے نغمے پڑھ سُن کر آپ جھومنے لگیں گے۔ یہ دنیائے روحانی کی بالکل نئی اور انوکھی پیش کش ہے۔ روزانہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی انوکھی تصویر پیش کرتی ہے۔ جگہ مضامین بالکل نئے انداز اور نئے ڈھنگ میں پیش کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کے سی آئی ای سی ایس آئی۔ ایم اے۔ ایل ایل ڈی بار ایٹ لاء و آرمیل بخشی ٹیک چند صاحب جج ہائی کورٹ آف جوڈیکچل لاہور و رائٹ آرمیل سر تیج بہادر سپر وائڈین پریوی کونسلر۔ ایم اے۔ ایل۔ ایل ڈی کے سی ایس آئی وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور فاضل بزرگوں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

یہ ۲۰۳۳ سائیز کے ۴۸ صفحات کا روحانی دنیا کا کوہ نور میرا مصنف (یعنی رعایتی غیرت علی) لٹ رہا ہے۔

خوشی کی بادشاہت { یہ کتاب اسی مصنف کی دوسری تصنیف اور پہلی کی مانند بصیرت افروز اور اچھوتے خیالات پیش کر حضرت انسان کی حقیقی رہبری کرتی ہے۔ کتاب ہذا آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) قدرت کی عالمگیر سکیم میں انسان کی حیثیت (۲) انسانی تقدیر (۳) انسانی دکھ۔ (۴) انسانی سزا جزا (۵) انسانی ہمت (۶) انسانی جسم (۷) انسانی ضروریات (۸) قدرت انسان سے کیا خواہش رکھتی ہے؟ — بلند خیالات پر دل و جان سے تیار ہونی والوں کے لئے اس کتاب کا ایک ایک فقرہ امرت کا گھونٹ ہے۔ کاغذ کتابت، طباعت اعلیٰ۔ سائیز ۲۰۳۳۔ قیمت چھ آنہ۔

حقیقتِ پاشیاں { یہ کتاب اسی مصنف کی تیسری لا جواب تصنیف ہے طالب علموں، انجوائوں اور بوڑھوں پر نہایت خوبصورتی سے روشنی ڈالتی ہوئی اصلیت تک پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں بنیظیر وضاحت کی مدد سے روحانی امور کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں دوسرے توہمات اور تعصبات کا بھی گویا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ہر شخص جو اس کتاب کو پڑھے گا، وہ خود ہی اپنے تجربے سے اس کی داد دینے بغیر نہ سکے گا۔ ”مشک آتست کہ خود ہوید نہ کہ عطر رگوید“۔ زبان نہایت شیریں، زود اثر اور عام فہم ہے۔ اعلیٰ جہیز کیلئے یہ کتاب بنیظیر روحانی مصالحہ ہوتا کرتی ہے۔ ضرور اس کی ایک کپی اپنے گھر کے ایسا نالیہ میں رکھنی چاہیئے۔ اس کے روزمرہ کے پاگل سے اپنے اور اپنے بچوں کے اندر پاکیزہ جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ قیمت چھ آنے۔

ایشور درشن کے ابھیاں { یہ اسی مصنف کی چوتھی کتاب ہے اس حقیقت کی عین ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھوکھو کر کھویا ہے۔ بقول ہی سی تو جرنیل پر علم ذات کے نہایت گہرے رازوں کی جھلکیں پڑانی شروع

دنیا کے مہفت عجائب میں سے ایک

تاج محل

زمانے کے گال پر

ایک عاشق صادق مغلیہ بادشاہ کی آنکھوں سے نکلا ہوا ایک آنسو سے ستانی

نہایت مٹا کر دیتا دیند
کے سینٹیس سالہ تجربہ کا پتہ ہے

کو-کا حبسٹ

دور حاضرہ کی
حیرت انگیز ایجاد

پستانہ کے دامون نئے اور پرانے گلوں کا بغیر اپوشن واحد علاج
قیمت فی پیکیٹ ۱۴ (علاوہ محصولہ اک) سے

منیجر ملتان فارمیسی حبسٹ ۱۴ گمٹی بازار۔ لاہور

توبہ بونی کا تحفہ

اگر آپ اپنے چہرہ یا جسم کا رنگ کالے سے گورا کرنا چاہتے
ہیں یا اپنے سر جھانے ہوئے چہرہ پر سے بد نماورغ اور چھایاں وغیرہ
دور کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہمارا سائنس کے اصولوں سے تیار کردہ
نیشنل بیوٹی لوشن استعمال کریں اس کے چند روزہ استعمال سے
اپنے چہرے اور جسم کا رنگ شریطہ کالے سے گورا ہو جائیگا قیمت فی
بٹلی بڑی چھترپین بڈل کی رعایتی قیمت چار روپے محصولہ اک علاوہ

پتہ بریلنگ سٹور ۲۳ براڈر فھ روڈ۔ لاہور

بچوں کی صحت کا محافظ گرائیولین

مکروڈیٹھن کو
موٹا تازہ کرنیوالا

بچوں کی قسم کی معدہ جگر آنت اور خرابی خون وغیرہ کی
بیماری کو فوراً دور کر کے پوری صحت طاقت بخشتا ہے۔ خاصکر
پتے، قلعے اور دانت نکلنے بچوں کیلئے امرت ہے۔ بچے بغیر قسم
کی بے آرامی کے سنتے کھیتے دانت نکال بیٹے ہیں۔ قیمت فی بٹلی
ایک روپیہ۔ (علاوہ محصولہ اک) ایک رجین شیشی کیلئے محصولہ اک
بال امرت :- سار سپرلا۔ مالٹ سپرپال۔ لال شربت اور
دیگر قسم کی انگریزی ادویات رعایتی نرخوں پر مل سکتی ہیں۔

فونکس مکمل ورکس حبسٹ گوجرانوالہ

کہاں رہتا ہے

از قلم شریمان سند لال جی بھلہ عجوبہ عرفان نویں

(خمس ایشور انک کے لئے)

صانع عالم کوئیں جانوں کہ کہاں رہتا ہے
 اُسکی قامت ہے کوئی یا کہ بلا قامت ہے
 وہ ہے کیا جس طلب کرتی ہے دنیا رحمت
 میں نے اک اور جو مشتاقِ خدا سے پوچھا
 کتنا مشکل ہے کہاں رہتا ہے اللہ حضرت
 کوئی کہتا ہے کہ ہر چیز ہے ہستی اُسکی
 پوچھنے والے وردِ صبح و مساکرتے ہیں
 وہی خالق ہے وہی خلق ہے بندہ پرورد
 وہ عیاں رہتا ہے یا دل میں نہاں رہتا ہے
 وہ ہے کیا جس کا ذکر درو زباں رہتا ہے
 آیا یاں رہتا ہے یا سوئے جتاں رہتا ہے
 اُسکی شفقت سے وہ بولا کہ جہاں رہتا ہے
 غنصری آنکھ سے وہ بارہاں رہتا ہے
 کوئی کہتا ہے کہ باطن میں نشان رہتا ہے
 اُسکا مقبول میاں انگوہیاں رہتا ہے
 کم خیالی سے غبت سود و زیاں رہتا ہے

تیرا ہجور اُسے علت دنیا سمجھا!
 جیسا کہ معلول کو علت کا دھیان رہتا

رسالہ اوم کے دفتر شائع شدہ گمان گنج

ممکنی انک :- یہ رسالہ مذاکے ۱۹۸۱ء کا سالانہ نمبر ہے
اس میں کیولیہ اپنشد کا ترجمہ ممکنی کی پراچتی کے سادھن نیز
ہاتتاؤں کی سوانحیات کافی تعداد میں دی گئی ہیں۔ صفحات
۳۲۰۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ قیمت دو روپیہ۔
رعایتی ۱/۸ روپیہ۔

کرم یوگی انک :- ایک مینیفلڈسٹک ہے۔ اس میں
شرعی مہکتوں گیتا کے مطابق کرم یوگ
شاستر کی نہایت خوبصورت تشریح کے علاوہ بڑے بڑے
ہاتتاؤں اور کرم یوگی ہاتھ پیرشوں کی انجھارنے والی زندگیوں
کے حالات اور نوٹوں کافی تعداد میں دیئے گئے ہیں جو کہ
فٹش کے اندر اتساہ، دلیری، پشاشنت اور آند کی تازہ
روح چھوکنے والے ہیں۔ قیمت فی کاپی دو روپیہ۔ رعایتی
قیمت صرف (۸۸) جملہ (۸۸) ۲

شانتی انک :- ایک نہ صرف ممکنی دشن ہے
بلکہ اس میں پر ممکنی شستروں کی دیکھیا
کے ساتھ ان پوجیہ مہکتوں کی سوانح حیات بھی کافی تعداد
میں دی گئی ہیں۔ کہ جنہوں نے ہنگوان روپی شمع پر قربان ہونا
اپنی زندگی کا مقصد سمجھا۔ ہاتتاؤں کے ذریعے زندگی میں
شجہ پرورتن لانے کے لئے یہ ایک لاشانی پستک ہے۔
اس میں شرمی ہاتھ پیرست کا شانتی پر پ بھی دیا گیا ہے
صفحات ۳۲۸۔ قیمت دو روپیہ۔ رعایتی قیمت (۸۸)

پریم انک :- یہ رسالہ اوم کے ۱۹۸۱ء کا سالانہ نمبر ہے
اس میں یاد رکھیہ اپنشد ساراجینی اور نکار

پر نہایت شاندار مضامین ہیں۔ پراچین دھرم شاستروں
میں سے منتخب گفتائیں کافی تعداد میں درج ہیں۔ صفحات
۳۲۰۔ قیمت دو روپیہ۔ رعایتی ۱/۸ روپیہ ۲

گیان انک :- یہ رسالہ اوم کا سب سے پہلا نمبر ہے
اس نے ہی رسالہ ہند کی بنیاد کو بخشتہ کیا۔
اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ یہ ایک بلند پایہ خیالات
کا مرقع ہے۔ جو رتن اس پستک میں جمع کئے گئے ہیں وہ
آپ کو کہیں سے بھی اور کسی قیمت پر بھی کیجا ملنے ناممکن
ہیں۔ اس لئے اس کو منگو کر ضرور پڑھیے۔ یہ درحقیقت
فٹش کے دل کی گرہیں کھولنے والا ہے۔ قیمت مضامین
کے لحاظ سے بہت ہی کم صرف ڈیڑھ روپیہ (۸۸)

گووند پرکاش (اردو) جی ہمارا ج - یہ ویڈیو کی
مصدقہ شری سوامی گووند آنند
ایک لاجواب پستک ہے۔ صفحات ۳۱۲۔ قیمت ایک روپیہ
سورگی شری
رنجیت نیشنل فٹنڈر نقطہ نگاہ ہاتتا...

رنجیت رام جی ہمارا ج کی لاجواب تصنیف آپ نے اس
کتاب میں ایک ہاتتا اور متلاشی کی گفتگو کی شکل میں...
روحانیت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں
کھونکر رکھ دیا ہے۔ حقوڑی سی توجہ دینے پر ہی اتم گیان
کی جھلکیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے
انسان اپنے آپ کو بحر نور و سرور میں تیرتا ہوا پاتا ہے
قیمت شری جی ۸۸۔ ہا جلد ۵۸

کے آتم انویجو دو ارہ نیکے ہوئے رتن پنجابی نظم میں
اس چھوٹی سی کتاب میں آپ نے دیانت کا سارا جوہر
نکال کر قلمبند کر دیا ہے۔

قیمت صرف دو آنے (۲)

نخچانہ خوشتر - حیدر آباد دکن کے مشہور شاعر ایش سنگھ
صاحب خوشتر کی منظوم تصنیف لطیف
روحانیت کے رنگ میں لکھی ہوئی نظموں کو جمع کر کے اس کتاب
کو مکمل کیا گیا ہے۔ اہل ذوق اصحاب کے لئے نہایت آدر کی چیز ہے
قیمت دو آنے (۲)

روحانی اور اعلیٰ زندگی پر اپنے انداز کا نیا اور نرال لٹریچر از دیدانت بھانو مشری پنڈت نرمل چندر جی مہاراج

نور زندگی :- یہ کتاب سچ سچ ہی زندگی کی روشنی ہے
اس میں علم ذات و برہم گیان اور زندگی کے نہایت گہرے
رازوں کو اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ اس کے پڑھتے
پڑھتے ہی انسان روحانی بلندیوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔
اس نغمہ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب ضخامت ۳۰۲
صفحات قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے (۱۴)

پورن دھرم - ہندوستانی زبان میں اگر کوئی کتاب
گیان یوگ پر ٹیکسٹ بک کہلانے کی
مستحق ہے تو یہی ہے۔ اس میں زندگی کے ان چار بنیادی
سوالات پر سائنٹیفک طریق سے بحث کی گئی ہے۔

”میں کون ہوں“ (۱۲) یہ کیا ہے (۳) یہ کیوں ہے (۱۷)
زندگی کے معنی کیا ہیں۔ قیمت جلد صرف ایک روپیہ (۱۴)

محرور ہستی :- یہ ایک روحانی تحفہ ہے۔ اس میں
گذشتہ اور آئندہ سے ادب اٹھ کر
زمانہ حال میں سچی خوشی کو پانے اور زندگی کو سنبھال کرنے کا
سیدھا اور سدرتی راستہ دکھایا گیا ہے۔ قیمت جلد ایک
روپیہ (۱۴)

کشف حقیقت :- گیان ادب مشری سماجی شناسک آجیائے
حقی کی ایک لاجواب تصنیف
نور و کشش انویجوئی طالبان معرفت کے لئے اس کا

ایک ایک شکوک چھٹہ روشنی ہے۔ اندرونی آنکھیں کھول کر
ہاتھ کی سمیٹیلی پر دہرے ہوئے پھل کی مانند برہم کا سا کشت
انویجو کرانے والی ہے۔ قیمت جلد ایک روپیہ چار آنے۔

چتر و کاش :- کیرکٹر کی عمارت کے لئے یہ کتاب ہے
نظر روحانی مصالحوں میں کتنی ہے۔

اس میں اخلاق کی بنیاد علم ذات آتم گیان اور نفسیات
پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی زمین پر ہی جیون مکنتی کا آتم
لینے اور سورگیر راجیہ قائم کرنے کے لئے بے خطا عملی
اور عملی اصول بتلائے گئے ہیں۔ سنہری جلد قیمت ۱۲

سقیہ پرکاش :- یہ کتاب کیا ہے ایک مذہب کا اور
دیوانہ اعلان حقیقت ہے۔ اس

میں ایک طرف جہاں لاثانی وضاحت اور سادگی کے
ساتھ رموز حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ دہاں مروجہ
تقصیبات اور توہمات کو طبی گویا جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے
اس کا مطالعہ غلامانہ ذہنیت سے پوری شفا بخشنا ہوا
زندگی کی سچی آزادی کا لطف دیتا ہے۔ قیمت جلد صرف
آٹھ آنے (۸)

سوراجیہ لکھنا :- اسمیں سوراجیہ اور روحانیت کا حقیقی
اور لازمی تعلق دکھانے کی کوشش
کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

اس نصاب العین کی طرف برہم سکیں۔ جو کل نوع انسان کا ہے قیمت صرف چار آنے۔
 ہاگوئی ڈاکٹر ایند رناتھ ٹیگور کے ایک دھرم سار:-
 ہنگالی مضمون کا ترجمہ قیمت ۳۰ روپے
 یوگ سادھن:- سیدھ یوگی شری آرنند گھوش

جی کی تصنیف یوگک سادھن کا اردو ترجمہ ہے قیمت شہر
 پورن یوگ اور اس کا اوریشیم:- گھوش
 قیمت صرف ۴ روپے (چار آنے)
 یوگ مکتبی:- قیمت صرف ۴ روپے

شری سوامی رام تیرتھ جی ہماراج کے اتمول بدانت رتن

لوٹ پستکیں رام تیرتھ پبلیکیشن ایک لکھنؤ سے بھری سکتی ہیں۔

کلیات رام (حصہ اول) شری سوامی رام کے زبان اردو اپنے قسم سے لکھے ہوئے روح افزا اور سرور بخش مضامین پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ ۲۲۲ صفحات مجلد قیمت صرف ۱۸ روپے (۱۸/۰) ہندی۔
 کلیات رام (حصہ دوم):- زندگی۔ ڈیڑھ صد کے قریب ان کے انو بھو روپی کان سے لکھے ہوئے رتن جمع کئے گئے ہیں۔ اور ان کی آٹھ کے قریب نوٹ بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔ حجم پانصد صفحات کے قریب قیمت ایک روپے آٹھ آنے۔ (۱۸/۰)

اس میں سوامی رام تیرتھ کلیات رام (حصہ سوم):- جی ہماراج کی بارہ تحریر تقریر درج ہیں۔ صفحات ۴۰ صفحات قیمت (۱۸/۰) آنجنانی شری بابا گینے سنگھ جی کی شہرہ ویدانوپچن:- آفاق تصنیف اس میں برہم گیان کے دقیق مسائل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک کم رتن مانا جاتا ہے ضخامت پانصد صفحات سے اوپر قیمت ایک روپے آٹھ آنے۔ (۱۸/۰) ہندی۔ ۱۳ روپے

جس میں سوامی رام تیرتھ جی ہماراج اور

حجم ۵۰ صفحات قیمت صرف ایک روپے۔ (۱۸/۰) بابا گینے سنگھ صاحب کی دوسری معیار المکا شرفہ:- شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاند و گیتھ اپنشد کے چھ باب کی مفصل تشریح مع نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم قریب دو سو صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنے
 سوامی رام کی مشہور ہنگری
 کامیابی کے راز:- کتاب سیرٹ آف سیکس کا پُر لطف اردو ترجمہ ہے قیمت چھ آنے۔
 بابا گینے سنگھ جی کی تیسری تصنیف رسالہ عجائب العلم:- اس مختصر نسخہ میں ذات حق کو ہستی علم۔ مبدی ثابت کر کے نہایت ہی مؤثر دلائل و سلسلہ سے چھ لیکچر میں واضح کیا ہے قیمت ۴ روپے ہندی
 جگجیوت پر گیا:- اپنشد عالی جناب بابا انجینے سنگھ صاحب قیمت صرف چھ آنے۔

خطوط رام (اردو) قیمت ۸ روپے نالین چتر تیرتھ

سوانحرمی رام:- قیمت ایک روپے دو جلدوں میں۔ مترجمہ سوامی نالین

گیتا ہندی:- قیمت ۲ روپے

پراچین دھرم گرنٹھ جن کا ہر شخص کو زندگی میں پڑھ کرنا لازمی ہے

شریک جھاگوت (اردو) - دیکھ روپی سنسار سے پار
انتر نے اور موکش پر کو پاپ
کرنے کے لیے شریک جھاگوت کے پڑھنے سے بہتر اور کوئی
سادھن نہیں۔ اردو الفاظ میں نو کشور پر پس لکھنوی
چھپی ہوئی۔ اور شری رگبر دیال جیسے فاضل اہل کے قلم
سے ترجمہ شدہ بڑے سائیز پر پڑھ صدفات پر مشتمل ہوتا
ہی خوبصورت سالم کپڑے کی مضبوط جلد میں بنیت صرف
پانچ روپیہ دس آنہ۔

شریک جھاگوت (اردو) - مصنفہ منشی دوار کا پرشاد صاحب
نقشہ قیمت دو روپے چار آنے
سکھ سماگر (ہندی) - قیمت چار روپے۔

لوگ واششٹ - ہنگوان رام چدر جی کو ان کے قابل
تعمیم کرد و واششٹ جی
ہمارا ج نے جو گیان آنا اور پرماتما کے سمندر میں دیا ہے
وہ مکمل طور پر اس کتاب میں درج ہے۔ گیان کے دینے والی
کوئی کتاب لوگ واششٹ سے بہتر نہیں ہے۔ اس کا
اردو ترجمہ شری سوامی دیال جی نے لفظ بہ لفظ کیا ہے۔ اور
مالکان نو کشور پر پس نے دو حصوں میں بڑے سائیز پر چھپایا
ہے۔ دو حصوں میں سالم کپڑے کی ایک جلد میں قیمت صرف
سات روپیہ چار آنہ۔

لوگ واششٹ - ترجمہ ہندی شوبرت لال جی
ورمن پلو نے چار سو صفحات
کی ضخیم کتاب جلد قیمت دو روپیہ۔

جھگوت گیتا تنک ٹیکا - مصنفہ شاننی ناراین۔
قیمت ۵ روپے

تلسی رامائن سٹیک مکمل (کلاں) - مترجمہ بالوشوبرت
بڑا سائیز قیمت خوبصورت جلد میں صرف چھ روپے
تلسی رامائن سٹیک مکمل (نوردا) - مترجمہ جیون چتر
گوسوامی۔

تلسی اس جی انباوشوبرت لال جی ورمن - گھنہری جلد میں
صفحات ۸۱۲ - قیمت ۲/۸ روپیہ۔ (۵ روپے)

بالمیکی رامائن (جلد) - مترجمہ بالوشوبرت لال جی ورمن
قیمت تین روپے۔

پنجگرنٹھ سٹیک - ترجمہ شریان بھائی دیارام جی۔
اس میں جپ جی صاحب شبد

ہزارے۔ رہ اس - سکھ منی وغیرہ کا روحانی گیان شامل
ہے۔ قیمت محل دو روپے بارہ آنہ۔ (۵ روپے)

ہما بھارت اردو مٹھا کر سکھ رام واس - قیمت ۲/۸ روپیہ
سٹیک جپ جی و شبد ہزارے - مترجمہ جیون پکاش

مصنفہ ماسٹر ہیر سنگھ جی - صفحات ۱۸۴ - قیمت اردو ۴ روپے
گورکھی ۴ روپے۔

سکھ منی صاحب - مترجمہ ماسٹر ہیر سنگھ۔
قیمت ۸ روپے۔

شری سوامی وویکانند جی ہمارا ج کی بلند پایہ تصانیف

جھگوتی لوگ - مترجمہ بالوشوبرت لال جی ورمن۔
قیمت ۸ روپے۔

بھگتی اور دیدانت - یہ سوامی جی کے ان لیکچروں
کا ترجمہ ہے جو انہوں نے
بھگت سائنس

بھگتی رہسہ :- اس میں بھگتی مارگ کی مفصل تشریح
دو توضیح کی گئی ہے۔ قیمت صرف
ایک روپیہ۔ (علا)

سوامی جی کو لیکچر ماسٹر (M.Y.)
میرا رہبر :- MASTER کا اردو ترجمہ ہے جو
کراہوں نے نیویارک میں دیا۔ قیمت صرف ۴
شری سوامی جی کی بھگتی پر بے نظیر دیا گیا
بھگتی :- قیمت صرف بارہ آنے (۱۲)
کرم یوگ :- مترجمہ بابو شوبرت لال جی۔ قیمت ۸

یہ کتاب یوگ سادھن کے شائق
راج یوگ :- سچن کے لئے کام کی چیز ہے۔ مترجمہ
بابو شوبرت لال جی۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)
سادھو کی صدا :- لندن کے متعلق چند مفید مضامین
درج ہیں۔ قیمت ۴

شری سوامی رام کرشن جی منس
روحانی اشارے :- کی طرف سے دیکھپ روایتوں
کے ذریعے حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ قیمت چھ آنے

شری سوامی مترسین جی کی قابل تصانیف

اس میں شگونیٹی۔ چانکیہ نیٹی۔
نیتی سنگرہ (ہندی) :- دو نیتی وراجیہ نیٹی۔ بھرتی
ہری نیٹی۔ منو سمرتی۔ یاگیو لکیہ سمرتی وغیرہ کا عطر پھینچ کر
اکثر کیا گیا ہے۔ قیمت ۴
آئندہ (ہندی) قیمت ۴
تیسری اپنشد :- شکر جاسید کے ادھار پر ترجمہ
کی تشریح۔ قیمت صرف ۴

حصہ اول بیگیوں کی ودھی۔
چھاندو گیہ اپنشد :- برہمن کی آپتی۔ برہم ودیا کا
سو گھشم دھار پر بالتوضیح صراحت۔ قیمت ۴
حصہ دوم :- ناراد اور سنت کار کے سموداروپ کتھا
کے ذریعے آتم آپاسنا اور برہم ودیا کا درن اور نردین ہے
قیمت ۴

سانکھیہ درشتم :- قیمت چھ آنے (۱۲)
شری سید بھاگوت گیا دھواں سنگد :- اردو کو
بھگوان کرشن کا نہایت مؤثر اپدیش قیمت چھ آنے
شری سید بھاگوت گیا دھواں سنگد :- اردو کو

بامحاورہ ترجمہ۔ چوبیس صد صفحات کی ضخیم کتاب تین جلدوں
میں۔ قیمت ہر سہ جلد صرف تین روپے۔ یہ اپنشد صرف گیتا
پر چار کے لئے اصل لاگت پر فروخت ہو رہی ہے۔ ناظرین
اس نادر موقع سے لا بھ اٹھادیں۔

سکھ منی صاحب :- اردو زبان میں ۳۵۰ صفحات
کی نادر تشریح۔

قیمت ایک روپیہ۔ (علا)
رام گیتا :- (اردو) یہ چھوٹی سی ٹپک لامائن کا انتخاب
ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔ (۲)
کھٹ اپنشد (اردو) صفحات ۲۵۰۔ قیمت صرف ۵
اشٹا وکر گیتا (اردو) قیمت ۲

ہرما تا جگ مل جی سائینی کی قابل تصانیف

پیام راحت :- ایشا واسیہ اپنشد کا سلیس ترجمہ
قیمت رعایتی ۱/۸ روپیہ
خوشی کی بادشاہت :- قیمت ۸
حقیقت پاشیاں :- قیمت ۸
الشور و شہ :- اچھاس :- قیمت ۴

بھکت سدا ماں جی کی سچی دوستی کے نظارے عجیب اپنے از
سے دکھلائے گئے ہیں۔ فولوں ہلاک دیدہ زیب قیمت ۱۲
الیشور و چار :- قیمت صرف ۴

ہما تما گاندھی جی کی تصانیف -

خوراک اور صحت پر میرے تجربات :- ۱۲
برہمچریہ پر میرے تجربات :- قیمت چھ آنے ۶
گرام سدھار :- قیمت ۴
منگل پر بھجات :- قیمت ڈیڑھ آنہ -
ہما تما گاندھی :- قیمت ۶
آزادی ہند :- قیمت ۶

ہما ٹائیک چند جی کی تصانیف

یوگ کئی :- قیمت صرف ڈھائی آنہ ۱/۲/۴
کرم بھوک چکر حصہ اول - دوم - سوم - فی حصہ ۲/۴
منوبن :- قیمت ۳
یوگیمہ رہسہ :- قیمت صرف ۴
گائیتری رہسہ :- " " دس آنہ (۱۰)

دیگر تصانیفات

دکھی دنیا :- مصنفہ راجکوپال آچاریہ :- قیمت ۴
قدرتی طریقہ علاج :- جوہنی کے مشہور ماہر معالج و
خادم خلق مسٹر ایڈلف حبش کی بہترین تصنیف ...
در ریٹن ٹو نیچر کا بہترین ترجمہ :- قیمت دو روپیہ ۸
ہری کیرن :- ہما تما بھکت رام جی ایڈیٹر ویدانت کیری
کی تالیف تمام کی تمام منظوم اور ایک ایک جہن اور
نظم میں اتنا شور اور کیف کہ پڑھتے پڑھتے ہنسی انسان
کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت

ہندی ہری کیرن :- قیمت بارہ آنہ
کبیر دوہاؤلی :- مولفہ شری سوامی یگانند جی - بمعہ معنی
قیمت چار آنے - ۴

کبیر بھجناؤلی :- از بابو شوہرت لال جی قیمت ۱۰
بھجن میراں بائی :- قیمت دو آنہ - ۲
شکسی دوہاؤلی :- قیمت ۲

مشترج و واضح اردو ترجمہ گیارہ کھل
کبیر بچک :- حصوں میں - از بابو شوہرت لال
جی ورن - چھ سو صفحات کی ضخیم لکچر - قیمت صرف
تین روپے - ۳/۱۰

مُصنّف کش چند زیبا -
پتی پرائن ساوتری :- قیمت دس آنے -

سیوا جی مرہٹہ :- زیبا - قیمت بارہ آنے -
مُصنّف لال کشن چند صاحب

دیور بھکت :- ترجمہ از بنگالی - قیمت صرف چار آنہ
کمل ڈرامہ پر ملا بھکت :- قیمت صرف ۲
شری رام کرشن پریم ہنس ہندی :- قیمت ۱/۲
نرسی لیدا :- قیمت ایک آنہ - ۱

راجہ نل دمیستی :- قیمت ۳
ویرا بھمنیو ڈرامہ :- مصنفہ کش چند زیبا - قیمت
صرف ایک روپیہ - (۱)

بھکت سورداس :- قیمت دو آنہ ۲
سدا ماچر تر :- قیمت پانچ آنے -
راجستھان کی بیرانیاں :- مصنفہ ہرشی شوہرت
لال جی - قیمت دس آنے - (۱۰)

مُصنّف دیوان پند بیدس
گورو نانک درشن (منظوم) - جی ۳۴ صفحات ۳۴
قیمت ایک روپیہ چار آنہ -

हिन्दी की धार्मिक पुस्तकें

दफ्तर रसाला "ओम" लाहौर से मंगवायें ।

गीता नदी पदच्छेद सहित ...	1 4 0	मन की कुंजी शहनशाही सन्देश ...	1 4 0
गीता गुटका पदच्छेद-अन्वयसहित स.	0 8 0	शहनशाही कुरिडल्यां ...	0 4 0
गीता मोटे अक्षर वाली ...	0 8 0	चोरासी छेदन महात्मा शाहनशाह जी	0 1 0
गीता भाषा ...	0 4 0	कर्म व्यवस्था (by Annie Besant)	0 8 0
गीता भाषा सजिल्द ...	0 6 0	संकल्प शक्ति और उसका संयम ...	0 10 0
गीता छोटी (गुटका) ढाई आना वाली		श्री सुखसागर अर्थात् श्रीमद्भागवत	
अर्थ सहित ...	0 2 6	का हिंदी अनुवाद ...	4 0 0
" " " सजिल्द ...	0 3 6	भक्ति सागर श्री स्वामी चरणदास जी	
गीता ताबीजी सजिल्द ...	0 2 0	रचित पृष्ठ ६७२ ...	2 8 0
गीता मूल विष्णु सहस्र नाम सहित		विष्णु सहस्र नाम (भाषा टीका सहित)	
सजिल्द ...	0 1 6	(सजिल्द) " " " ...	0 12 0
ईशावास्योपनिषद ...	0 3 0	स्त्री दर्पण—लेखक पं० माधव प्रसाद जी	0 8 0
केनोपनिषद ...	0 8 0	नारी चरित्र माला—लेखक चतुर्वेदी	
कठोपनिषद ...	0 9 0	द्वारका प्रसाद शर्मा ...	0 10 0
मुण्डकोपनिषद ...	0 7 0	पतिव्रता स्त्रियों के जीवन चरित्र ...	1 2 0
प्रश्नोपनिषद ...	0 7 0	स्त्री उपदेश ...	0 8 0
पांचों उपनिषद एक जिल्द में सजिल्द	2 5 0	हरी कीर्तन हिंदी म० भगत राम ...	0 12 0
तैत्तिरीयोपनिषद ...	0 13 0	गोविंद बिलास श्री स्वामी गोविंदा-	
अध्यात्म रामायण सजिल्द ...	1 12 0	नन्द जी (सजिल्द) ..	0 6 0
भागवत रत्न प्रह्लाद ...	1 0 0	प्राचीन भक्त ...	0 8 0
भक्त भारती ...	0 7 0	भक्त सारभ ...	0 5 0
विवेक चूड़ामणि सजिल्द ...	0 8 0	भक्त सरोज ...	0 6 0
भक्तराज हनुमान ...	0 5 0	भक्तसुमन ...	0 6 0
सत्य प्रेमी हरिश्चन्द्र ...	0 5 0	प्रेमी भक्त उद्धव ...	0 3 0
भक्त बालक ...	0 5 0	महात्मा विदुर ...	0 3 6
भक्त नारी ...	0 5 0	भक्तराज ध्रुव ...	0 3 0
भक्त पञ्च रत्न ...	0 5 0	श्री राम चरित मानस	
आदर्श भक्त ...	0 5 0	(मूल गुटका) ...	0 8 0
भक्त सप्त रत्न ...	0 5 0	सजिल्द	
भक्त चन्द्रिका ...	0 5 0	रोदा वाली (सानुवाद) ...	0 8 0
भक्त कुसुम ...	0 5 0	सजिल्द	
प्रेमी भक्त ...	0 5 0	राम वर्षा सजिल्द ...	1 8 0
प्रबोध सुधाकर ...	0 3 6	श्रीमद्भगवद्गीता	
अपरोक्ष अनुभूति ...	0 2 6	आर० रास नारायण स्वामी	
भजन संग्रह पांचों भाग (एक भाग =)	0 10 0	पृष्ठ १६२२ दो जिल्दों में	3 8 0

The following English Books can be had from the "OM" Office, Lahore.

— : o : —

(1) THE COMPLETE WORKS OF SWAMI RAM TIRATH.

"In Woods of God Realization."

Now published in eight volumes, of about 400 pages each, fine portraits and photos of Swami Rama, nice get up. Popular Edition, cloth bound, Re. 1/- per vol. and Rs. 7, net per set of 8 vols.

(2) VALMIKI RAMAYANA—Text in Devanagri and English translation by Prof. P. P. S. Sastri M. A.

Price Rs. 1/4

(3) Philosophy of Love 1/-

(4) Mysticism in the Upanishads -/10/

(5) Divine Name and its Practice -/3/

(6) Wavelets of Bliss -/2/-

(7) LIFE AND TEACHING OF BUDHA—By. A. Dharmapala

Price As. -/12/-

(8) THREE GREAT ACHARYAS—Sankara, Ramanuja and Madhwa.

Price Rs. 2/-

(9) TEACHINGS OF ISA UPNISHAD—In the lights of Modern thoughts and Literature by L. Sain Das, M. A., (Calcutta), B. A., (Cantab) Formerly Principal D.A.V. College, Lahore.

Price Rs. 1/4/-

(10) VEDA VANI (Vol. 1) Hindi & English Swami Purnanand Ji,

(11) SPIRITUAL DOSES—by Param Sant Shahanshah Maharaj. Divine Prayer and teachings in God-sent enchanting verses. A true & easy ladder to salvation, Price sA. 4 (With translation in Urdu Verses As. 8)

(12) THE OHETRY AND PRACTICE OF YOGA—To see God, read theory & practice of Yoga by S. Sulakhan Singh. Price Rs. 2/- Postage extra.

(13) WORKS OF SWAMI VIVEKANANDA

(1) Bhakti Yoga Price As. -/12/-

(2) Karam Yoga " As. - 12/-

(3) Raj Yoga " Rs. 1/4/-

(4) Gyan Yoga " Rs. 1/12/-

(14) STORY OF MIRA BAI by Bankey Behari B.Sc., LL.B. Advocate. -/13/-

(15) AT THE TOUCH OF THE PHILOSOPHER'S STONE -/9/-

(16) MIND ITS MYSTERIES AND CONTROL by Shri 108 Swami Shivanand Ji. Part I. -/8/- Part II. 1/0/0

(17) SONGS FROM BHARTRI HARI. -/8/-

(18) WAY TO GOD REALIZATION. -/4/-

(19) OUR PRESENT DAY EDUCATION. -/3/-

(20) THE IMMANENCE OF GOD. -/2/-

MESSAGE -/10



